رسالہ دعوت حق کی خصوصی پیشکش

عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (الاسراء :١٧)

امید ہے کہ اللہ پاک آپ کو مقام محمود تک پہونچائے گا۔

مقام محمود

امتیازات سیرت طیبہ

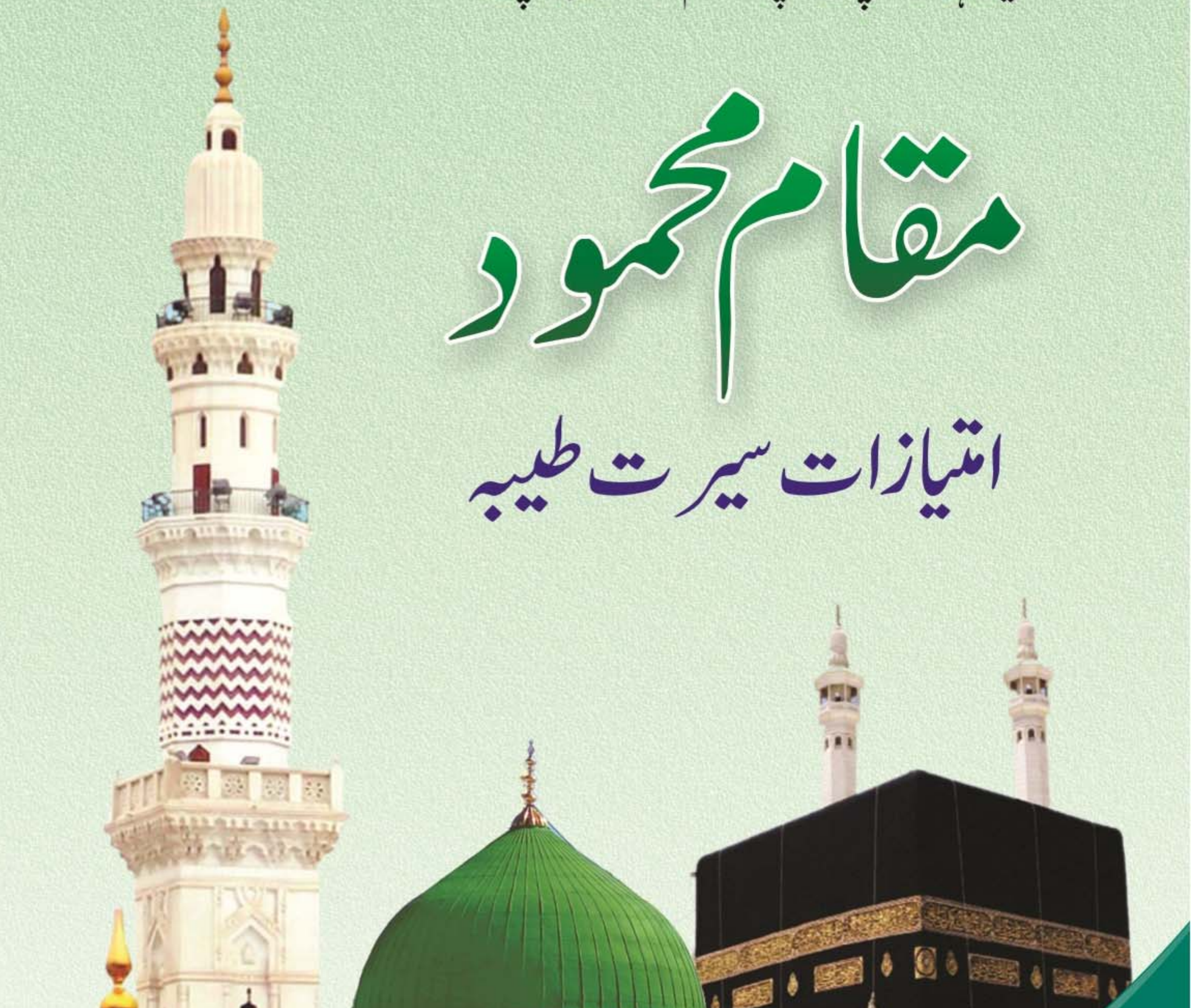

مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی

رسالہ دعوت حق کی خصوصی پیشکش

عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (الاسراء : ۱۷)

امید ہے کہ اللہ پاک آپ کو مقام محمود تک پہونچائے گا۔

مقام محمود

امتیازات سیرت طیبہ

مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی

ناشر

مفتی ظفیر الدین اکیڈمی، جامعہ ربانی جامعہ نگر

منورواشریف، سمستی پور بہار الہند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : مقام محمود (یعنی امتیازت سیرت طیبہ)

مؤلف : مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی مہتمم جامعہ
ربانی، منوروا شریف، سمستی پور بہار الہند رابطہ نمبر
9473136822

ai_adil@rediffmail.com aiadil.akhtar@gmail.com

ناشر : مفتی ظفیر الدین اکیڈمی، جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور

سن اشاعت: ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق نومبر ۲۰۱۵ء

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ جامعہ ربانی، جامعہ نگر، منوروا شریف، پوسٹ سوہما، وایا بتھان
، ضلع سمستی پور، بہار انڈیا848207 رابطہ نمبر:9934082422

jamia.rabbani@gmail.com - jamiarabbani@rediffmail.com

☆ مکتبہ الامام، C 212 ,Shaheen Bagh ,Abulfazal
Encleve part 2, Okhla, Jamia Nagar,New Delhi
110025
www.jamiarabbani.org

انتساب

سید الاولین والآخرین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام جن کی شان اقدس میں حضرت حسان بن ثابتؓ اس طرح گویا ہوئے:

خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ: آپ اس طرح بے عیب پیدا ہوئے گویا جیسا آپ چاہتے تھے اسی طرح پیدا کئے گئے۔

اور شیخ سعدی شیرازیؒ نے اس طرح نذرانۂ عقیدت پیش کیا:

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ و آلہ

ترجمہ: آپ اپنے کمالات کی بدولت بلندیوں تک پہونچے، آپ کے نور جمال سے تاریکیاں چھٹ گئیں، آپ بہترین اوصاف وعادات کے حامل ہیں، درود وسلام ہو آپ پر او آپ کے اہل وعیال پر۔

فہرست مضامین

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۱	تأثرات		
۲			
۳		حروف اولیں	۱۷
۴	**باب اول**	**اسوۂ انسانیت**	۲۹
۵		مطالعۂ سیرت کے مقاصد	۲۹
۶		ماضی ہمارا سرمایہ ہے	۳۰
۷		**فکر امت**	۳۳
۸		امت کے اعمال نبی پر پیش ہوتے ہیں	۳۷
۱۹		ہماری سرد مہری	۳۹
۲۰	**باب دوم**	**عالمی نبوت—بین الاقوامی پیغمبر**	۴۴
۲۱		حضرت موسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے پیغمبر	۴۶
۲۲		حضرت عیسیٰؑ بھی اسرائیلی پیغمبر	۴۸
۲۳		بدھ مذہب کا حال	۴۹
۲۴		وید مت	۴۹
۲۵		ایک تاریخی تعامل	۵۰
۲۶		رحمۃ للعالمین آفاقی تناظر میں	۵۱
۲۷		حضورؐ کی آفاقیت نظام فطرت کی روشنی میں	۵۵
۲۸		انسانیت سے پہلے پیغمبر انسانیت	۵۹

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۲۹		عالمی نبوت کی شان	۶۱
۳۰		عبد و معبود کا کمال	۶۴
۳۱		ساری دنیا آپؐ کی مداح	۷۱
۳۲		خدا نے آپؐ کو نام لے کر نہیں پکارا	۷۶
۳۳		نام محمدؐ کا ایک خاص امتیاز	۸۰
۳۴	**باب سوم**	**عالمی رحمت**	۸۲
۳۵		کوئی آیا نہ مگر رحمت عالم بن کر	۸۲
۳۶		حضور ﷺ کا انتخاب	۸۳
۳۷		رحمت عالم کی خصوصیات و امتیازات	۸۴
۳۸		حضورؐ کی خصوصیات پچھلی آسمانی کتابوں میں	۸۵
۳۹		خلق عظیم	۸۸
۴۰		انسانیت کا درد	۹۰
۴۱		عالمی کی اصطلاح	۹۳
۴۲		عالم کتنے ہیں؟	۹۳
۴۳		سارے عالم کیلئے رحمت	۹۴
۴۴		قرآن میں اَلعٰلمین کا استعمال	۹۵
۴۵		عالمی درجات	۹۸
۴۶		حضور ﷺ سے قبل دنیا کے حالات	۱۰۰

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۴۷		عرب	۱۰۰
۴۸		عرب کے مشہور بت	۱۰۲
۴۹		یہود	۱۰۴
۵۰		نصاریٰ	۱۰۶
۵۱		ہندو اقوام	۱۰۸
۵۲		مجوس	۱۱۰
۵۳		رحمتِ عالم ﷺ کی تعلیمات واصلاحات ۔۔	۱۱۱
۵۴		تمام دنیا کے ساتھ حسن سلوک	۱۱۲
۵۵		برائی کا بدلہ بھلائی سے دو	۱۱۲
۵۶		انصاف کی میزان	۱۱۳
۵۷		شہادت کی بنیاد	۱۱۴
۵۸		معاہدات میں توازن کا لحاظ	۱۱۵
۵۹		انسانی جان کی قدر وقیمت کی بحالی	۱۱۷
۶۰		عدل وتوازن کا قیام	۱۲۰
۶۱		رحمت عالم کی اعلیٰ ظرفی	۱۲۱
۶۲		دوسری قوموں کی تنگ نظری	۱۲۱
۶۳		جنگی قواعد میں بھی رحمت کا لحاظ	۱۲۲
۶۴		والدین کے ساتھ حسن سلوک	۱۲۴

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۶۵		عفوودرگذر کی تعلیم	۱۲۵
۶۶		نفرت کا خاتمہ	۱۲۶
۶۷		انسانیت کو نقطۂ عروج پر پہونچایا	۱۲۷
۶۸		وحدت انسانی کی تعلیم	۱۳۲
۶۹		دوسری قوموں کی فکری ناہمواری	۱۳۲
۷۰		وحدت انسانی کے دو پہلو	۱۳۵
۷۱		توحید کی نعمت	۱۳۵
۷۲		مایوسی وبدگمانی کا خاتمہ	۱۳۵
۷۳		توبہ کی ترغیب	۱۳۷
۷۴		دین ودنیا کے تضاد کا خاتمہ	۱۴۱
۷۵		معیار حسن کی تبدیلی	۱۴۳
۷۶		ترک شراب کی تعلیم	۱۴۵
۷۷		تعصبات کا خاتمہ	۱۴۷
۷۸		وسیع النظری کی عملی تعلیم	۱۵۱
۷۹		ہندوستان میں مسلمانوں کی رواداری	۱۵۲
۸۰		انسانی مساوات کی تعلیم	۱۵۳
۸۱		مساوات کے عملی نمونے	۱۵۴
۸۲		مشفقانہ ہدایات	۱۵۹

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۸۳		بے زبان مخلوق پر عنایتیں	۱۶۲
۸۴		ذبح کا دستور رحمت	۱۶۳
۸۵		جانوروں کے ساتھ حسن سلوک	۱۶۴
۸۶		انسانیت کے کمزور طبقوں کے ساتھ ہمدردی	۱۶۷
۸۷		گھر کے خادموں کے ساتھ حسن سلوک	۱۶۹
۸۸		مزدور کے بارے میں حکم	۱۷۰
۸۹		لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک	۱۷۰
۹۰		غلاموں کے ساتھ لطف وکرم	۱۷۰
۹۱		جنگی قیدیوں کے ساتھ رحم وکرم کا برتاؤ	۱۷۲
۹۲		بچوں اور بوڑھوں کا خیال	۱۷۴
۹۳		عورتوں کا خیال	۱۷۵
۹۴		مؤمنوں پر خاص نظر کرم	۱۷۷
۹۵		امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے	۱۸۱
۹۶		امت کے خیال سے سفر میں روزہ ترک کرنا	۱۸۲
۹۷		نماز تراویح میں امت کا خیال	۱۸۲
۹۸		امت کی فکر	۱۸۵
۹۹		اپنی خاص دعا امت کے لئے	۱۸۶
۱۰۰		سخت ریاضت کی ممانعت	۱۸۶
۱۰۱		تواضع ومحبت کے پیکر	۱۸۹

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۱۰۲		دل شکنی سے پرہیز	۱۸۹
۱۰۳		ہیبت کے بجائے رحمت	۱۹۰
۱۰۴		ہر مرحلہ پر تعاون عمل	۱۹۱
۱۰۵		بے مثال شفقت	۱۹۳
۱۰۶		رقت قلب	۱۹۵
۱۰۷		مہمانوں کی خدمت	۱۹۶
۱۰۸		دشمن بھی خوان کرم سے محروم نہیں	۱۹۷
۱۰۹		گستاخ یہودی کا مطالبۂ قرض	۱۹۸
۱۱۰		ابوسفیان کے ساتھ برتاؤ	۱۹۹
۱۱۱		جانی دشمنوں کو معافی	۲۰۱
۱۱۲		بددعا سے انکار	۲۰۲
۱۱۳		بدر کے قیدیوں کے ساتھ برتاؤ	۲۰۴
۱۱۴		منافق کے ساتھ حسن سلوک	۲۰۵
۱۱۵		بدلہ نہیں لیا	۲۰۶
۱۱۶		محاصرہ اٹھالیا گیا	۲۰۷
۱۱۷		آج بھی دنیا کو رحمت عالم کی ضرورت	۲۰۸
۱۱۸	**باب چہارم**	**بے مثال صبر وعزیمت**	۲۱۰
۱۱۹		حیات سرور عالم کے عظیم حادثات	۲۱۰
۱۲۰		دنیا کی سب سے مظلوم شخصیت	۲۱۱

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۱۲۲		حضور ﷺ کا غم	۲۱۳
۱۲۳		تلخ پس منظر	۲۱۴
۱۲۳		سامان تسکین	۲۱۵
۱۲۴		یتیمی کا داغ	۲۱۶
۱۲۵		جس بچہ کو سب نے چھوڑ دیا	۲۱۷
۱۲۶		ماں کی مامتا سے محرومی	۲۱۹
۱۲۷		دادا کا سہارا بھی جاتا رہا	۲۲۰
۱۲۸		بکریوں کی چرواہی	۲۲۳
۱۲۹		کوہ صفا سے پہلی دعوت کا حشر	۲۲۶
۱۳۰		دستر خوان کی بھی لاج نہ رکھی	۲۲۸
۱۳۱		صاحبزادیوں کو طلاق دلوائی گئی	۲۲۹
۱۳۲		ماننے والوں کو سزائیں دی گئیں	۲۳۰
۱۳۳		حضور ﷺ کو جسمانی اذیتوں کا سامنا	۲۳۶
۱۳۴		طواف کعبہ کے وقت بھی چین نہیں	۲۳۹
۱۳۵		چہرۂ انور پر تھوکا گیا اور خاک ڈالی گئی	۲۴۰
۱۳۶		سر بازار پتھر مارے گئے	۲۴۱
۱۳۷		ایک عورت آپؐ پر پتھر لے کر دوڑی	۲۴۳
۱۳۸		اللہ نے رخ پھیر دیا	۲۴۴
۱۳۹		دوست کی خاطر چہرۂ انور پر تھوک دیا	۲۴۴
۱۴۰		قرآن کے مقابلے میں عجمی داستانیں لائی گئیں	۲۴۶

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۱۴۱		اولاد کی موت پر طعن و تشنیع	۲۴۷
۱۴۲		آنکھیں مٹکائی گئیں، سیٹیاں اور تالیاں بجائی گئیں	۲۵۰
۱۴۳		صبر کی انتہا	۲۵۱
۱۴۴		قریش کی جاہلانہ پیش کش	۲۵۲
۱۴۵		مضحکہ خیز تجویز	۲۵۵
۱۴۶		بیہودہ مطالبات	۲۵۷
۱۴۷		چچا ابو طالب پر دباؤ	۲۶۱
۱۴۸		مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت اور دشمنوں کا تعاقب	۲۶۱
۱۴۹		ابو جہل نے پتھر مار کر زخمی کیا	۲۶۸
۱۵۰		پورے خاندان کا سماجی بائیکاٹ	۲۶۹
۱۵۱		غم کا سال	۲۷۲
۱۵۲		چچا کی وفات حسرت آیات	۲۷۳
۱۵۳		یار غار کا ارادۂ ہجرت	۲۷۴
۱۵۴		اہلیہ محترمہ کا انتقال پر ملال	۲۷۵
۱۵۵		طائف کا سفر	۲۷۷
۱۵۶		کوئی پناہ دینے والا نہیں	۲۸۱
۱۵۷		مکہ چھوڑنا چاہا، وہ بھی منظور نہیں	۲۸۳
۱۵۸		دار الندوہ میں حضور ﷺ کے خلاف میٹنگ	۲۸۵

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۱۵۹		مدنی زندگی کے حادثات	۲۸۹
۱۶۰		منافقت کا آغاز	۲۸۹
۱۶۱		جنگیں	۲۸۹
۱۶۲		بے سروسامانی کی جنگ	۲۹۰
۱۶۳		داماد اور چچا پابہ زنجیر لائے گئے	۲۹۳
۱۶۴		داماد کا فدیہ	۲۹۴
۱۶۵		صاحبزادی زینب کو ڈرایا دھمکایا گیا	۲۹۵
۱۶۶		چچا کی کراہ	۲۹۶
۱۶۷		غزوۂ احد کے بعض واقعات	۲۹۷
۱۶۸		عین جنگ سے قبل دھوکہ	۲۹۷
۱۶۹		فتح کے بعد شکست	۲۹۹
۱۷۰		چچا کی شہادت کا دل آزار منظر	۲۹۹
۱۷۱		حضور ﷺ شدید زخمی ہوئے	۳۰۲
۱۷۲		ایک عاشق نے قدموں پہ جان دی	۳۰۳
۱۷۳		دندان مبارک شہید، لب پاک زخمی	۳۰۳
۱۷۴		چہرۂ انور لہولہان	۳۰۴
۱۷۵		حضور ﷺ ایک گڑھے میں گر پڑے	۳۰۵
۱۷۶		جاں نثاروں نے خود کو جھونک دیا	۳۰۶
۱۷۷		ایک صحابی کی آنکھ باہر نکل آئی	۳۰۸
۱۷۸		حضور ﷺ نے دفاعی وار کیا	۳۰۹

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۱۷۹		حضور ﷺ کی شہادت کی غلط افواہ	۳۱۰
۱۸۰		کعب بن مالک نے پہچانا	۳۱۰
۱۸۱		کفن کی پوری چادر بھی نصیب نہیں	۳۱۲
۱۸۲		دس معلمین کو شہید کیا گیا	۳۱۳
۱۸۳		ستر (۷۰) علماء و قراء کی اجتماعی شہادت	۳۱۶
۱۸۴		آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ	۳۱۸
۱۸۵		ایک اور سازش	۳۲۰
۱۸۶		اکیلا پا کر تلوار سونت لی	۳۲۰
۱۸۷		زوجۂ مطہرہ پر بدترین الزام	۳۲۳
۱۸۸		سخت فاقہ کے عالم میں خندق کی کھدائی	۳۲۹
۱۸۹		حدیبیہ کی شکست آمیز صلح	۳۳۱
۱۹۰		معاہدہ کی تین ناگوار باتیں	۳۳۳
۱۹۱		شرائط صلح	۳۳۴
۱۹۲		ابو جندل کفار کے حوالے	۳۳۵
۱۹۳		ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا	۳۳۶
۱۹۴		خسرو پرویز نے نامۂ مبارک پھاڑ ڈالا	۳۳۸
۱۹۵		کھانے میں زہر دیا گیا	۳۴۰
۱۹۶		اپنے ہی شہر میں اپنا کوئی مکان نہیں	۳۴۲
۱۹۷		حنین میں صدمے	۳۴۳
۱۹۸		اقرباء نوازی کا الزام	۳۴۷

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۱۹۹		تبوک کی طرف بے سروسامانی کا سفر	۳۵۱
۲۰۰		مسجد ضرار کا فتنہ	۳۵۱
۲۰۱		نبوت میں شرکت کی کوشش	۳۵۳
۲۰۲		مناظرہ ومباہلہ کا سامنا	۳۵۶
۲۰۳		زینب بنت جحش سے نکاح پر منافقوں کا ردعمل	۳۵۹
۲۰۴		خانگی صدمات	۳۶۱
۲۰۵		ازواج مطہرات کا مشترکہ مطالبہ	۳۶۲
۲۰۶		زوجیت سے الگ کرنے کا ارادہ	۳۶۴
۲۰۷	**باب پنجم**	**عالمی انقلاب**	۳۶۸
۲۰۸		حضور ﷺ بحیثیت پیغمبر انقلاب	۳۶۸
۲۰۹		علم وعمل سے مراد	۳۶۹
۲۱۰		گذشتہ مذاہب فکری انقلاب سے خالی	۳۷۰
۲۱۱		علم کی ضرورت	۳۷۲
۲۱۲		قرآن علم وفکر کا سرچشمہ	۳۷۳
۲۱۳		سائنس کی بنیاد	۳۷۶
۲۱۴		حضور ﷺ کا علمی معجزہ	۳۷۶
۲۱۵		علمی افراد	۳۷۸
۲۱۶		حضور ﷺ کا عملی پہلو انقلاب	۳۷۹
۲۱۷		عملی افراد	۳۸۳
۲۱۸	**باب ششم**	**عالمی پناہ گاہ**	۳۸۶

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۲۱۹		انسانیت نبوت کے آستانے پر	۳۸۶
۲۲۰		بعثت کے بعد	۳۸۹
۲۲۱		غریبوں کا خیال	۳۹۰
۲۲۲		پاکیزہ کردار	۳۹۳
۲۲۴		عفو و درگذر کی مثال	۳۹۳
۲۲۵		وقت کی قید نہیں	۳۹۵
۲۲۶		کوئی عار نہیں	۳۹۶
۲۲۷		غریب پروری کا کمال	۳۹۶
۲۲۸		عجیب عجیب لوگ	۳۹۹
۲۲۹		اشاعت اسلام	۴۰۰
۲۳۰		عورتوں کی درخواست	۴۰۱
۲۳۱		عام دستر خوان	۴۰۱
۲۳۲		غریبوں سے بے پناہ محبت	۴۰۶
۲۳۳	**باب ہفتم**	**عالمی دعوت**	۴۰۹
۲۳۴		دعوت و تبلیغ اسلام کا عالمی خاکہ	۴۰۹
۲۳۵		اسلام اور دیگر مذاہب میں بنیادی فرق	۴۱۱
۲۳۶		دائمی طریق تبلیغ	۴۱۴
۲۳۷		حضور ﷺ کے طریق تبلیغ کا اجمالی خاکہ	۴۱۵
۲۳۸		محنتوں میں یکسوئی	۴۲۳
۲۳۹		اسلامی جنگوں کا پس منظر	۴۲۳

سلسلہ نمبر		مضامین	صفحات
۲۴۰		مکی و مدنی طریق تبلیغ کے نتائج میں فرق	۴۲۶
۲۴۱		حضور ﷺ کے طریق تبلیغ سے حاصل شدہ نتائج	۴۲۷
۲۴۲		اس کتاب کے مراجع و مآخذ	۴۳۲

حروف اولیں

آئے دنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر

سیرت نبوی پر بہت کچھ لکھا گیا، ہر زبان میں لکھا گیا، مختلف انداز میں لکھا گیا، چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے یہ سلسلہ جاری ہے، اور اس قوت سے جاری ہے کہ کسی اور موضوع پر لکھنے والوں نے اتنا نہیں لکھا، اور نہ پڑھنے والوں نے پڑھا، لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سیرت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حق ادا ہوگیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ سامنے آگیا...... اگلوں سے لے کر پچھلوں تک کی تمام تحریرات کو یکجا کیا جائے تو جہاں بہت سی باتیں ہم کو قند مکرر معلوم ہوں گی وہیں بہت سے بیش قیمت اضافے بھی ملیں گے، ہر نیا دور سیرت نبویؐ کا کوئی نیا پہلو سامنے لاتا ہے، اور ہر انسانی عہد مطالعۂ سیرت کو ایک نیا رخ دیتا ہے، یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، سیرت نبویؐ معارف و عجائب کا ایسا خزینہ ہے کہ ہر روز ایک نئ چیز دریافت ہوتی ہے، اور دنیا کی تمدنی ترقیات وایجادات کے ساتھ ساتھ حیاتِ نبویؐ کا ایک ایک پہلو روشن ہوتا جاتا ہے، یہ بجائے خود اس بات کی علامت ہے کہ حضور ﷺ کی شخصیت اتنی جامع کمالات اور غیر معمولی خصوصیات کی حامل ہے کہ آپؐ کی حیات طیبہ کی تفصیلات اور خصائل و کمالات کو محدود صفحات اور چند دائروں میں نہیں سمیٹا جاسکتا

، نام نامی محمد، سابقہ کتابوں میں اسم گرامی احمد، آپؐ کا مقام محمود اور ہاتھوں میں لواء الحمد، ۔۔۔۔ سبحان اللہ پھر آپؐ کی مدح وستائش کا سلسلۂ زریں کہاں تھمنے والا ہے، اور کس زبان و قلم میں یہ طاقت ہے جو آپؐ کی منقبت اور تذکرہ نگاری کا حق ادا کرسکے ؟

اس حقیر کو بھی مختلف مناسبتوں سے سرور کائنات ﷺ کی شان اقدس میں کچھ لکھنے کے مواقع ملے ہیں، اور ہمیشہ خریداران یوسفؑ کی آخری صف کے امیدوار کی طرح اس کاروان قدس میں اس جذبہ سے شریک ہوتا ہوں کہ شاید اسی بہانے میرا نام بھی کبھی آپؐ کے حضور پیش کیا جائے، اور کل روز حشر میں آپؐ کی شفاعت کا مستحق ٹھہروں، اللہم آمین۔

زیر نظر کتاب دراصل میرے مختلف مضامین سیرت کا انتخاب ہے، یہ کوئی باقاعدہ کتاب نہیں ہے، جو تاریخی ترتیب پر لکھی گئی ہو، یہ دربار طیبہ کے تعلق سے میرے جذبات واحساسات کے چند جواہر ریزے ہیں جو بصد ادب واحترام بارگاہ اقدس ﷺ میں پیش کررہا ہوں، اس میں میرے ان مضامین کو جمع کیا گیا ہے، جن میں حیات طیبہ کی جامعیت اور کمالات نبوت کے مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، آپؐ کی سیرت پاک کے عظیم امتیازات کو نمایاں کیا گیا ہے، عہد حاضر میں ان کی معنویت واہمیت واضح کی گئی ہے، تمام پیشوایان مذاہب میں آپؐ کی شخصیت اور تمام ادیان عالم میں آپؐ کے دین متین کا امتیاز کیا ہے اس کو منقح کیا گیا ہے، یہ حضور ﷺ کے ان خصائص وامتیازات کا مجموعہ ہے جن میں دنیا کے

کسی قوم و مذہب اور تہذیب و تمدن کی تاریخ آپؐ کی ہم سری نہیں کر سکتی، آج اس طرح کی چیزوں کو زیادہ بڑی سطح پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

کتاب کو سات (۷) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، اور یہ سات ابواب دراصل سات الگ الگ مضامین ہیں، جو مختلف مواقع پر لکھے گئے تھے۔

☆ باب اول – اسوۂ انسانیت – مطالعۂ سیرت کے مقاصد

اس باب میں قرآنی تعلیمات اور سیرت طیبہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ مطالعۂ سیرت سے ہمارا ہدف کیا ہونا چاہئے؟ اس سے کیا نتائج حاصل ہوتے ہیں؟ نبی ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرتے وقت ایک مؤمن کو خالی الذہن نہیں رہنا چاہئے، بلکہ قلب و دماغ کو حضور ﷺ کی پاک زندگی سے قریب کرکے روشنی حاصل کرنی چاہئے، سیرت نبوی میں قالب انسانی اور قالب عالم دونوں کے اصلاح و انقلاب کی پوری صلاحیت موجود ہے، یہ کوئی قصۂ ماضی نہیں جس کی تاثیر گم ہو چکی ہو اور محض معلومات میں اضافہ یا ماضی سے رشتہ قائم رکھنے کے لئے اس کو پڑھا جاتا ہو، میں نے اس حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے درد و غم اور انسانیت کے لئے آپؐ کی فکر و تعلق کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سیرت پاک کو اپنی زندگیوں میں انقلاب لانے کے لئے پڑھنا چاہئے، اور اس کو تعمیر انسانیت کا نسخۂ کامل تصور کرنا چاہئے، کیونکہ آپؐ کے علاوہ کسی نبی کی سیرت میں نہ وہ جامعیت ہے اور نہ وہ دستبرد زمانہ سے پوری طرح محفوظ ہے، تمام نبیوں کے درمیان حضور ﷺ کی زندگی وہ روشن کتاب ہے جس نے پہلے بھی سارے زمانے کو روشنی بخشی ہے

، اور آج بھی دنیا کو اسی روشنی کی ضرورت ہے۔۔۔ اگر یہ ایقان وایمان حاصل نہ ہو تو برائے مہربانی ورق گردانی میں اپنا وقت ضائع نہ فرمائیں۔

☆باب دوم–عالمی نبوت–بین الاقوامی پیغمبر

اس باب میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت کبریٰ کو دنیا کے تمام پیغمبروں کے مقابلے میں ایک عظیم نبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ تاریخ انسانی میں حضور ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ایسا موجود نہیں جس کو ساری انسانیت اور تمام اقوام عالم کا پیغمبر نامزد کیا گیا ہو، جس کی نبوت جغرافیہ اور زمان ومکان کے حدود سے بالاتر ہو، اور جس کی شخصیت نے پوری دنیا پر اتنے گہرے اثرات ڈالے ہوں جو پیغمبر عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ڈالے ہیں۔

☆باب سوم–عالمی رحمت–کوئی آیا نہ مگر رحمت عالم بن کر

اس باب کے تحت رسول اللہ ﷺ کی خاص صفت رحمۃ للعالمینی کی تشریح وتمثیل پیش کی گئی ہے، تمام نبیوں میں یہ بھی صرف آپؐ کا امتیاز ہے کہ آپؐ کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، آپؐ کے وجود مسعود کو کسی ایک طبقہ وخطہ اور مخصوص زمان ومکان کے لئے نہیں بلکہ سارے عالم کے امن وامان اور محبت ورحمت کی علامت قرار دیا گیا، تاریخ انسانی کا یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، یہ شرف انسانیت بھی ہے اور فخر امت مسلمہ بھی۔۔۔ اس موضوع پر ہمارے قدیم وجدید بہت سے بزرگوں نے قیمتی کتابیں لکھی ہیں، خاص طور پر اردو زبان میں "سیرت رحمۃ للعالمین" مصنفہ حضرت مولانا قاضی سید سلیمان سلمان منصور پوریؒ

ایک شاہکار کتاب ہے ، حضور ﷺ کی ترتیب سنین پر مکمل تاریخ حیات ہونے کے باوجود انہوں نے پوری ایک جلد اسی موضوع کے لئے خاص کی، اور اس کا حق ادا فرمایا، مضامین کے تنوع اور بے پناہ معلومات کے ساتھ زبان وبیان کی شگفتگی اور لب ولہجہ کی وارفتگی نے اس کتاب کو سیرت پر ایک منفرد کتاب بنادیا ہے۔۔۔ میں نے اس باب میں ان کی اس کتاب سے کافی استفادہ کیا ہے، اور اس کے حوالے بھی دیئے ہیں، خاص طور پر ادیان گذشتہ پر ان کے اقتباسات اور تبصروں سے میں نے بہت مدد لی ہے، فجزاه الله عنا احسن الجزاء ۔ میں نے اس کو حضور ﷺ کے ایک بڑے امتیاز کے طور پر پیش کیا ہے۔

☆باب چہارم — بے مثال صبر وعزیمت — حیات سرور عالم ﷺ کے عظیم حادثات

اس باب میں میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ (ازولادت پاک تا وفات حسرت آیات) کے تقریباً اکیاسی (۸۱) عظیم حادثات کا ذکر کیا ہے، جن میں قدرتی آفات ومصائب بھی شامل ہیں، ان میں چھوٹے چھوٹے حادثات کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اسی طرح ایک تناظر میں پیش آنے والے چند حادثات کو الگ الگ شمار نہیں کیا گیا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ: سب سے زیادہ دنیا میں انبیاء کو تکلیف پہونچائی گئی، پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگوں کو۔ [1]

---

[1] -رواہ البخاری فی ترجمتہ ج ۱۷ ص ۳۸۱ و أحمد فی مسندہ ج ۶ ص ۳۶۹ حدیث نمبر: ۲۷۱۲۴

اس کا مطلب ہے کہ جو نبوت میں جتنا عالی مرتبت ہوگا اس کے مصائب بھی اتنے زیادہ دوچند ہونگے، آپؐ کی زندگی میں حادثات عظیمہ کا تسلسل اس امر کا تعین کرتا ہے کہ نبوت عظمیٰ اور امامت انبیاء کے منصب جلیل پر آپؐ کے سوا کوئی دوسرا فائز نہیں ہے، اس طرح حیات طیبہ کے اس پہلو کو بھی میں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے امتیاز کے طور پر پیش کیا ہے۔

اس موضوع کا خیال مجھے کسی مطالعہ یا تحریض کی بنا پر نہیں بلکہ مذکورہ بالا حدیث کی بنیاد پر آیا، البتہ اس موضوع پر حضرت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کی ایماء پر میرے استاذ گرامی قدر حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی "مصائب النبی ﷺ" کے نام سے قیمتی کام کیا ہے، جس کا علم مجھے میرے کام کی تکمیل کے بعد ہوا، مفتی صاحبؒ کی یہ کتاب میرے سامنے نہیں ہے، اس لئے میں اس سے کوئی استفادہ نہ کرسکا۔

باب پنجم—عالمی انقلاب—رسول اللہ ﷺ بحیثیت پیغمبر انقلاب

رسول اللہ ﷺ ساری دنیا پر بلا امتیاز رنگ ونسل وبلا تفریق خطہ ومقام کس طرح اثر انداز ہوئے، آپؐ نے دنیا میں کیسا علمی وعملی انقلاب برپا کیا، اور تمام مذہبی پیشواؤں کے تناظر میں آپ کا انقلاب کتنا گہرا، مثبت اور تعمیری تھا، اس باب میں ان امور پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس ضمن میں آپؐ کے معجزات کا ذکر بھی آیا ہے، تمام انبیاء کو عملی معجزے دیئے گئے، اور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کو علمی معجزہ نہیں

دیا گیا، نیز تمام نبیوں کے عملی معجزات کی نظیریں نبی ﷺ کے معجزات میں موجود ہیں، اور معنویت میں بڑھ کر ہیں، آپؐ کا سب سے بڑا عملی معجزہ عالمی انقلاب ہے، ذہن و فکر کا انقلاب، معیارات اور زاویوں کا انقلاب، امن و جنگ، سیاست و معیشت، تہذیب و تمدن اور روحانیت و اخلاقیات کے بیش بہا انقلابات، دنیا میں کوئی دوسری شخصیت ایسی نہیں جس نے اتنی وسیع سطح پر اس میدان میں کارنامے انجام دیئے ہوں۔

اس موضوع پر جناب وحید الدین خان صاحب (مدیر الرسالہ دہلی) کی کتاب "پیغمبر انقلاب" ایک قیمتی کام ہے، اور انہوں نے اس پہلو سے حضور ﷺ کا بہترین تعارف پیش کیا ہے، لیکن اس مضمون میں مجھے اس سے استفادہ کا موقعہ نہیں ملا۔

☆باب ششم–عالمی پناہ گاہ–انسانیت نبوت کے آستانے پر

اس باب میں حضور ﷺ کے اس امتیاز کا تعارف ہے، کہ آپؐ کا دل انسانیت کے لئے کتنا کشادہ اور تفریق و امتیاز کے جذبات سے بالکل پاک تھا، آپؐ پناہ گاہ عالم تھے، آپؐ کے یہاں امان ہی امان تھی، بدترین سے بدترین دشمن کو بھی دامن عفو و کرم میں بآسانی جگہ مل سکتی تھی، یہاں پہونچ کر کسی کو مایوسی نہیں ہوتی تھی، ماں باپ سے زیادہ پیار اور اپنی جان سے بڑھکر محبت یہاں نصیب ہوتی تھی، پوری حیات طیبہ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کسی سوالی کو آپؐ نے محروم کیا ہو، کسی کا آپؐ نے نفی میں جواب دیا ہو یا کسی کے ساتھ جذبۂ انتقام کا مظاہرہ کیا ہو

، بلکہ تاریخ کی سچی شہادت یہ ہے کہ شاہ بطحاؐ کا دریائے جود وسخا کسی بحر بیکراں اور ہوا کے تیز رفتار جھونکے سے بھی زیادہ پر جوش تھا، ۔۔۔ آپؐ کی فیاضی سارے عالم میں ایک امتیاز رکھتی ہے، اور اس باب میں بھی دنیا کی کوئی مذہبی یا اخلاقی شخصیت آپؐ کی ہم سری نہیں کر سکتی ۔۔۔ یہ مضمون متعدد روایات میں موجود ہے اور کتب سیرت میں اس کی مثالیں بھی بکثرت ہیں، اس باب میں انہی روایات وواقعات سے استفادہ کیا گیا ہے

☆ باب ہفتم - عالمی دعوت — دعوت و تبلیغ کا عالمی خاکہ

اس باب میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور طریقۂ دعوت دونوں کو عالمی پیرایے میں پیش کیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ جب بھی کوئی دعوت یا تحریک نبی کریم ﷺ کے عالمی اسوہ کے مطابق پیش کی جائے گی وہ کامیاب اور نتیجہ خیز ہوگی اور اس کے اثرات سارے عالم میں پہونچیں گے، نبی ﷺ کے طریقہ سے الگ کوئی طریقہ سارے عالم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا، اور نہ اس میں آفاقیت وابدیت پیدا ہو سکتی ہے، وہ ایک زمان ومکان تک محدود ہو کر رہے گی اور کچھ عرصہ کے بعد آزمائشوں اور داخلی فتنوں کی شکار ہو جائے گی۔

اس طرح ان سات ابواب میں میں نے سیرت طیبہ کے خاص امتیازی پہلوؤں کو اپنی گفتگو کا محور بنایا ہے، اور دلائل اور معتبر حوالوں سے سرکار دو عالم ﷺ کی ہمہ گیر اور بین الاقوامی شخصیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے ۔۔ سرور کائنات ﷺ کے خصائص وامتیازات کی کمی نہیں ہے، علامہ سیوطیؒ نے الخصائص

الکبریٰ میں اور دیگر مصنفین ومورخین نے کتب سیر وحدیث میں ان کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ جمع کر دیا ہے ، اس میں اب کسی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے ، البتہ میں نے آپؐ کے صرف ان خصائص وکمالات سے بحث کی ہے جو آپؐ کی جامعیت اور عالمی شخصیت سے براہ راست متعلق ہیں، جو امامت انبیاء، قیادت زمان ومکاں اور ختم نبوت کے منصب کے لئے عناصر ترکیبی کی حیثیت رکھتی ہیں، اور کہا جاسکتا ہے کہ انہی غیر معمولی کمالات وخصوصیات کی بناپر رب العالمین نے کائنات کے سب سے بلند ترین منصب "مقام محمود" پر آپؐ کو فائز کرنے کا وعدہ فرمایا ۔۔۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی ان عالمی خصوصیات وامتیازات کی معنویت آج اضطرابات سے لبریز دنیا میں کافی بڑھ گئی ہے، کاش دنیا پھر اسی نبی امی ﷺ کے سایۂ عاطفت میں واپس آنے پر آمادہ ہو جائے ، اور دنیا ایک بار پھر امن ومحبت کا گہوارہ بن جائے آمین۔

مقام محمود

اس مجموعہ کا نام میں نے "مقام محمود" اس لئے تجویز کیا ہے، کہ یہ کتاب دراصل سرکار دوعالم ﷺ کے شخصی احوال سے زیادہ آپ کے علمی وعملی کمالات ومقامات کے گرد گھومتی ہے۔۔۔ نیز آپؐ کی شخصیت میں ان امتیازات وکمالات کی موجودگی "مقام محمود" پر آپؐ کے فائز ہونے کی علامت ہے۔

مقام محمود کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، اللہ پاک نے آپؐ کو اس مقام پر مبعوث کرنے کا وعدہ فرمایا ہے:

عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا[2]

ترجمہ: امید ہے کہ اللہ پاک آپ کو مقام محمود تک پہونچائے گا۔

مقام محمود کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں، علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ان اقوال اور اس سے متعلق روایات کو جمع فرمایا ہے، دیگر مفسرین نے بھی اس موضوع پر کلام کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے :

☆ ایک رائے یہ ہے کہ یہ مقام محسود یا مقام رشک وغبطہ ہے، یعنی آپؐ کا یہ مقام جب آشکار ہوگا تو ساری خلائق رشک وحسد کی نگاہ سے آپ کو دیکھے گی [3]

☆ ایک قول یہ ہے کہ یہ دائمی اور ابدی ستائش کا مقام ہے، جہاں ساری خلائق آپؐ کی مدح وتعریف پر مجبور ہوگی [4]

☆ بعض روایات میں ہے کہ یہ ایک مخصوص مقام ہے جس پر نبی کریم ﷺ کو تمام کون ومکاں کے سامنے اللہ پاک فائز فرمائے گا، [5]

---

[2] - الاسراء : ١٧

[3] - تفسير القرآن العظيم ج ٥ ص ١٠٣ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى :774هـ)المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر:دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م)

[4] لباب التأويل في معاني التنزيل ج ۴ص۲۷۶ المؤلف : علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن ، المعروف بالخازن (المتوفى : 741هـ)-

☆لیکن اکثر روایات اور اقوال اس طرف ہیں کہ مقام محمود دراصل مقام شفاعت کبریٰ ہے، تمام انبیاء جب رب العالمین کے سامنے حاضری سے گھبرا رہے ہونگے، اس وقت نبی کریم ﷺ عرش کے نیچے پہونچ کر سجدہ ریز ہونگے اوررب ذوالجلال کی حمد وثنا فرمائیں گے، یہاں تک کہ رب العالمین کا جلال ٹھنڈا ہوگا اور آپؐ کو خلائق عالم کی شفاعت کی اجازت ہوگی۔

☆ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس مقام پر آپؐ کے فائز ہونے کے بعد سب کو آپؐ کی ضرورت ہوگی، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کو بھی،[6]

لیکن اگر غور کیا جائے تو ان اقوال وروایات میں مفہوم ومصداق کے لحاظ سے کوئی خاص فرق نہیں ہے، یہ مقام مقام شفاعت ہے، قابل رشک بھی ہے اور لائق مدح وستائش بھی، عرش اعظم کے نیچے اس مقام کی ایک مخصوص جگہ ہے ،اور اس مقام پر فائز ہونے کے بعد سب کو آپؐ کی ضرورت ہوگی، یہ ساری باتیں ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔

غرض جناب رسالت مآب ﷺ کی عظیم بارگاہ میں یہ حقیر سا نذرانۂ عقیدت پیش ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ دربار رسالت کے اس مبارک اور لطیف سفر میں اس سراپا نسیان وعصیان کا ساتھ دیں، اور میرے قدم بقدم انہی

---

[5] - ورواه النسائي في السنن الكبرى برقم (11296) من طريق بندار، عن غندر، عن شعبة، عن سلمة بن كهيل بنحوه.

[6] - تفسير القرآن العظيم ج ٥ ص ١٠٨ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

جذبات واحساسات کے ساتھ سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کے آستانۂ عالیہ تک رسائی حاصل کریں، جن کے تحت یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، ۔۔۔کتاب میں کوئی فروگذاشت محسوس ہو تو تنقید کے بجائے بغرض اصلاح حقیر مرتب کو اس سے مطلع فرمائیں،فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔

اختر امام عادل قاسمی

خادم جامعہ ربانی منوروا شریف

☆٢٦ / ذی قعدہ ؁١۴٣٦ھ مطابق ١١ / ستمبر ؁٢٠١٥ء بروز جمعہ

باب اول

اسوۂ انسانیت

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

(الاحزاب: ۲۱)

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ان لوگوں کے لئے بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اور ذکر الٰہی بکثرت کرتے ہیں۔

مطالعۂ سیرت کے مقاصد

(تعلیمات نبوت کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بہت سے پاکیزہ نفوس دنیا میں بھیجے، جنہوں نے اپنی زندگیاں رضائے الٰہی کی جستجو، افراد سازی، اور اعلاء کلمتہ الحق کے لئے وقف کردیں، اور تادم واپسیں انہوں نے حق کا بول بالا کرنے کی امکانی کوششیں کیں، انہیں پاکیزہ ہستیوں کی ایک آخری اور سب سے خوبصورت و مضبوط کڑی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، جو ایسے وقت دنیا میں تشریف لائے، جب کفر اپنی تمام تر سیاہ بختیوں کے ساتھ پورے آفاق عالم پر چھایا ہوا تھا، اور باطل کی سرکش موجیں سابقہ تمام انبیاء کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہی تھیں،.... مگر حضور ﷺ نے تن تنہا باطل طاقتوں کا مقابلہ کیا، اور اپنی حکمت عملی سے بہت تھوڑی مدت میں کفر و شرک کی تاریکیاں دور کردیں، اور شیطان حجاز سے مایوس ہوکر رخصت ہوگیا۔

ماضی ہمارا سرمایہ ہے

آج حضور ﷺ کی زندگی کا ایک ایک نقش، اور آپ ﷺ کی سیرت پاک سے وابستہ یادیں ہماری زندگی کے لئے بیش بہا سرمایے کی حیثیت رکھتی ہیں، جن کے تصور ہی سے مومن کو وہ حقیقی روشنی میسر ہوتی ہے، جس کو باطل کے ہزار جھونکے بھی گل نہیں کرسکتے، مگر یہ بھی ایک

تلخ حقیقت ہے کہ ہم نے سیرت کی کتابوں کی ورق گردانی سے سوائے واقعات کی لذت کے اور کیا حاصل کیا ہے؟ حضور ﷺ کے سوانحی نقوش نے ہماری زندگیوں میں کیا انقلابات برپا کئے؟ اور کیا آج غیر تو غیر خود مسلمانوں کی نگاہ میں بھی پیغمبر انقلاب کی پوری زندگی تاریخ کے اوراق گم گشتہ اور قصۂ ماضی سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟ ......یقیناً یہ امر قابل صد تحسین ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی مسلمان اپنے نبی ﷺ کی یاد کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، اور زمانہ کی گردشیں اور حالات کے ہزار انقلابات بھی نبی ﷺ کی یادیں ان کے دل کے نہاں خانوں سے محو نہیں کر سکے، ...... البتہ یہاں افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ دوسروں کی طرح ہم نے بھی ماضی کے واقعات کو محض واقعات اور تاریخی قصوں کی حیثیت سے پڑھنا شروع کر دیا ہے، ہماری نگاہ میں بھی ماضی پچھلوں کی چند پارینہ داستانوں کا نام بن گیا ہے، ہم ماضی کی طرف نگاہ ضرور اٹھاتے ہیں، مگر مستقبل میں روشنی کے لئے نہیں، بلکہ تاریخی لطف لینے کے لئے، اوراق گزشتہ کو گردش دیتے ہیں، مگر انقلاب کا درس پانے کے لئے نہیں بلکہ صرف تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے ......حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ماضی ہمارے لئے بحیثیت ماضی قطعاً مفید نہیں، ماضی سے ہماری دلچسپیاں تاریخ کی بنا پر نہیں ہیں، بلکہ ماضی ہماری کوتاہیوں اور اچھائیوں کی فہرست پیش کرتا ہے، ہماری ترقیات کے راستے روشن کرتا ہے، خاکستر میں دبی چنگاریوں کو بیدار کرتا ہے، قرآن کے مطالعہ سے تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے، قرآن

کے صفحات تاریخی واقعات سے لبریز ہیں، مگر قرآن نے کبھی ان واقعات کے بیان کرنے میں تاریخی نزاکتوں کا لحاظ نہیں رکھا، بلکہ محض عبرت و نصیحت کے لئے پیش کیا ہے، اور بار بار ایمان و احساس سے سرشار دلوں کو چونکا دیا ہے۔ ☆ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ [7]

ترجمہ: پس عبرت حاصل کرو اے نگاہ والو!

☆فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ [8]

ترجمہ: کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک مومن قرآن کی نگاہ سے واقعاتِ ماضی کا مطالعہ نہیں کریگا اس وقت تک نہ وہ صحیح معنی میں تاریخ کا محقق کہلا سکتا ہے، اور نہ تاریخ سے اسے کوئی خاطر خواہ نفع مل سکتا ہے۔

؎ میں کہ میری نوا میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام زندگی کھوئے ہوؤں کی جستجو

ماضی میں اس درجہ فنا کہ مستقبل کا ہر قدم ماضی کی تلخیوں سے محتاط اور اس کی خوشگواریوں سے بہرہ ور ہو، یہ نگاہِ عبرت کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اور اس سے بے نیاز ہوکر جتنی بھی کوششیں کی جائیں گی وہ سب ناکام و نامراد ثابت ہونگی، اس لئے کہ وہ

---

[7] - الحشر :2

[8] - القمر :15

خونِ جگر کی آمیزش سے محروم ہوگی اور خونِ جگر کی پیدائش نگاہِ عبرت ہی کے راستے سے ہو سکتی ہے۔

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

فکر امت

کیا ہم نے کبھی غور کیا؟ کہ روایات میں صحابہ کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر غمگین اور متفکر نظر آتے تھے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الاحزان دائم الفکرۃ لیست لہ راحۃ۔[9]

ترجمہ: آپ برابر مغموم رہتے تھے، کسی وقت آپ کو چین نہ تھا۔

کیا آج نبی کے متوالوں نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے اس رنج و غم پر بھی غور کیا؟ جس پر خود ربِ العالمین پکار اٹھا تھا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا[10]

ترجمہ: اے نبی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کے پیچھے رنج و غم میں اپنی جان کھو دیں گے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں"

---

[9] - **عیون الأثر ج ۲ ص ۴۱۴ المؤلف : محمد بن عبد اللہ بن یحي بن سید الناس (المتوفی : 734ھـ)**

[10] - **الکہف:٦**

یہ حزن و غم، کرب و تڑپ جو قرآن و حدیث کے مطابق آپ کے دلِ بے تاب کے اندر تھا، اپنی امت کے ساتھ بے پناہ محبت و شفقت کی بناپر تھا، آپ جب انسانوں کی زبوں حالی کا مشاہدہ فرماتے تھے، تو پریشان اور بے چین ہوجاتے تھے، قرآن مجید انسانوں میں حضور ﷺ جیسے مشفق و مہربان پیغمبر کے بھیجے جانے پر احسان جتانے کے انداز میں حضور ﷺ کی اندرونی کیفیت کا نقشہ اس طرح کھینچتاہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ -[11]

ترجمہ: تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک ایسا رسول آیاہے، جس پر وہ چیز شاق گزرتی ہے جو تمہیں نقصان پہونچانے والی ہو، جو تمہاری فلاح کا حریص ہے، اور اہل ایمان کے ساتھ نہایت شفیق و رحیم ہے"

آپؐ کی یہ شفقت و رحمت کسی مخصوص قوم کے لئے نہ تھی بلکہ سارے جہان کے لئے تھی، قرآن کہتاہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ[12]

ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے"

---

[11] ۔ التوبۃ **128**

[12] ۔ الانبیا ء: 107

یہی شفقت و رحمت اور کرب و بے چینی تھی جو حضور ﷺ کے ساتھ زندگی کے آخری لمحات تک رہی، کبھی آپ کا یہ درد اس درجہ سوا ہو جاتا تھا کہ خود رب العالمین روح الامین کو مزاج پرسی کے لئے بھیجتے تھے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِىَّ –صلى الله عليه وسلم– تَلاَ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِى إِبْرَاهِيمَ (رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِى فَإِنَّهُ مِنِّى) الآيَةَ.وَقَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ (إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ « اللَّهُمَّ أُمَّتِى أُمَّتِى ». وَبَكَى فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيكَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ – عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ – فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– بِمَا قَالَ. وَهُوَ أَعْلَمُ. فَقَالَ اللَّهُ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِى أُمَّتِكَ وَلاَ نَسُوءُكَ.[13]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم ؑ سے متعلق یہ آیات تلاوت فرمائیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: پروردگار انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے، ان میں جو لوگ میری اتباع کریں گے وہ میری جماعت کے آدمی ہیں، پھر حضرت عیسی ؑ کی یہ دعا پڑھی جس کو قرآن نے نقل کیا ہے: پروردگار اگر آپ

---

[13] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ١ ص ١٣٢ حديث نمبر : ٥٢٠
المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري

ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں ، اور اگر آپ معاف کر دیں تو آپ غالب حکمت والے ہیں ، ۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنی امت کے لئے دعا فرمائی اور آپ پر گریہ طاری ہو گیا، اللہ پاک نے جبریل سے کہا کہ جا کر محمد (ﷺ) سے پوچھو-جبکہ اللہ کو ہر چیز کی پوری خبر ہے- کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ ، جبریل نے آکر دریافت حال کیا اور رب العالمین کے حضور اس کی رپورٹ پیش کی ، تو اللہ پاک نے جبریل سے فرمایا، جاؤ محمد (ﷺ) سے کہو کہ ہم آپ کو اپنی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور آپ کو ناگوار نہیں گذرے گا۔

آپ امت کے لئے اس قدر فکر مند رہتے تھے کہ اکثر اپنے پروردگار سے اسی کے بندوں کی فلاح و بہبود کے لئے دعائیں مانگتے تھے، اور اس تڑپ کے ساتھ کہ گویا خلق خدا کی کامیابی خود ان کی کامیابی تھی، اور وہ ان کی اپنی ذاتی ضرورت سے بھی بڑھ کر تھی، قرآن حضور ﷺ کی اس کیفیت کی تعبیر اس طرح کرتا ہے:۔

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۔ [14]

ترجمہ: پیغمبر مؤ منوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ گہرا ربط رکھتے ہیں، اور ان کی بیویاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

نبی ﷺ نے کبھی خود اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا، ۔۔۔ اپنے ہاتھ سے ایک بار کے سوا کسی پر تلوار یا نیزہ نہیں چلایا، ۔۔۔ سخت خوں ریزی کے

---

[14] ۔ **الاحزاب : ٦**

وقت بھی بیچاروں، بے کسوں، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا۔۔۔ ایک شخص کے بے قصور قتل کئے جانے پر اس قدر بے چین ہوئے کہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر فریاد کرنے لگے کہ اے اللہ! میں اس قتل سے بری ہوں، ۔۔۔

ٹھیک ایسے وقت جبکہ طائف کے سرکشوں نے آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا تھا، آپ کی توہین و تذلیل میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی، پہاڑوں کے فرشتے خدمت اقدس میں حاضر تھے، اور اجازت کے آرزو مند تھے کہ ان ظالموں کو دونوں پہاڑوں کے درمیان مسل کر رکھدیں، مگر نبی رحمۃ اللعالمین نے ظالموں کے قصور کو معاف کر دیا اور فرمایا:۔

اللهم اغفر لقومي فإنهم لا يعلمون [15]

ترجمہ: اے اللہ تو میری قوم کو معاف فرما کیوں کہ یہ جانتی نہیں ہے"

امت کے اعمال نبی پر پیش ہوتے ہیں

حضور ﷺ کا یہ کرب و ملال زندگی کے بعد بھی قائم ہے، اس لئے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کے اعمال انبیاء پر پیش ہوتے ہیں، جب وہ اچھا عمل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، اور کوئی برا عمل

---

[15] - الجامع الصحيح المختصر ج ٣ ص ١٢٨٢ حدیث نمبر: ٣٢٩٠ المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي -

سامنے آتا ہے تو انہیں دکھ پہونچتا ہے، حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ:

قال {صلى الله عليه وسلم} تعرض الأعمال يوم الاثنين و يوم الخميس على الله تعالى و تعرض على الأنبياء وعلى الآباء والأمهات يوم الجمعة فيفرحون بحسناهم و يزدادون و جوههم بيضا و نزهة فاتقوا الله ولا تؤذوا موتاكم[16]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال اتوار اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ پر پیش ہوتے ہیں، اور انبیاء اور ماں باپ پر جمعہ کے دن پیش ہوتے ہیں، نیکیوں سے وہ خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے کی رونق بڑھ جاتی ہے، پس اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو تکلیف نہ پہونچاؤ۔

ایک روایت میں خود حضور ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جانے کا بھی ذکر ہے:

عن أبى ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم :

---

[16] -: جامع الأحاديث ج ١١ ص ٢٩٢ المؤلف : السُّيوطي، جلال الدين (849 – 911 هـ، 1445 – 1505م). : كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج ١٦ص ٤٦٩حدیث نمبر:٤٥٤٩٠ المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)المحقق : بكري حياني – صفوة السقا -نوادر الأصول فى أحاديث الرسول ج ٢ ص ١٥٦ المؤلف / محمد بن علي بن الحسن أبو عبد الله الحكيم الترمذي ⋆ بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية و شريعة نبوية في سيرة أحمدية ج ٣ ص ٣٨٦ المؤلف : أبو سعيد محمد بن محمد الخادمي (المتوفى : 1156هـ)

عرضت على أعمال أمتى حسنها وسيئها فوجدت في محاسن أعمالها أن الأذى يماط عن الطريق ووجدت في مساوىء أعمالها النخاعة في المسجد لا تدفن قال الشيخ الألباني : صحيح [17]

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے گئے، اچھے اعمال جیسے گندگی کو راستے سے ہٹانا، اور برے اعمال جیسے مسجد میں تھوکنا جس کو دفن نہ کیا جائے،

ہماری سرد مہری

مگر ہماری سرد مہری کس قدر المناک ہے کہ جس دین کی اشاعت و سربلندی کے لئے نبی ﷺ اس قدر بے چین رہے، ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں، رات کی نیند اور دن کا آرام چھوڑا، آج ہم اسی دین سے بے نیاز بیٹھے ہیں، آج وہی کرب اور احساس زیاں ہمارے اندر سے مفقود ہے، صحابہؓ کرام جن کو حضور ﷺ کے کرب و غم کا صحیح احساس تھا، انہوں نے حضور ﷺ کے نقش قدم پر زندگی گزاردی، جدید سے جدید، اور مخالف سے مخالف ماحول میں بھی انہوں نے طریق محمدی سے انحراف نہ کیا، اپنے ہر آرام وچین کو بالائے طاق رکھکر پیغمبر ﷺ کے دین کو سینے سے لگائے دنیا کے چپے چپے

---

[17] - الأدب المفرد ج ١ ص ٩٠ حدیث نمبر : ٢٣٠ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار البشائر الإسلامية – بيروت الطبعة الثالثة ، 1409 – 1989 تحقيق : محمد فؤاد عبدالباقي عدد الأجزاء : 1 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها)

میں پھرتے رہے۔

ے دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑادیئے گھوڑے ہم نے

مگر یہ روایتی حزن و غم، اور جذبۂ انقلاب جو ہماراموروثی ترکہ ہے، رسم و راہ کی نذر ہوکر رہ گیاہے۔

ے رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

ایک وقت تھا کہ جب یہی صدائے لاالہ کی گونج صحراء و بیابان میں ہوجاتی تھی، تو بنجر زمینوں اورسوکھی پتیوں میں بھی زندگی وتازگی کی رمق دوڑجاتی تھی، اور جب یہی آواز کسی آبادی میں اٹھتی، تو انقلاب آجاتاتھا، ہلچل مچ جاتی تھی، مسجد نبوی میں مؤذن رسول حضرت بلال ؓ کی ایک اذان پرپورے مدینہ میں کہرام مچ گئی تھی، اورپوری فضا آہ وبکااور نالۂ وشیون سے بھر گئی تھی، [18]

---

[18] - تاريخ دمشق ج ٧ ص ١٣٧ المؤلف : أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى : 571هـ) : مختصر تاريخ دمشق ج ٢ ص ٢٠٨ المؤلف : محمد بن مكرم بن منظور الأفريقي المصري (المتوفى : 711هـ) ٭ تاريخ مكة المشرفة و المسجد الحرام و المدينة الشريفة و القبر الشريف ج ١ ص ١٧٢ المؤلف : أبو البقاء محمد بن أحمد بن محمد بن الضياء المكي (المتوفى : 854هـ)

مگر آج نہ معلوم ہم کتنی بار مسجدوں کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدائیں سنتے ہیں، اور ہمارے دل کی دھڑکنوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، ذہن و دماغ میں کوئی ہلچل نہیں اٹھتی، کیا اقبال ؒ نے ہماری اسی سرد مہری پر ضرب لگانے کے لئے درست نہیں کہا تھا؟

ے
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

آخر یہ سب کچھ کیوں ہوگیا؟ قرآن موجود ہے، سیرت و حدیث کی کتابیں بھی موجود ہیں، اسلامی تاریخ کے ذخائر بھی میسر ہیں، پھر آج مسلمان وہ مسلمان کیوں نہ رہے جو پہلے ہوا کرتے تھے، آج بھی وہی خدا ہے جو ہمارے اسلاف کے عہد تاباں میں تھا، پھر ہماری وہ عظمتیں کہاں چلی گئیں؟ جو ہمارے اکابر نے بڑی محنتوں سے حاصل کی تھیں، ہماری وہ توانائیاں اور طاقتیں کہاں کھو گئیں، جو اقوامِ عالم کے لئے باعث صدر شک بن گئی تھیں، اور ہماری قسمت کا آفتاب کیوں غروب ہوگیا؟ جو ابھی کچھ ہی دنوں قبل ٹھیک نصف النہار پر تھا، آج خدا کی مدد ہمیں کیوں نہیں مل رہی ہے؟ جس نے ہمارے بزرگوں کو عزت و اقبال سے نوازا، کرم الٰہی میں کمی نہیں ہماری طلب میں کمی ہے:

ے
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

تمہاری عزت و عظمت کا راز، تمہارے علم و فن، دولت و مال اور

صنعت و حرفت میں نہیں، بلکہ اس جوش جنوں اور جذبۂ انقلاب، اور سوز و تڑپ میں تھا، جو قرآن کی ایک ایک سطر سے عیاں ہیں، اور جس کو تمہارے نبی، اور نبی کے پروانوں نے اپنے دلوں میں اوردلوں سے اپنی متحرک زندگیوں میں سمو لیاتھا، مگر آج تم اسی جوہر بیش بہا، اور درّ گراں مایہ سے محروم ہو۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

حضور ﷺ کی سیرت کے مطالعہ کا مطلب صرف اور صرف آپ کے ساتھ حق وفا اداکرنا ہے، ورنہ سیرت برائے تاریخ مقصود ہو تو ہم سے بہت زیادہ مستشرقین یورپ نے حضور ﷺ کی زندگی کا تاریخی، تحقیقی اورتنقیدی، مطالعہ کیاہے، مگراس مطالعہ سے سوائے تاریخی لطف کے کیا حاصل ہوسکتاہے؟ ایک سچے مسلمان کی نگاہ سیرت کےابواب پر صرف اس لئے جانی چاہئے کہ حضور ﷺ جس رنج و غم میں گھلتے رہے، اور جس دین کی اشاعت وبقا کے لئے بے چین رہے، ہم اس مشن کو لیکر آگے بڑھیں، اورحضور ﷺ کی ذات اقدس پر سلامِ محبت کی ڈالیاں بھیجتے ہوئے دنیاکو ایک بار پھر اس کا بھولاہوا سبق یاد دلائیں، پھر مسلمان دیکھیں گے کہ ان پر فتوحات کے کیسے دروازے کھلتے ہیں اور رب کریم اپنی رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ کس طرح ان پر نزول فرماتے ہیں؟

ے کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز کیا لوح و قلم تیرے ہیں

باب دوم

عالمی نبوت

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ
أَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُونَ (السبا۲۸–)

ہم نے آپ کو ساری انسانیت کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

بین الاقوامی پیغمبر

حضور رسول رب العالمین ﷺ سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں، آپؐ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر آئے، مگر ان انبیاء کی سیرتوں اور تعلیمات میں یکگونہ محدودیت ہے، الگ الگ خطوں اور قبیلوں کیلئے الگ الگ پیغمبر آئے، بعض مرتبہ تو ایسا بھی ہوا کہ ایک ساتھ کئی پیغمبروں نے مل کر تبلیغ رسالت کا کام کیا، سب محدود وقتوں کیلئے آئے، محدود احکام و نظریات لیکر آئے..... گزشتہ پیغمبروں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کی تعلیمات اس کے عہد کے بعد بھی پوری طرح زندہ رہی ہوں، جو اپنے خطہ کے علاوہ دوسرے خطوں کے انسانوں کیلئے بھی مشعل راہ بنا ہو اور جس کی سیرت میں ایسی جامعیت اور ایسی رنگارنگی ہو کہ کوئی دور اور کوئی علاقہ اس سے بے نیاز نہ ہو، یہ خصوصیت حاصل ہے تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، یہود و نصاریٰ اپنے مذہبی نظریات کو لے کر زندہ ہیں مگر خود وہ نظریات نہ زندہ ہیں نہ محفوظ، نہ کامل ہیں نہ جامع، جن لوگوں نے مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں ہر دور کے تمام تقاضوں کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

حضور ﷺ کے سوا کسی کی نبوت عالمی نہیں

حضور ﷺ سے قبل بہت سے پیغمبر آئے، ان میں بہت سے جلیل القدر پیغمبر بھی تھے، مگر ان میں سے کوئی بھی نہیں تھا جو ساری دنیا کیلئے پیغمبر رحمت بن کر آیا ہو، بلاشبہ قافلۂ نبوت کا ہر فرد اپنی جگہ پر

سراپا رحمت تھا، اور ان کا وجود نوع انسانی کیلئے بہت بڑی نعمت تھا، لیکن ان میں سے ہر ایک کا دائرہ محدود تھا، مختلف خطوں، قبیلوں اور جماعتوں کیلئے وہ مبعوث ہوئے تھے، اور جس جماعت کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی انہوں نے بحسن وخوبی اس کو انجام دیا، اسی لئے حضور ﷺ کے سوا کسی پیغمبر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں ساری دنیا کیلئے پیغام رحمت ونبوت لے کر آیا ہوں، اور میرے مخاطب کوئی ایک جماعت یا قبیلہ کے لوگ نہیں، بلکہ دنیا کے تمام انسان ہیں، ۔۔۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام پیغمبروں نے اپنے آپ کو انہیں جماعتوں اور قبائل میں محدود رکھا جن کی طرف ان کو بھیجا گیا تھا، اسی لئے ان میں سے کسی کی نبوت عالمی نہیں ہے۔

حضرت موسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے پیغمبر

مثلاً حضرت موسیٰؑ بہت جلیل القدر پیغمبر ہیں، اور قرآن پاک میں پیغمبروں میں سب سے زیادہ انہیں کا تذکرہ آیا ہے، قرآن تو خیر کہتا ہی ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے، خود بائبل میں بھی ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام تر جدوجہد کا مرکز بنی اسرائیل کی قوم تھی، ان کے سوا دوسری اقوامِ عالم سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا، بائبل کے کتاب خروج باب سوم سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقینا دیکھی جو

خراج کے محصلوں کے سبب سے ہے، اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں"۔ (فقرہ: ۷)

اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے، کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرضیوں اور حویوں اور بیوسیوں کی جگہ میں لاؤں۔ (۸)

اب دیکھو بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھے ہیں۔ (۹)

بس اب تو جا، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل میں ہیں مصر سے نکال۔ (۱۰)

کتاب استثناء جو حضرت موسیٰ کی پانچویں اور آخری کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ "موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت عطا فرمائی جو کہ یعقوب کی جماعت کی میراث ہو۔[19]

مذکورہ تمام اقتباسات یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے، اسی طرح یہ بھی ایک مسلمہ حقیت ہے کہ حضرت موسیٰؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے پیغمبر آئے وہ تمام صرف بنی اسرائیل کیلئے ہی آئے۔

---

[19]۔ باب: ۲۲درس: ۴: بحوالہ رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان منصور پوریؒ ص: ۸۲، ج۳

حضرت عیسیٰؑ بھی اسرائیلی پیغمبر

حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سب سے آخری اور جلیل القدر پیغمبر حضرت عیسیٰؑ ہیں، انجیل کی شہادت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی صرف بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے، دنیا کے دیگر انسانوں سے انہیں کوئی واسطہ نہیں تھا، انہوں نے پوری زندگی اسرائیلوں ہی کی خاطر جدوجہد فرمائی۔

انجیل متی کے باب(۱۵) میں ہے کہ

"ایک کنعانی عورت (جو اسرائیلی نہیں تھی) حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس آئی کہ حضور! اپنی معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو صحت یاب کر دیں، حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا "میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ..... پھر بھی وہ آئی اور انہیں سجدہ کرکے کہا اے خداوند! میری مدد کر۔ حضرت مسیحؑ نے جواب دیا کہ مناسب نہیں کہ میں اپنے فرزندوں کی خوراک کتوں کے آگے ڈال دوں۔ (فقرہ:۲۴-۲۵-۲۶)

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے، اس لئے وہ اسرائیلیوں کو اپنا فرزند اور دیگر اقوام عالم کو کتوں سے تشبیہ دیتے ہیں، حضرت عیسیٰؑ کا معجزۂ شفا بلا شبہ ایک بہت بڑی رحمت الٰہی تھا، مگر یہ صرف بنی اسرائیل کو فائدہ پہونچا سکتا

تھا، دوسری قوم کی بیمار بیٹیوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ(۱۲) شاگردوں کو تبلیغ کیلئے روانہ فرمایا تو ان کو نصیحت کی کہ:

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا، اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا" (باب:۵-فقرہ:۱۰)

بدھ مذہب کا حال

صرف انبیاء بنی اسرائیل ہی نہیں، دنیا کے کسی بھی مذہب میں ساری انسانیت کیلئے پیغام نہیں ملتا، بدھ مت کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ اس میں تبلیغ کا عام تصور تھا، لیکن بدھ مذہب کی صدیوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے ہندوجاتی کے سوا کبھی اپنے عروج کے زمانہ میں بھی کسی دوسری قوم تک تبلیغ نہیں کی، اور نہ کسی غیر مذہب، اسرائیلی، بابلی، مصری، حجازی اور مغربی شخص کو اپنے مذہب میں داخل کیا، تاریخ کا یہ تعامل ایک زبردست شہادت ہے کہ بدھ ازم کا دائرہ کار محدود رقبہ اور محدود قوم کیلئے تھا۔[20]

ویدمت

اب "ویدمت" کو لیجئے، ویدمت کے عروج کا زمانہ مہابھارت کی جنگ سے پیشتر کا ہے، وید اور چھ(٦) شاستر اور منوسمرتی خاموش ہیں کہ

---

[20] ۔ رحمۃ للعالمین، ص:۸۳، ج:۳

ویدمت کو کبھی تبلیغی مذہب بتایا گیا ہو، یا کسی دوسری قوم میں اس کی تبلیغ کی گئی ہو۔

منوجی مہاراج کی سمرتی کو آریہ اور سناتنی صاحبان بالاتفاق سند تسلیم کرتے ہیں، اس سمرتی میں تمام آبادی کو چار ورنوں میں تقسیم کیا گیا ہے، اور تحصیل علم وفضل، اور وید پڑھنے کا کام صرف برہمن ورن کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ تقسیم اور حدبندی بتاتی ہے کہ منوجی مہاراج اور ان کے ماتحت رشیوں نے جو مذکورہ سمرتی کو سیکھنے کیلئے جمع ہوئے تھے ویدمت کو کبھی تبلیغی مت نہیں قرار دیا تھا۔[21]

جب دنیا کے بڑے مذاہب کی محدودیت کا یہ عالم ہے تو چھوٹے مذاہب کا کیا پوچھنا۔

ایک تاریخی تعامل

یہاں پر یہ تاریخی تعامل بھی کافی حد تک قابل غور ہے کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا، روما کے کلیسا نے پطرس کا جانشین یعنی مسیحی برکات کا مخزن کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔ ہندو قوم میں کبھی کوئی یہودی یا عیسائی یا مغربی نسل کا شخص رشی یا مہا رشی بلکہ کسی مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔ جبکہ مسلمانوں کے یہاں ایسی کوئی

---

[21] ۔ رحمۃ للعالمین، ص: ۸۴، ج: ۳

قید نہیں ہے۔[22]

یہ تاریخی تجربے ثابت کرتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب کے قائدین محدود رقبے اور محدود اقوام کیلئے آئے، کوئی نہیں جو ساری دنیا کیلئے بلا امتیاز رنگ ونسل اور بلا تفریق خطہ وقوم آیا ہو، کوئی نہیں جس نے ساری دنیا کے انسانوں سے یکساں پیار کیا ہو، جس نے ہر طبقہ کے لوگوں کو سینہ سے لگایا ہو۔

رحمۃ للعالمین ﷺ آفاقی تناظر میں

اگر کوئی ایسی شخصیت تاریخ انسانی میں ہے تو صرف اور صرف ہمارے حضور ﷺ کی ہے، اس لئے آپؐ کے سوا کوئی دوسرا رحمۃ للعالمین بھی نہیں ہے، قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس حقیقت کی ترجمانی ہے، اس لئے ان ہی کے الفاظ میں:

"رحمۃ للعالمین وہ ہے:

☆ جو یہودیوں کی طرح نذرومنت کی قبولیت کے واسطے بنی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا"۔

☆ کاتھلوں کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کرتا۔

☆جو روح کو سورگ یا نرک میں ڈھکیل دینے کی طاقت صرف

---

[22] ۔ رحمۃ للعالمین ص:۸۴، ج:۳

برہمنوں کو ہی کو عطا نہیں کرتا۔

☆جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہراتا۔

☆جو نسل واحد کے افراد ہی کو خدا کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔

☆جو یہودیوں، عیسائیوں، زردشتوں، برہمنوں، جینیوں اور لاماؤں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت وافضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔ ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے یہاں رنگ ونسل، ذات پات اور امیر وغریب کی کوئی تمیز نہیں، جس کے دربار میں عداس نینوائی، بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی، ضماد ازدی، طفیل دوسی، ذوالکلام حمیری، عدی طائی، اثامہ نجدی، ابوسفیان اموی، ابوذر غفاری، ابو عامر اشعری، کرز فہری، ابوحارث مصطلقی اور سراقہ مدلجی پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں، دنیا کے کسی دربار میں اتنی قوموں اور اتنے سرداروں کا خوبصورت اجتماع نظر نہیں آتا، یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم کا حق وکالت ادا کررہاہے، اور ہر شخص اپنے اپنے دامان دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہاہے، اور اپنے مشام جان کو ان سے معطر کررہاہے۔

اسی دربار میں عثمان وطلحہ بھی موجود ہیں جو کعبہ کا کلید بردار ہونے کی وجہ سے حجازی قوموں میں اسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتاتھا، جو

عزت کلیسا کے روما کے مسند نشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔

اسی دربار میں عبداللہ ابن سلامؓ بھی موجود ہیں، نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھئے تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوۃ والسلام تک پہونچتا ہے، قومی وجاہت پر نظر ڈالئے تو یہودان بنو قریضہ، بنو قینقاع، بنو نظیر، خیبر اور فدک کا بچہ بچہ انہیں خیرنا وابن خیرنا (ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے فرزند) کہہ کر یاد کرتے ہے، فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا یہ عالم ہے کہ یہود کے علماء واحبار بھی ان کو سیدنا وابن سیدنا (ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے) کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی بزرگ دربار محمد ﷺ میں بیٹھے ہیں اور دل ہی دل میں خوش ہورہے ہیں کہ۔

ع تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اسی دربار میں صرمہ بن انسؓ بھی حاضر ہے، پچھلی آسمانی کتابوں کا زبردست عالم ہے، سوریا اور یروشلم کے کئی سفر کرچکا ہے، توراۃ وانجیل کو قدیم زبانوں میں پڑھ رہا ہے، دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے، اور دربار حبش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے، حجازی عیسائیوں کا گویا سب سے بڑا بشپ یہی ہے، اب وہی ما المسیح ابن مریم الا الرسول (یعنی مسیح تو صرف رسول خدا تھے نہ کہ فرزند خدا) بار بار پڑھ رہا ہے، اور توحید خالص کی لذت میں غرق ہے۔

اسی دربار میں سلمانؓ بھی موجود ہے، فارس کے بڑے زمین دار کا اکلوتا بیٹا ہے جو زرتشی مذہب چھوڑکر کاتھولیکی عیسائی بنا، پھر اطمینان قلب نہ پا کر دین حق کی طلب میں ایران، شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہونچا، اب تو دل وجان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کرچکا ہے، کوئی شخص ان سے باپ دادا کانام پوچھتا ہے تو فرمادیتے ہیں سلمان بن اسلام بن اسلام بن اسلام، اسی طرح ستر (۷۰) بار کہتے چلے جاؤ۔

اسی دربار میں خالد ابن ولیدؓ بھی حاضر ہے، کفر وشرک کی حمایت میں اپنی شجاعت ومردانگی کے جوہر دکھاچکا ہے، احد میں اسلامی لشکر کو شکست فاش دے چکا ہے، نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس کے اندرفتح وغلبہ کاغرور پیدا ہوجاتا، لیکن رحمت عالم کی خاکساری نے اس فاتح کے دل کو بھی فتح کرلیا ہے وہ خود ہی کھچا کھچا آیا ہے اور لات وعزی کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کررہاہے۔

اسی دربار میں ذوالبجادینؓ بھی موجود ہے، جو گھربار، اہل وعیال سب چھوڑکرآیاہے، کمبل کا تہ بند، کمبل کاکرتہ، جس پر ببول کے کانٹوں سے بخیہ گری کی گئی ہے، زیب تن ہے، فرط شوق اور جوش انبساط معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہ کج کلاہ سے بھی اپنے کو برتر سمجھ رہاہے۔[23]

---

[23] ۔ رحمۃ للعالمین، ص:۳۱۶تا۳۱۸، ج:۲

حضور ﷺ کی آفاقیت نظام فطرت کی روشنی میں

غور کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ گویا نبوت ایک چھوٹے سے نقطے سے شروع ہوئی اور عہد بہ عہد انسانی عروج اور تمدنی ضروریات کے لحاظ سے پھیلتی گئی اور یہ بڑھتے بڑھتے خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر تمام ہو گئی اور ایسا ہونا فطری تھا۔ اس لئے کہ رسول، خدا کی طرف سے آتا ہے جو رب العالمین ہے، سارے جہان کا پروردگار ہے، جس کی نعمتیں ہر ایک کیلئے عام ہیں، جو محدود نہیں لا محدود ہیں، جس کی ذات ہماری سوچ وفکر سے بھی بالاتر ہے، وہ کسی خاص خطہ یا قبیلہ و قوم کا پروردگار نہیں، وہ سارے جہاں کا پالنہار ہے، اس بنا پر ضرورت تھی کہ اس کی طرف سے کوئی ایسا رسول بھی آئے جو کسی خاص خطہ یا قوم تک محدود نہ ہو، بلکہ وہ ساری انسانیت کا پیغمبر ہو ..... وہ اگر رب اللعالمین ہے تو اس کا رسول رحمۃ للعالمین ہو..... خدا تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا تو اس کی ضرورتوں کے سامان بھی پیدا کیئے، ہر دور اور ہر علاقہ میں جیسی ضرورت تھی اس کے مطابق سامان پیدا کیئے، عام ضروریات کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے بعض چیزیں محدود طور پر پیدا کیں تو بعض غیر محدود طور پر، انسان کو فرش کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک طرف ہر انسان کو الگ الگ مخصوص فرش دیئے جو وہ اپنے گھر میں استعمال کرتا ہے، تو دوسری طرف ایک ایسا وسیع فرش زمین بھی ان کے لئے پیدا کیا جو تمام انسانوں کیلئے عام ہے، اس میں کسی خطہ وقبیلہ کا امتیاز نہیں، انسانوں کے تمام چھوٹے چھوٹے فرش اسی فرشِ زمین پر بچھے ہوئے ہیں، اگر یہ فرش عام نہ

ہوتا تو چھوٹے چھوٹے فرشوں کے بچھنے کی بھی کوئی جگہ نہ ہوتی، قرآن نے کہا:

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا [24]

ترجمہ: اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنادیا،

وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ۔[25]

ترجمہ: اور زمین کو ہم نے فرش بنایا پس کتنا اچھا بچھایا۔

اسی طرح انسان کو چھت اور مکان کی ضرورت تھی جس کے سائے میں وہ اپنی زندگی کے شب وروز بسر کرے، اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں بھی اپنی اسی سنت پر عمل کیا کہ ایک طرف ہر انسان کو الگ الگ مکان اور چھت دیئے جس میں وہ اپنے خاندانوں اور اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہے، تو وہیں پروردگار نے آسمان کی وسیع پھیلی ہوئی چھت پیدا کی، جس میں کسی قبیلہ وقوم اور رنگ ونسل کی تمیز نہیں، اس کا سایہ سارے انسانوں پر پھیلا ہوا ہے، اگر دنیا کا یہ بڑا مکان اور آسمان کی پھیلی ہوئی چھت نہ ہو تو روئے زمین پر بنے ہوئے ہمارے چھوٹے چھوٹے مکانوں کا بھی کہیں ٹھکانہ نہ ہو۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَابِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۔[26]

---

[24] سورہ نوح:۱۹

[25] ۔ ذاریات:۴۸

[26] ۔ ذاریات:۴۷

ترجمہ: اور آسمان کی عمارت ہم نے ہاتھ سے بنائی اور ہم ہی اس کو وسعت دینے والے ہیں۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۔[27]

ترجمہ: اور بلند چھت (آسمان) کی قسم،

☆انسان کو پانی کی ضرورت تھی جس کو وہ خود پیئے، اپنے جانوروں کو پلائے، اپنی کھیتیاں سیراب کرے، اور اپنی دیگر ضروریات پوری کرے، اللہ نے اس ضرورت کی تکمیل کیلئے ایک طرف مختلف خطوں میں محدود طور پر ندی، نالے، اور تالاب پیدا کئے جس کے پانی سے علاقہ علاقہ کے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں، وہیں دوسری طرف انسان کی عمومی ضرورت کی تکمیل کیلئے ابرِ باراں اور بحرِ بیکراں کا بھی انتظام کیا جس پر کسی ایک قوم یا خطہ کی اجارہ داری نہیں، ان کی فیاضی ساری دنیا کیلئے عام ہے، وہ نہ کسی رنگ ونسل کو دیکھتے ہیں، اور نہ علاقہ وقوم کو، وہ روئے زمین کے ہر خطے پر برستے اور بہتے ہیں، جس کا جی چاہے فائدہ اٹھائے اور جس کا جی چاہے چھوڑدے،

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۔[28]

ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں سے پاک کرنے والا پانی اتارا،

---

[27] ۔ طور:۵

[28] ۔ فرقان: ۴۸

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ۔[29]

ترجمہ: اوردریائے شور کی قسم جولبریز ہے۔

☆اسی طرح انسان کو روشنی کی ضرورت تھی تاکہ روئے زمین پر چلے پھرے، مناظر قدرت کو دیکھے اور محظوظ ہو، اس کے لئے خدا نے ہر علاقہ کے لحاظ سے الگ الگ چراغ، مشعلیں اور برقی قمقمے پیدا کئے جن سے انسان محدود طور پر روشنی حاصل کرتا ہے، وہیں خالق کائنات نے وسیع سطح پر دن کیلئے سورج اور رات کے لئے چاند کو پیدا کیا جس کی فیاضیٔ نور کسی ایک خطہ وقوم کیلئے محدود نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کیلئے عام ہے۔

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ [30]

ترجمہ: اور آسمان میں خدا نے چاند کو بھی بنایا جو ایک نور ہے اور سورج کو بھی کہ وہ ایک روشن مشعل ہے۔

اسی طرح اگر انسان کی تمام ضروریات کا جائزہ لیا جائے تو ہم کو ان ضروریات کی تکمیل کرنے والے سامان دو سطحوں پر حرکت کرتے نظر آئیں گے، ایک خاص اور محدود سطح پر دوسرے عام اور غیر محدود سطح پر، اور خدا کی یہ سنت صرف مادّی اور دنیاوی ضروریات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دینی اور روحانی ضروریات کے باب میں بھی یہی دستور الٰہی

---

[29] - طور: ٦

[30] - نوح: ١٦

جاری ہے، ہدایت و رہنمائی بھی انسان کی دینی وروحانی ضرورت ہے، اس ضرورت کی تکمیل رب العالمین نے نبوت ورسالت کے ذریعہ فرمائی، اور اس کیلئے ایک طرف مختلف خطوں اور قوموں کے لحاظ سے الگ الگ پیغمبر بھیجے، جن سے مختلف قوموں اور قبائل نے الگ الگ استفادہ کیا اور دینی رہنمائی حاصل کی تو دوسری طرف سنت الٰہی کے مطابق ضرورت تھی کہ کوئی ایسا رسول بھی دنیا میں مبعوث ہو جو جغرافیہ اوررنگ و نسل کے تمام حدود سے بالاتر ہوکر ساری انسانیت کا پیغمبر اور تمام انس و جن کی عمومی ہدایت کے لئے کافی ہو۔

چنانچہ اسی ضرورت کی تکمیل رب العالمین نے رحمتہ للعالمین ﷺ کی شکل میں فرمائی، آپؐ کو تمام انس و جن کا پیغمبر بنایا اور رنگ ونسل اور علاقائیت و قومیت کے تمام امتیازات و تعصبات کا خاتمہ فرمایا، آپ ﷺ کسی ایک خطہ و قوم کیلئے نہیں آئے بلکہ قیامت تک ساری دنیا کے ہادی و پیغمبر بن کر تشریف لائے، اگر آپؐ نہ ہوتے تو چھوٹی چھوٹی نبوتوں کے چراغ بھی روشن نہ ہوتے۔

انسانیت سے پہلے پیغمبر انسانیت

اگر ہم ان چیزوں میں غور کریں جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی عمومی ضروریات کی تکمیل کیلئے وسیع تر سطح پر پیدا کیا، تو ہم کو نظر آئے گا کہ ان تمام چیزوں کی تخلیق انسانی تخلیق سے قبل ہی کردی گئی تھی،

آسمان ہو یا زمین، آب و گل ہو یا شمس وقمر، یہ تمام کے تمام انسان کی خلقت سے قبل ہی پیدا کر دیئے گئے تھے، ۔۔۔ ہدایت ورسالت کے باب میں بھی یہی سنت الٰہی جاری ہوئی ہے:

عن أبي هريرة قال قالوا : يا رسول الله متى وجبت لك النبوة ؟ قال وآدم بين الروح والجسد قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح غريب من حديث أبي هريرة لا نعرفه إلا من هذا الوجه وفي الباب عن ميسرة الفجرقال الشيخ الألباني : صحيح [31]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے سوال کیا: یا رسول اللہ! آپ کو نبوت کب ملی ؟تو فرمایا: اس وقت جب کہ آدمؑ ابھی روح اور جسم کے درمیان ہی تھے (یعنی ابھی وہ مرحلۂ تخلیق میں تھے)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنِّى عَبْدُ اللَّهِ فِى أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِى طِينَتِهِ ۔ [32]

---

[31] ۔ الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۵ ص ۵۸۵ حديث نمبر:۳۶۰۹ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي۔ * مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۴ ص ۶۶ حديث نمبر: ۱۶۶۷۴ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني ۔

[32] ۔ مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۲۸ حديث نمبر : ۱۷۲۰۳ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني۔ * المستدرك على الصحيحين ج ۲ ص ۶۵۶

ترجمہ: میں اللہ کے نزدیک خاتم النبین لکھ دیا گیا تھا جب کہ آدم ابھی خلقت کے مرحلے ہی میں تھے۔

انسانوں کی تخلیق سے قبل ہی ہادی عالم، رسول انسانیت، پیغمبر انس و جن ﷺ کو پیدا کر دیا گیا، اور اگرچہ بحیثیت بشر ابھی تک آپؐ وجود میں نہیں آئے تھے، اس لئے کہ ابھی ابوالبشر آدم ہی کا وجود نہیں ہوا تھا، مگر قالب بشری میں آنے سے قبل ہی آپؐ کو نبوت سے سرفراز کر دیا گیا اور انسان کی روحانی ضرورت کا سامان اس کی ضرورت سے قبل ہی کر دیا گیا۔

اس طرح حضرت آدمؑ کے بعد جن لوگوں کو نبوت ورسالت سے نوازا گیا وہ قومی پیغمبر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدمؑ کی تخلیق سے پہلے ہی نبوت دی گئی، اس لئے آپؐ بین الاقوامی اور عالمی پیغمبر بن کر آئے۔

عالمی نبوت کی شان

خالق کائنات کی ربوبیت کامل تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کامل، خدائے بزرگ وبرتر رب العالمین ہے تو اس کے محبوب پیغمبر

حدیث نمبر :المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري- مع الكتاب : تعليقات الذهبي في التلخيص : صحيح، * المعجم الكبير ج ۱۳ ص ۱۷۲ حدیث نمبر: ۱۵۰۳۴ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى : 360هـ)

رحمۃ للعالمین ہیں، خدا تمام اقوام عالم کا پروردگار ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقوامِ عالم کے پیغمبر ہیں، رنگ ونسل کی تفریق اور علاقہ وزبان کا امتیاز نہ وہاں ہے نہ یہاں۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔[33]

ترجمہ: اے پیغمبر! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے عالم کیلئے رحمت بناکر۔

اور رحمۃ اللعالمین کے ذریعہ قرآن کریم میں یہ اعلان فرمایا گیا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۔[34]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا، اور نسلوں اور قبیلوں میں تم کو اس لئے تقسیم کیا تاکہ تم آپس میں پہچانے جاؤ، ورنہ دراصل یہ تفریق کوئی ذریعۂ امتیاز نہیں، امتیاز وشرف اسی کیلئے ہے جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہو، بلاشبہ اللہ پاک جاننے والے اور خبر رکھنے والے ہیں۔

اسلام رنگ ونسل اور علاقہ وزبان کی اہمیت، خدائی نشانی کے طور پر تسلیم کرتا ہے مگر انہیں تفریق کی بنیاد نہیں بناتا۔

---

[33] ۔ الانبیاء:۱۰۷

[34] ۔ الحجرات:۱۳

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ ۔ [35]

ترجمہ: آسمان وزمین کی خلقت اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، بلاشبہ ان میں اہل علم کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ۔ [36]

ترجمہ: بیشک تمہاری جماعت ایک ہی امت ہے اور میں ایک ہی تمہارا پروردگار ہوں، پس مجھ سے ڈرو۔

خدا کے پیغام کو یوں تو سارے ہی نبیوں نے انسانوں تک پہونچایا، مگر خدا نے جب چاہا کہ اپنا پیغام وسیع تر سطح پر سارے انسانوں تک پہونچایا جائے تو اس نے امام الانبیاء رحمتہ اللعالمین ﷺ کا انتخاب فرمایا۔

اس طرح اگر ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور خالق کائنات سے آپؐ کی نسبت کے جس پہلو پر بھی نگاہ ڈالیں ہم کو کمال ہی کمال نظر آتا ہے اور تمام انبیاء کے درمیان آپ کا خصوصی امتیاز سمجھ میں آتا ہے، اس کی ایک دو مثالیں اور ملاحظہ فرمایئے۔

---

[35] ۔ سورہ الروم:۲۲

[36] ۔ مومنون:۵۲

عبد و معبود کا کمال

اللہ تعالیٰ رب الارباب (تمام مالکوں کا مالک) ہے، اس سے بڑا کوئی مالک نہیں، کوئی پروردگار نہیں، کوئی شہنشاہ نہیں، کوئی حاکم نہیں، وہ احکم الحاکمین ہے، حکومت، ربوبیت، خالقیت اور بادشاہت کا آخری سے آخری درجہ اسی خدائے بزرگ وبرتر کے پاس ہے، کوئی اس سے اوپر نہیں، کوئی اس کا ساجھی نہیں ..... دوسری طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے تو وہ "عبد کامل" (مکمل بندے) ہیں، یہاں عبدیت کی جو آخری سے آخری سطح ہوسکتی ہے وہ پائی جاتی ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا اور سب کو اپنا بندہ وغلام قرار دیا، مگر ان تمام بندوں میں بندگی کی صفات اور خدا کی غلامی میں جو ذات گرامی سب سے آگے گئی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، بندگی اور عبدیت کا سب سے زیادہ اور خالص مظاہرہ جس نے کیا وہ حضور ﷺ ہیں، اس طرح خدائے تعالیٰ معبود کامل، تو حضور ﷺ عبد کامل، خدا کی ربوبیت اور حاکمیت کامل، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں تو حضور ﷺ کی عبدیت اور بندگی بھی کامل، اس میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں، آپؐ خدا کے خالص بندے تھے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بغیر نام لئے جس ذات گرامی کو قرآن نے عبد (بندہ) کہہ کر پکارا ہے وہ حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے، یوں تو دیگر انبیاء کو بھی قرآن میں عبد (بندہ) کہا گیا ہے، مگر ساتھ ہی ان کا نام بھی لیا

گیا ہے۔

سورۂ مریم میں حضرت زکریاؑ کے لئے فرمایا گیا۔

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا۔ [37]

ترجمہ: یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی کا اپنے بندے زکریا پر۔

سورۂ ص میں کہا گیا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ۔ [38]

ترجمہ: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ۔ [39]

ترجمہ: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے۔

اس کے بالمقابل پورا قرآن پڑھ جایئے، ہمارے حضور ﷺ کو جہاں عبد کہا گیا ہے وہاں آپ کا نام لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، خدا نے جب اپنا "بندہ" کہہ کر یاد کیا تو اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوئے، آپؐ کی عبدیت اس درجہ مکمل ہے کہ بندہ کہتے ہی ذہن آپؐ کی طرف جاتا ہے، کوئی نہیں جو اس کامل بندگی میں آپ کا شریک ہو، اسی

---

[37] ۔ مریم:۲

[38] ۔ ص.ص:۱۷

[39] ۔ ص:۴۱

لئے خدا آپ کو بڑے پیار و محبت کے ساتھ اپنا بندہ کہہ کر یاد کرتا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔[40]

ترجمہ: کیا ہی پاک ہے وہ خدا وند قدوس جس نے ایک رات اپنے عبد کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی۔

سورہ جن میں ارشاد ہے۔

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ [41]

ترجمہ: اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کے لئے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے تو کفار اس کو اس طرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اس پر آگریں گے۔

سورۂ کہف کا آغاز اس آیت سے کیا گیا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ۔ [42]

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا۔

---

[40] بنی اسرائیل:۱

[41] ۔ سورہ جن:۱۹

[42] ۔ سورہ کہف:۱

ترجمہ: کیا ہی پاک ذات ہے اس کی جس نے "الفرقان" اپنے بندہ پر اتاراتا کہ وہ تمام عالم کی ضلالتوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ [43]

سورۂ نجم میں ہے۔

فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى۔ [44]

ترجمہ: پھر اس نے اپنے بندہ کو وحی کی جو وحی کرنا تھا۔

سورۂ حدید میں ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ۔ [45]

ترجمہ: اور اللہ اپنے بندہ پر آیتیں اتارتا ہے تا کہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے، اور بیشک اللہ تم پر بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

حضور ﷺ کا مقام محمود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن مقامات بلند پر فائز تھے ان میں ایک اہم ترین مقام "مقام محمود" ہے۔

قرآن مجید میں اس تعلق سے ایک آیت آئی ہے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْبِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا

---

[43] ۔ سورۂ فرقان:١

[44] ۔ سورہ نجم:١٠

[45] ۔ سورہ حدید:٩

مَحْمُودًا۔ [46]

ترجمہ :اور (اے پیغمبر) رات کا کچھ حصہ یعنی پچھلا پہر شب بیداری میں بسر کر ،یہ تیرے لئے ایک مزید عمل ہے، قریب ہے اللہ تجھے ایسے مقام پر پہونچا دے جو نہایت پسندیدہ مقام ہے۔

مقام محمود عالمی اور دائمی ستائش کامقام ہے جہاں پہونچ کر انسان روحوں کی ستائش اور دلوں کی مداحی کامرکز بن جاتاہے، کوئی عہدہو، کوئی ملک ہو، کوئی نسل ہو، لیکن کروڑوں دلوں میں اس کی ستائش ہوگی، انگنت زبانوں پر اس کی مدحت طرازی ہوگی۔

أن يقيمك ربك مقاماًمحمودامقام الشفاعة محموداًيحمدك الأولون والآخرون۔[47]

یہ انسانی عظمت کی سب سے آخری منزل ہے، اس سے زیادہ بلند مقام انسان کو نہیں مل سکتا۔ بقول حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ :

"یہ مقام انسانی الفت کی انتہا ہے، اس سے زیادہ اونچی جگہ اولادآدم کو نہیں مل سکتی، اس سے بڑھ کرانسانی رفعت کا تصور بھی نہیں

---

[46] ـ الاسراء:٧٩

[47] -تنوير المقباس من تفسير ابن عباس ج ١ ص ٣٠٢ المؤلف : ينسب لعبد الله بن عباس – رضي الله عنهما – (المتوفى : 68هـ)، جمعه محمد بن يعقوب الفيروز آبادى (المتوفى : 817 هـ) ★ لباب التأويل في معاني التنزيل ج ۴ص ٢٧٦ المؤلف : علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن ، المعروف بالخازن (المتوفى : 741هـ)

کیا جاسکتا، انسان کی سعی وہمت ہر طرح کی بلندیوں تک اڑ جاسکتی ہے لیکن یہ بات نہیں پاسکتی کہ روحوں کی ستائش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے، سکندر کی ساری فتوحات خود اس کے عہد وملک کی ستائش اسے نہ دلاسکیں اور نپولین کی ساری جہاں ستانیاں اتنا بھی نہیں کرسکیں کہ لورسیکا کے چند غدار باشندوں ہی میں اسے محمود وممدوح بنادیتیں، جہاں وہ پیدا ہوا تھا، محمودیت اسے ہی حاصل ہوسکتی ہے جس میں حسن و کمال ہو کیوں کہ روحیں حسن ہی سے عشق کرسکتی ہیں اور زبانیں کمال ہی کی ستائش میں کھل سکتی ہیں، لیکن حسن و کمال کی مملکت وہ مملکت نہیں جسے شہنشاہوں اور فاتحوں کی تلواریں مسخر کرسکیں”[48]

یہ آیت کریمہ اس وقت اتری جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے آخری سال گزر رہے تھے، آپؐ کی مظلومی و بے کسی انتہا کو پہونچی ہوئی تھی، دشمنان اسلام کا ظلم وستم روز بروز بڑھتا جارہا تھا، مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسی مظلومی وبے سروسامانی سے کیسی فتح عظیم برآمد ہونے والی ہے، اور اس شکست خوردہ اور مظلوم انسان کو کیسا بلند مقام ملنے والا ہے، مکہ والوں نے آپؐ کو ستایا، پریشان کیا، یہاں تک کہ آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو اپنا وطن تک چھوڑنے پر مجبور کیا، لیکن خدا فیصلہ کرچکا تھا کہ آپؐ کو اس عظیم منصب سے نوازے گا جو

---

[48] ۔ رسول رحمت. ص: ۱۵۷

اس نے کسی دوسرے انسان کو نہیں دیا، آج لوگ ان کو برا بھلا کہتے ہیں، ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا ان کی تعریف کرے گی اور نام "محمد" کی شان کا ظہور ہو گا، ان کو مقام محمود دیا جائے گا جس کی بدولت دنیا میں بھی ان گنت لوگ ان کی مدحت کے ترانے گائیں گے، ہزاروں لاکھوں اربوں دلوں میں ان کا احترام ہو گا اور آخرت میں بھی وہ سب سے اونچے، سب سے پسندیدہ رب کے محبوب، سب کی نگاہوں کا مرکزاور محبتوں اور عقیدتوں کا محور ہونگے، ہر طرف خدا کے بعد انہی کا جلوہ ہو گا۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ (2) الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (3) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔[49]

ترجمہ: اور (اے نبی!) ہم نے آپ کا وہ بوجھ اتار کر پھینک دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی اورہم نےآپ کاچرچا اتنا اٹھایا کہ ہرطرف اس کوعام کردیا۔ (دنیا ہو یا آخرت)۔

پھر انہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جن کو مقام محمود ملے گا، لواء الحمد سے بھی نوازاجائیگا، جس کی پناہ حاصل کرنے کیلئے ہرانس و جن ترسے گا، مگر اس کے سایے میں صرف ان لوگوں کو جگہ مل سکے گی جنہوں نے اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کیا ہو گا کہ وہ آپ کے ہیں، کسی اور کے نہیں۔

---

[49] ۔ سورہ الم نشرح: ۲۔۳۔۴

بالآخر اللہ نے آپ کو دنیا ہی میں وہ مقام محمود دے دیا (اور آخرت میں بھی دے گا، انشاء اللہ) آج ہر طرف ان ہی کا چرچا ہے، صرف منبروں، محرابوں اور میناروں سے نہیں، بلکہ کفر وشرک کے محلوں سے، جہل وضلالت کی درسگاہوں سے، الحاد وہریت کی دانشگاہوں سے، تحقیق و تصنیف کے اداروں سے بلکہ ہر ذرۂ کائنات سے آپؐ کی مدح وثنا کی صدائیں آ رہی ہیں۔

ساری دنیا آپؐ کی مداح

اس کی تصدیق چاہتے ہوں تو آپ ان اداروں اور دانشگاہوں میں جائیے جہاں کفر والحاد یا مادیت پر کام ہو رہا ہے، ان کتابوں اور مضامین کو پڑھئے جن کے مصنفین مسلمان نہیں غیر مسلم ہیں، ان بیانات اور تقاریر کو سنئے جو کفر ودہریت کے سورماؤں کی زبانوں سے صادر ہوئی ہیں، آپؐ کو وہ سب کچھ نظر آئیگا جو بیان کیا گیا، یہاں تفصیل کا موقع نہیں، علماء نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، ان کو دیکھنا چاہئے، میں نمونے کے طور پر حضور ﷺ کے بارے میں چند ان محققین اور مؤرخین کے خیالات پیش کرتا ہوں جو نہ صرف یہ کہ غیر مسلم تھے، بلکہ غیر مسلموں میں عزت ووقار کی نظر سے دیکھے جاتے تھے:

ا۔ڈاکٹر ڈی رائٹ

"محمدؐ اپنی ذات اور قوم کیلئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کیلئے

ابر رحمت تھے، تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو۔[50]

۲۔ میجر آرتھر گلن لیونارڈ

"حضرت محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت عظیم المرتبت انسان تھے، حضرت محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مفکر اور معمار تھے، انہوں نے اپنے زمانہ کے حالات کے مقابلہ کی فکر نہیں کی اور جو تعمیر کی وہ صرف اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں بلکہ رہتی دنیا تک کے مسائل کو سوچا اور جو تعمیر کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کی۔[51]

۳۔ ڈاکٹر جی ویل

"آپؐ کی خوش اخلاقی، فیاضی اور رحمدلی محدود نہ تھی"۔[52]

۴۔ ڈاکٹر ای۔ اے فریمن

"اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے پکے اور سچے راست باز ریفارمر تھے"

۵۔ ڈاکٹر لین پول

"اگر محمدؐ سچے نبی نہ تھے تو کوئی نبی دنیا میں برحق آیا ہی

---

[50] ۔ اسلامک ریویوا ینڈ مسلم انڈیا۔ فروری: ۱۹۲۰ء

[51] ۔ نقوش رسول نمبر، ص: ۷۴۴، ج: ۴

[52] ۔ حوالۂ بالا

نہیں”۔[53]

۶۔ مسز اینی بیسنٹ

“پیغمبر اسلام کی زندگی زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتی ہے اور تاریخ روزگار شاہد ہے کہ وہ لوگ جو حضورؐ پر حملہ کرنے کے خوگر ہیں جہل مرکب میں مبتلا ہیں، حضورؐ کی زندگی سادگی، شجاعت اور شرافت کی تصویر تھی”[54]

۸۔ میجر آرتھر گلن مورند

“حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اپنے عہد مبارک میں ارواح طیبہ میں سے تھے، وہ صرف مقتدرراہنما ہی نہ تھے، بلکہ تخلیق دنیا سے اس وقت تک جتنے صادق سے صادق اور مخلص سے مخلص پیغمبر آئے، ان سب سے ممتاز رتبہ کے مالک تھے”۔[55]

۹۔ گاندھی جی

“وہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) روحانی پیشوا تھے، بلکہ ان کی تعلیمات کو سب سے بہتر میں سمجھتا ہوں، کسی روحانی پیشوانے خدا کی بادشاہت کا پیغام ایسا جامع اور مانع نہیں سنایا جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے”۔[56]

---

[53] ۔ ہسٹری آف ڈی مورش امپائر یورپ، بحوالہ نقوش رسول نمبر

[54] ۔ قاسم العلوم۔ ربیع الاول: ۱۳۵۳ء

[55] ۔ استقلال، دیوبند: ۱۹۳۶ء

[56] ۔ رسالہ “ایمان” پٹی ضلع لاہور۔ اگست ۱۹۳۶ء

۱۰۔ لالہ مہر چند لدھیانوی

“بانئ اسلام کی ذات والا صفات سراپا رحم وشفقت تھی، اگر بانی اسلام کے بس میں ہوتا توسرزمین عرب میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرنے پاتا، جو لڑائیاں ہوئیں نہایت مجبوری کی حالت میں ہوئیں”۔[57]

۱۱۔ لالہ لاجپت رائے

“میں پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے بڑے مہاپرشوں میں سمجھتا ہوں”۔[58]

۲۱۔ فراق گورکھپوری

“میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر اسلام کی بعثت کو ان کی شخصیت اور ان کے کارنامہائے زندگی کو تاریخ کا ایک معجزہ سمجھتا ہوں”[59]۔

۳۱۔ پیشوائے اعظم بدھ مذہب مانگ تونگ صاحب

“حضرت محمدؐ کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھی، لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپؐ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں، ہم بدھی لوگ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں

---

[57] - مدینہ۔ جولائی: ۱۹۳۲ء

[58] - رسالہ مولوی، رمضان: ۱۳۵۲ھ

[59] - پیشوا، ربیع الاول: ۱۳۵۶ھ

اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ [60]

۱۴۔ڈاکٹر کلارک

"حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کو ہی یہ خوبی ملی ہے کہ اس میں وہ تمام اچھی باتیں موجود ہیں، جو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتیں"۔ [61]

۱۵ -جارج برنارڈشا

"موجودہ انسانی مصائب سے نجات ملنے کی واحد صورت یہی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دنیا کے رہنما بنیں"۔ [62]

آخر وہ کون سی بات ہے جس نے روئے زمین کے انسانوں کو حضور ﷺ کا مداح اور ان گنت زبانوں کو ان کی ستائش کیلئے زمزمہ سنج بنادیا، یہ اسی مقام محمود کا فیض ہے جس پر آپؐ کے سوا کوئی نبی اور رسول فائز نہ ہوا، ہر طرف آپؐ ہی کی ستائش، ہر جانب آپؐ ہی کی مدح، کوئی ملک ہو، کوئی عہد ہو، کوئی قوم ہو، کوئی نسل ہو، سب کے سب آپؐ کے شیدا اور معترف، کوئی بھی سمجھدار انسان نہیں جس نے آپؐ کی تعریف کرنے سے انحراف کیا ہو، ہر دل کو آپؐ کا اعتراف، ہر زبان پر

---

[60] ۔نقوش رسول نمبر

[61] ۔میزان التحقیق ۔ص:۲۳

[62] ۔نقوش رسول نمبر ۔ص:۴۸۲ ۔ج:۴، مذکورہ بالا تمام اقوال نقوش سے نقل کئے گئے ہیں ۔

آپؐ کی تعریف، سبحان اللہ! کیا مقام محمود ہے، خالق و مخلوق کے نزدیک کیا آپؐ کا مقام بلند ہے۔

خدا نے آپؐ کو نام لے کر نہیں پکارا

تعریف ہمیشہ انسان کی صفات کی ہوتی ہے، اس کی ذات میں جو خوبی ہوتی ہے وہ بھی صفات کے راستے سے آتی ہے، جو جتنی خوبیوں والی صفات رکھے گا اس کی شخصیت اتنی ہی زیادہ محبوب و محمود ہوجائے گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جن صفات کمال سے نوازا تھا وہ دنیا میں کسی کو عطا نہیں ہوئے، اسی لئے ساری دنیا آپؐ کی گرویدہ اور مداح ہو گئی .... اللہ پاک کے نزدیک آپ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ پورے قرآن میں کہیں آپؐ کا نام لے کر خطاب نہیں کیا گیا، ہر جگہ کسی نہ کسی صفت کے ذریعہ آپؐ کو پکارا گیا، جب کہ دوسرے الوالعزم انبیاء جن کے تخاطب کا ذکر قرآن میں موجود ہے، ان کا نام لے کر ان کو خطاب کیا گیا، مثلاً:

☆حضرت آدمؑ سے کہا گیا:

يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ [63]

ترجمہ: اے آدم آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہائش اختیار کرلیں۔

---

[63] ۔ بقرہ:۳۵

☆حضرت موسیٰؑ کو خطاب کیا گیا:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى[64]

ترجمہ: اور اے موسیٰ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟

☆حضرت داوٗدؑ کو خطاب ہے:

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ۔[65]

ترجمہ: اے داوٗد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

☆حضرت زکریاؑ کو مخاطب کیا گیا:

يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى۔[66]

ترجمہ: اے زکریا! ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں، جس کا نام یحیٰ ہو گا۔

☆حضرت یحیٰؑ سے کہا گیا:

يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ۔[67]

ترجمہ: اے یحیٰ! کتاب کو پوری قوت کے ساتھ پکڑ لیجئے۔

☆حضرت عیسیٰ کو پکارا گیا:

يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ[68]

---

[64] - طٰہٰ:۱۷

[65] - ص:۲۶

[66] - مریم:۷

[67] - مریم : ۱۲

[68] - آل عمران:۵۵

ترجمہ: اے عیسیٰ میں آپ کو وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی "یا محمد" "یا" "یا احمد" کہہ کر پکارا جا سکتا تھا، مگر حضور ﷺ کی شان تعظیمی انسانوں میں قائم کرنے کیلئے خود خدا نے بھی تخاطب میں آپ کا نام لینا پسند نہیں فرمایا، بلکہ کہیں صدائے تعظیم و تکریم سے نوازا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ [69]

ترجمہ: اے رسول آپ پہونچا دیجئے وہ چیز جو آپ پر اتاری گئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ۔ [70]

ترجمہ: اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔

یا پھر صدائے محبت و عشق سے پکارا......

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ [71] (اے کملی میں لپٹے ہوئے) اور **يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ**[72]

حد تو یہ ہے کہ جس شہر کی خاک کو آپؐ کے قدموں نے مس کیا وہ بھی اللہ کو اس درجہ محبوب ہے کہ قرآن میں اس کی قسم کھائی گئی۔

---

[69] - مائدہ:٦٧

[70] - تحریم:٩

[71] - سورہ المزمل:١

72 - سورۂ المدثر:۔١

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ (1) وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (2) [73]

ترجمہ: اے پیغمبر! ہم شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں اور اس لئے کہ تم اس میں مقیم ہو۔

ایک بار بنی تمیم کا ایک وفد مدینہ میں آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف رکھتے تھے، ان لوگوں کو بارگاہ نبوت کے آداب سے واقفیت نہ تھی، ان لوگوں نے آپ کا نام نامی لے کر پکارنا شروع کیا، یامحمد اخرج الینا۔ یعنی اے محمد! ہمارے پاس تشریف لائیے۔ [74]

اللہ تعالیٰ کو آپؐ کے ساتھ یہ گستاخی گوارا نہ ہوئی اور ان حضرات کو اس آیت کریمہ کے ذریعہ تنبیہ فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (4) وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ [75]

ترجمہ: اے پیغمبر! جو لوگ آپ کو مکان کے باہر سے نام لے کر پکارتے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن کو مطلق عقل وتمیز نہیں، بہتر

---

[73] ۔ البلد: ۱۔۲

[74] ۔ تفسير القرآن العظيم ج ۷ ص ۳۶۹ المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الد مشقي (المتوفى : 774هـ)

[75] ۔ الحجرات: ۴۔۵

تھا کہ وہ صبر کرتے اور جب آپ باہر نکلتے تو مل لیتے اور اللہ بخشنے والے مہربان ہیں۔

نام محمدؐ کا ایک خاص امتیاز

آپؐ کے نام میں ایک خصوصیت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا نام ایسا نہیں ملتا کہ وہ نام ہی ان کے کمالات کی خبر دے، مثلاً:

آدمؑ:۔ کے معنی گندم، گیہوں ہیں، حضرت ابوالبشرؑ کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

نوحؑ:۔ کے معنی آرام کے ہیں، باپ نے ان کو آرام وراحت کا باعث قرار دیا۔

اسحاقؑ:۔ کے معنی ہنسنے والا، آپ ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔

یعقوبؑ:۔ پیچھے آنے والا، یہ اپنے بھائی عیسوب کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئے، اور بعد میں ظاہر ہوئے۔

موسیٰؑ:۔ پانی سے نکالا ہوا، جب ان کا صندوق پانی سے نکالا گیا تو یہ نام رکھا گیا۔

یحیٰؑ:۔ عمر دراز بوڑھے، ماں باپ کی بہترین آرزوؤں کا مرکز۔

عیسیٰؑ:۔ سرخ رنگ، چہرۂ گلگوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔

ان ناموں میں سے کوئی بھی نام مسمیٰ (شخصیت) کی عظمت روحانی

یاکمالات نبوت کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں کرتا، مگر اسم "محمد" کی شان خاص ہے، نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسی شخصیت کا نام ہے جس کی تعریف کے غلغلے سارے جہان میں مچ گئے ہیں۔ [76]

اس طرح سیرت نبویؐ کے جس گوشے پر بھی نگاہ ڈالی جائے رب العالمین کے نزدیک آپؐ کی محبوبیت وعظمت، انبیاء کرام کے درمیان آپؐ کا امتیاز اور ساری انسانیت پر آپؐ کے احسانات عظیم کا انکشاف ہوتا چلا جائے گا، اللہ کا کتنا بڑا حسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے سب سے عظیم اور محبوب پیغمبر کی امت میں پیدا کیا، ہم اس خدائے بزرگ وبرتر کے جس قدر بھی شکر گزار ہوں اور اس نبی رحمت پر جتنی تعداد میں بھی درود وسلام بھیجیں کم ہے۔

الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ وصلی اللہ علیٰ رسولہ و علی آلہ واصحابہ وسلم۔

---

[76] ۔ نقوش رسول نمبر. جلد سوم. ص:۲۸۸. شمارہ نمبر:۱۳۰. جنوری:۱۹۸۳ء

باب سوم

عالمی رحمت

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ(الانبیاء :۱۰۷)

ہم نے آپ کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

کوئی آیا نہ مگر رحمت عالم بنکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں ہزاروں پیغمبر آئے، لیکن کوئی آپؐ سا نہ آیا، آپؐ کی شان ہر ایک سے نرالی، آپؐ جن امتیازی خصوصیات اور بلند ترین اخلاقیات کے ساتھ دنیا میں تشریف لائے، وہ تاریخ انسانی میں کبھی ایک شخص میں جمع نہ ہوئیں، آپؐ کا وجود انسانیت پر خدا کا سب سے بڑا احسان ہے، ساری دنیا آپؐ کی احسان مند اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپؐ کا ممنون کرم ہے۔

حضور ﷺ کا انتخاب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاق فطرت نے بے شمار اعلیٰ صفات وخصوصیات سے نوازا تھا، مگر ان میں آپؐ کی صفت "رحمة للعٰلمین" سے انسانیت کو جو فیض پہونچا وہ ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، رب العالمین نے اس عظیم ترین منصب کیلئے ساری انسانیت سے آپؐ کا انتخاب کیا، اور اسی کے لحاظ سے آپ کو کمالات وخصوصیات سے بھی نوازا، اگر تاریخ انسانی میں کوئی دوسرا رحمة للعٰلمین نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص بھی نہیں جو ان تمام خصوصیات وامتیازات کا حامل ہو، آیئے ذرا حضور ﷺ کی خصوصیات وکمالات، تعلیمات وہدایات، انقلابات ومظاہر پر ایک نگاہ ڈالیں جو آپؐ کی صفت رحمة للعٰلمین سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بدولت دنیا خوشگوار انقلابات سے آشنا ہوئی۔ اس کے لئے درج ذیل اجزاء خاص اہمیت کے حامل ہیں:

۱۔ رحمت عالم ﷺ کی خصوصیات

۲۔ رحمت عالم ﷺ کی تعلیمات و اصلاحات

۳۔ خصوصی مظاہر: بے زبان مخلوق پر عنایتیں

۴۔ انسانیت کے کمزور طبقوں کے ساتھ ہمدردی

۵۔ اپنوں پہ رحمت کی برسات

۶۔ دشمن بھی خوانِ کرم سے محروم نہیں

رحمت عالم کی خصوصیات و امتیازات

کتب سیر واحادیث میں حضور ﷺ کی چند اجمالی صفات بیان کی گئی ہیں، جن میں کئی اہم صفات کا تذکرہ بقول حضرت کعب احبارؒ توراۃ میں بھی موجود ہے، "آنحضرت ﷺ فرماں برداروں کو بشارت سناتے، نافرمانوں کو قہر الٰہی سے ڈراتے، عاجزوں کو پناہ دیتے، خدا کے بندہ ورسول، اہل ایمان پر بے حد مہربان، یتیموں اور بے زبان جانوروں کی تکلیف پر رو پڑنے والے، جملہ معاملات ومسائل کو اللہ پر چھوڑنے والے، نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے، بدی کا بدلہ بدی سے نہ لیتے، معافی مانگنے والے کو معاف فرماتے، خطا کار کو بخش دیتے، آپؐ کا کام مذاہب کی کجی کو درست کرنا تھا، آپؐ کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں اور بہروں کو کان دیتی اور غافل دلوں کے پردے اٹھادیتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام خوبیوں سے آراستہ اور جملہ اخلاقِ فاضلہ سے متصف تھے، سکینت آپ کا لباس، نیکی آپ کا شعار، تقویٰ آپ کا

خمیر، حکمت آپ کا کلام، عفو ودر گذر آپ کی عادت اور عدل آپؐ کی سیرت ہے، آپؐ کی شریعت سراپا راستی، آپؐ کی ملت اسلام اور ہدایت آپؐ کی رہنما ہے، وہ ضلالت کو ختم کرنے والے، گمناموں کو رفعت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کرنے والے، قلت کو کثرت سے، ضعف کو طاقت سے اور تنگ دستی کو غنا سے، انتشار کو وحدت سے، نفرت کو محبت سے بدلنے والے ہیں، ان کی امت دنیا کی سب سے بہترین امت ہے، جو نیکیوں کی دعوت دینے والی برائیوں سے روکنے والی، اللہ کی وحدت پر یقین رکھنے والی اور سابقہ تمام آسمانی شریعتوں پر ایمان رکھنے والی ہے۔[77]

حضور ﷺ کی خصوصیات پچھلی آسمانی کتابوں میں

نبی آخرالزماں ﷺ کی یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی خبر پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی دی گئی تھی، مثلاً یسعیاہ نبی کی کتاب کا باب ۴۲/ اس سلسلے

---

[77] - الجامع الصحيح المختصر ج ۲ ص ۷۴۷، حدیث نمبر: ۲۰۱۸ المؤلف: **محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي- * دلائل النبوة لأبي نعيم** الأصبهاني ج ۱ ص ۴۰ حدیث نمبر: ۳۲ المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى: 430هـ)،-* شعب الإيمان ج ۲ ص ۱۴۷ حدیث نمبر: ۱۴۱۰ المؤلف: أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي -* الشفا بتعريف حقوق المصطفى – مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء ج ۱ ص ۲۵ المؤلف: أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (المتوفى: 544هـ) الحاشية: أحمد بن محمد بن محمد الشمنى (المتوفى: 873هـ)

میں خاص دلچسپی کا حامل ہے، قاضی سید سلیمان سلمان منصور پوریؒ کی مایہ ناز کتاب رحمۃ للعالمین سے اس باب کے درس سے چند اقتباسات ملا حظہ ہوں:۔

(۱)"دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرے گا۔

(۲)"وہ نہ چلّائے گا اور نہ اپنی صدا بلند کرے گا، اور نہ اپنی آواز بازاروں میں سنائے گا"

(۳) "وہ ملے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ عدالت کو جاری کرے گا"

(۴)"اس کا زوال نہ ہو گا، اور نہ پامال ہو گا جب تک کہ سچائی کو زمین پر قائم نہ کر دے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ نہ تکیں "

(۵)"خدا وند جو آسمان کو پیدا کرتا ہے، جو زمین کو اور جو اس سے نکلتے ہیں پھیلاتا ہے، اور ان لوگوں کو جو اس پر ہیں سانس دیتا ہے اور جو اس پر چلتے ہیں ان کو روح بخشتا ہے، وہ خداوندیوں فرماتا ہے کہ “میں نے تجھے صداقت کیلئے بلایا، میں ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا اور تیری حفاظت کرونگا، اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کیلئے تجھے وہ قوت دونگا، کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے، اور جکڑے ہوؤں کو قید سے نکالے اور جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں ان کو قید خانے سے چھڑا دے“ عیسائی علماء ان الفاظ

کا مصداق حضرت مسیحؑ کو قرار دیتے ہیں، لیکن یہ الفاظ تو اس کے حق میں ہیں جسے خدا "میرا بندہ" کہتا ہے، جبکہ پادری حضرت مسیحؑ کو خدا کا بندہ کے بجائے خدا کا بیٹا مانتے ہیں، اس کے علاوہ اس باب میں مختلف ایسے اشارات موجود ہیں جن کے مطابق اس پیشگوئی کا مصداق حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور شخصیت نہیں ہو سکتی، مثلاً:

اس باب کے درس نمبر (۱۱) میں عرب کا ذکر ہے، اسی کے ساتھ قیدار کا نام موجود ہے جو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اکبر کا نام ہے، نیز سلع کا ذکر ہے جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر ایک پہاڑی ابتک اسی نام سے جانی جاتی ہے، اسی باب کے درس نمبر (۱۳) میں اس شخص موعود کا نام جنگی مرد (مرد مجاہد) ہونا بیان کیا گیا ہے، ایک درس میں یہ بھی ذکر ہے کہ اس کے مقابلے میں بت پرستوں کو ذلت وپشیمانی اٹھانی ہوگی، یہ تمام علامات ایسی ہیں جو حضرت مسیحؑ پر صادق نہیں آتیں، جبکہ یہ ہمارے نبی ﷺ کی معروف خصوصیات ہیں، اسی بنا پر حضرت کعب احبارؒ بائبل کے اس مقام کا مصداق خاص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے تھے، جو تورات وانجیل کے بڑے زبردست عالم تھے۔[78]

---

[78] ۔ رحمۃ للعلمین، ص:۲۵۷-۲۵۸ ج:۱

خلق عظیم

حضور ﷺ کی اعلیٰ اخلاقیات کے بیان سے کتب سیر واحادیث لبریز ہیں، مثلاً :

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلند مرتبہ ہونے کے باوجود اپنے لئے کسی روک ٹوک اور ہٹو بچو کو پسند نہیں فرماتے تھے، گھر میں عام لوگوں کی طرح رہائش فرماتے تھے، کوئی تکلف گوارا نہ فرماتے، مویشی کو چارہ خود ڈال دیتے، اونٹ باندھتے، گھر میں صفائی کرلیتے، بکری دوہ لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھالیتے، خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے، بازار سے چیز خود جاکر خرید لیتے، خود اسے اٹھا لاتے، اکثر پیادہ چلتے، سواری کا اہتمام نہ فرماتے، کبھی بلا عمامہ، ٹوپی اور چپل کے بھی چل دیتے، ہر ادنیٰ واعلیٰ خرد وبزرگ کو سلام میں پہل کرتے، جو کوئی ساتھ ہولیتا اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر چلتے، غلام وآقا، حبشی وترکی میں کوئی فرق نہ کرتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے، کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کیلئے کہتا قبول فرمالیتے، جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے برغبت کھاتے، کھانے میں کبھی عیب نہیں لگاتے، رات کے کھانے سے صبح کیلئے اور صبح کے کھانے سے شام کیلئے بچاکر نہ رکھتے، نیک خو، کریم الطبع اور کشادہ رو تھے، مگر کھلکھلا کر ہنستے نہ تھے مریض کی عیادت کرتے، جنازہ میں شرکت فرماتے، گدھے کی سواری میں بھی یا ٹوٹی چٹائی یا زمین پر بیٹھنے اور موٹا جھوٹا پہننے میں بھی عار نہ سمجھتے......... اندوہگیں تھے مگر

ترش رو نہ تھے، متواضع تھے جس میں گھٹیا پن نہیں تھا، بارعب تھے مگر سخت مزاج نہ تھے، سخی تھے مگر اسراف نہ تھا، ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے، کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے، سر مبارک کو جھکائے رکھتے۔[79]

پروفیسر سیڈیو کا اعتراف

جس نے بھی تاریخ کی مکمل روشنی میں انصاف پسندی اور دیانت داری کے ساتھ حضور ﷺ کی اخلاقیات کا مطالعہ کیا ہو گا وہ ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، یہی وہ بھر پور تاثر واعتراف ہے، جو فرانسیسی پروفیسر سیڈیو کے ان الفاظ میں نکلا ہے۔

"حضور(ﷺ) خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر خدا کرنے والے، لغویات سے دور، بیہودہ پن سے نفرت کرنے والے، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے، انصاف کے معاملے میں قریب وبعید حضور ﷺ کے نزدیک برابر تھے، مساکین سے محبت فرماتے تھے، غرباء میں

---

[79] - إحياء علوم الدين ج ٢ ص ٢٠١ المؤلف : محمد بن محمد أبو حامد الغزالي (المتوفى : 505هـ) سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ١١ ص ۱۴۸ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ) : الأخلاق والسير ج ١ ص ۱۱۴المؤلف : أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى : 456هـ) المدهش ج ١ ص ٣٥ المؤلف : جمال الدين عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى : 597هـ)

رہ کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے، اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کی دل جوئی فرماتے، جاہلوں کی حرکات پر صبر فرماتے، خالی زمین پر (بلاکسی مسند وفرش کے) نشست فرماتے، اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے، اور اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے تھے، دشمن اور کافر سے کشادہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے"۔[80] (یہ تمام صفات احادیث وسیر کی کتابوں میں بھی موجود ہیں)

انسانیت کا درد

یہ تمام باتیں حضور ﷺ کی عظمت وعزت، تواضع وسادگی، حقیقت پسندی وعالی ظرفی اور انسانیت کے ساتھ بے پناہ درد وکرب اور حمت وشفقت کی علامت ہیں، پوری تاریخ میں کوئی ایسا نہیں گذرا جس نے انسانیت کی قسمت کا اتنا شاندار فیصلہ کیا ہو جیسا ہمارے حضور ﷺ نے کیا، انسانیت جب آتش جہل وضلالت کے مہیب سمندر کی طرف بڑھ رہی تھی، تب آپؐ ہی تھے جس نے اس کی کمر پکڑ کر اس میں گرنے سے بچایا تھا، خود قرآن کہتا ہے۔

وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا[81]

ترجمہ: اور تم آگ کے گھڑہے کے کنارے تک پہونچ چکے تھے

---

[80] ۔ خلاصۃ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو، ص: ۲۴ بحوالہ نقوش رسول نمبر۔۔

[81] ۔ آل عمران: ۱۵۳

خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔

اسی بات کو حضور ﷺ نے ایک بار تمثیل کے پیرایے میں اس طرح بیان فرمایا۔

« إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا ، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِى تَقَعُ فِى النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا ، فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا ، فَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ ، وَأَنْتُمْ تَقْتَحِمُونَ فِيهَا »[82]

ترجمہ: ”میری اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی، جب اس کی روشنی گرد وپیش میں پھیلی تو وہ پروانے اور کیڑے جو آگ پہ گراکرتے ہیں ہر طرف سے اڈکر اس میں کودنے لگے، اسی طرح سے تم آگ میں گرنا اور کودنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو اس سے بچاتا اور علحٰدہ کرتا ہوں۔

جس کے دل میں اتنا درد وغم ہوگا، وہ یقیناً کبھی ٹھاٹ باٹ کی زندگی نہیں گذار سکتا، وہ سلگتی ہوئی انسانیت اور بلکتی ہوئی آدمیت کو یونہی چھوڑکر خود شان وشوکت اور آرام وراحت کے ساتھ کبھی نہیں رہ سکتا، وہ رنجور زندگیوں کے اندر سادہ طرز زندگی کے ذریعہ انقلاب کی روح پھونکنا

---

[82] - **الجامع الصحيح المختصرج ۵ ص ۲۳۷۹** حدیث نمبر:۶۱۱۸ **المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي۔**

چاہے گا اور اپنی بلند اخلاقیات کے ذریعہ تعمیر کی منزل کی طرف ان کو گامزن کرے گا...... حضور ﷺ نے اپنی پوری زندگی انسانیت کی تعمیر وتشکیل میں صرف فرمادی، آپؐ نے جو کچھ کیا انسانوں کی فلاح وبہبود کیلئے کیا، آپؐ کا جو قدم اٹھا ساری دنیا کیلئے اٹھا، آپؐ کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ لوگوں کی نظر میں گزرا، آپؐ نے اپنے خاندان کیلئے کوئی مادّی میراث نہیں چھوڑی، آپؐ کی ساری میراث انسانیت کا یہی درد وغم اور ساری دنیا کی یہی فکر وتڑپ تھی، آپؐ نے تمام دنیا سے پیار کیا، سارے عالم کو رحمت ومحبت کا درس دیا، سخت سے سخت دشمنوں کو گلے سے لگایا، شدید سے شدید حالات میں بھی آپؐ نے رحمت وشفقت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، غم وغصہ سے جلتے ہوئے سینوں پر بھی پیار کا ٹھنڈا ہاتھ رکھا، بپھرتے ہوئے طوفانوں کا بھی آپؐ نے خندہ پیشانی سے استقبال کیا، بھڑکتے ہوئے شعلوں پر بھی اپنی رحمت کے پھوار برسائے، تاریخ انسانی میں کوئی ایسی ہستی موجود نہیں جس نے ساری دنیا سے اتنا پیار کیا ہو، اور محبت کو ترسی ہوئی انسانیت کو رحمت ومحبت کی اتنی بھرپور خوراک دی ہو، اسی بناء پر سارے عالم کے پروردگار نے ہمارے حضور ﷺ کو سارے عالم کیلئے رحمت قرار دیا، رب العالمین آپؐ کو رحمۃ للعٰلمین کہتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔ [83]

---

[83] ۔ انبیاء :۱۰۷

عالمی کی اصطلاح

عالمی کی اصطلاح اگرچہ محدود ہے، اس لئے کہ اس کا استعمال صرف ایک عالم کیلئے بھی ہو سکتا ہے، مگر ہم اس کو "سارے عالم" کے معنی میں لے رہے ہیں، ہمارے حضور ﷺ سارے عالم کے لئے پیغمبر رحمت ہیں، اصولاً سارے عالم کیلئے "عالمینی" کی اصطلاح استعمال ہونی چاہئے، مگر اردو میں یہ استعمال رائج نہیں ہے، اس لئے "عالمی" کو ہم "عالمینی" کی جگہ پر استعمال کر رہے ہیں۔

عالم کتنے ہیں؟

عالمین کے اندر دنیا کی تمام اشیاء و اجناس، آسمان، زمین، چاند، سورج، تمام ستارے، ہوا وفضا، برق وباراں، فرشتے، جنات، زمین اوراس کی تمام مخلوقات، حیوانات، انسان، نباتات وجمادات سب داخل ہیں، اور نہ معلوم ہمارے سامنے ان عالموں کے علاوہ خلاء اور سمندر میں کتنے ہزار عالم ہوں، امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اس عالم سے باہر ایک لامتناہی خلاء کا وجود دلائل عقلیہ سے ثابت ہے، فلاسفہ عالم کی وحدت کے قائل ہیں امام رازیؒ نے اس کا مدلل رد کیا ہے[84]

---

[84] - تفسير الفخر الرازي، المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب ج ١ص ٢
المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب

حضرت سعید بن المسیبؒ سے منقول ہے کہ ایک ہزار عالم ہیں، وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) عالم ہیں، ابو العالیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، قرطبیؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ “عالَم چالیس ہزار ہیں، یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالَم ہے، باقی اس کے علاوہ ہیں” حضرت مقاتلؒ امام تفسیر سے منقول ہے کہ عالَم اسی (۸۰) ہزار ہیں۔ [85]

"امریکی خلائی مسافر جان گلین نے خلاء کے سفر سے واپسی پر ایک مقالہ لکھا تھا جس میں شعاعی سال کا نام دیکر ایک طویل مدت ومسافت کا پیمانہ قائم کیا تھا اور اس کے ذریعہ اپنی وسعت فکر کی حد تک خلاء کا کچھ اندازہ لگایا تھا، اور اقرار کیا تھا کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ خلاء کی وسعت کیا ہے؟ اور اس میں کتنی قسموں کی مخلوقات آباد ہیں”۔ [86]

سارے عالم کیلئے رحمت

عالمین کا وسیع لفظ حضور ﷺ کی وسعت رحمت کو بتاتا ہے، قرآن کا کوئی لفظ (معاذاللہ) محض مبالغہ نہیں ہوسکتا، خالق کائنات خود حضور ﷺ کو رحمۃ للعٰلمین کہہ رہا ہے، خدا ہی جانتا ہے کہ حضور ﷺ ساری دنیا کیلئے

بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى : **606هـ**)

[85] - **تفسير القرآن العظيم ج ۱ ص ۱۳۳المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي** (المتوفى : **774هـ**)-

[86] - معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، ص:۸۴، ۸۳، ج:۱

کس کس طرح رحمت تھے؟ اور آپؐ کے چشمۂ رحمت سے تمام دنیاؤں نے کس کس قسم کے فائدے اٹھائے؟ ہم تو صرف یقین کے ساتھ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ آپؐ سے سارے عالم نے فائدہ اٹھایا، آپ تمام دنیاؤں کیلئے رحمت بن کر تشریف لائے، آپؐ کی آمد سے تمام جہانوں کو رحمت وراحت ملی، اور نظام فطرت یہ ہے کہ بالعموم رحمت کی برسات ایسے وقت ہوتی ہے جبکہ رحمت کی ضرورت ہو، ساری دنیا مختلف مصیبتوں کی آگ میں جھلس رہی ہو تو خدا ابر رحمت کا نزول فرماتا ہے، اس لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ساری دنیا جب جھلس رہی تھی، ساری کائنات جب العطش العطش (پیاس پیاس) کی فریاد کر رہی تھی اس وقت خدا نے حضور ﷺ کو رحمۃ للعٰلمین بنا کر بھیجا، اب کون جانے کہ حضور ﷺ نے سارے جہانوں کے اس جہنم کو کس طرح ٹھنڈا کیا، اور کائنات کے ذرہ ذرہ نے آپ سے کس کس قسم کا فیض اٹھایا؟ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ حضور ﷺ رحمۃ للعٰلمین ہیں۔۔۔۔

قرآن میں اَلعٰلمین کا استعمال

قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن میں العٰلمین کا لفظ مختلف مواقع پر استعمال ہوا ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْعَالَمِينَ [87]

---

[87] ۔ انعام :90

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ [88]

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ [89]

ان تینوں آیات میں قرآن کو تمام عالمین کیلئے نصیحت وموعظت قرار دیا گیا ہے...... ظاہر ہے کہ قرآن کی تذکیری آفاقیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ [90]

ترجمہ: اس زمین کی طرف جس میں ہم نے سارے جہانوں کیلئے برکت رکھی ہے۔ اس سے مراد مسجد اقصیٰ ہے جس کو سارے عالم کیلئے باعث برکت قرار دیا گیا۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ [91]

ترجمہ: سب سے پہلا گھر جو لوگوں کیلئے بنایا گیا بلا شبہ وہ ہے جو مکہ میں ہے اس حال میں کہ وہ سارے عالم کیلئے باعث برکت وہدایت ہے،

اس سے مراد مسجد حرام ہے، اس کو بھی مسجد اقصیٰ کی طرح سارے عالم کیلئے برکت قرار دیا گیا ہے، مگر مسجد حرام میں ایک وصف زائد ہے یعنی خانہ کعبہ سارے عالم کیلئے برکت کے ساتھ ہدایت بھی

---

[88] ۔ یوسف :104 ،تکویر:۲۷

[89] ۔ القلم :52

[90] ۔ الانبیاء:۷۱

[91] ۔ آل عمران: 96

ہے، اس سے مسجد اقصیٰ پر مسجد حرام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ [92]

ترجمہ: پھر ہم نے ان کو (یعنی حضرت نوحؑ کو) اور (ان کے ساتھ) کشتی والوں کو نجات دی اور ان کو سارے عالم کیلئے نشانی بنادیا۔

وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ [93]

ترجمہ: اور ہم نے ان کے (یعنی حضرت مریمؓ کو) اور ان کے بیٹے (حضرت عیسیٰؑ) کو سارے عالم کیلئے نشانی بنایا۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ [94]

ترجمہ: بلا شبہ اس میں (یعنی زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں) سارے عالم کیلئے یقینا بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ [95]

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں .جوسارے عالم کا پرور دگار ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ [96]

---

[92] ۔ العنکبوت:۱۵

[93] ۔ الانبیاء:۹۱

[94] ۔ الروم :22

[95] ۔ الانعام :45

[96] ۔ الانبیاء:۱۰۷

ترجمہ :اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہان کیلئے رحمت بنا کر۔

عالمی درجات

ان تمام آیات میں غور کیا جائے تو یہ تمام آیات پانچ نقطوں میں سمٹ جاتی ہیں، یعنی قرآن کے مطابق پانچ درجے ایسے ہیں جو سارے عالم کا احاطہ کرتے ہیں، جن میں بعض کا مصداق صرف ایک ہے اور بعض کے کئی۔

۱۔رب العالمین	صرف خدائے پاک ہے
۲۔رحمتہ للعٰلمین	صرف رسول پاک ﷺ ہیں
۳۔ذکر للعٰلمین	صرف قرآن مجید ہے۔
۴۔مبارک للعٰلمین	بیت المقدس وبیت الحرام ہیں
۵۔آیات للعٰلمین	اصحاب نوحؑ، کشتی نوحؑ، حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور اقوام عالم کالسانی ولونی اختلاف۔

قرآن میں جن درجات کو عالمی قرار دیا گیاہے ان میں خدائی نشانی اور برکت کے درجے میں دنیا کی کئی چیزیں شریک ہیں، کئی چیزیں اور کئی شخصیتیں ایسی ہیں جن کو سارے جہاں کیلئے خدائی نشانی یا برکت کے طور پر مانا گیا ہے، لیکن ربوبیت، رحمت اور تذکیریہ تین ایسے عالمی درجات ہیں جن پر صرف ایک ایک فرد ہی کو فائز قراردیاگیاہے، یعنی :

(۱) عالمی ربوبیت صرف خدا کیلئے،

(۲)عالمی تذکیر صرف قرآن کیلئے،

(۳)اور عالمی رحمت صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے،

کوئی دوسرا نہیں جو ان چیزوں میں ان کا شریک ہو، جس طرح سارے عالم کا رب ایک ہے، یعنی خدا، اور سارے عالم کیلئے ذکر ایک ہے یعنی قرآن، اسی طرح سارے عالم کیلئے رحمت بھی ایک ہی ہے، یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی، اور جس طرح رب العالمین ہونے میں خدا کا اور ذکر ہونے میں قرآن کا کوئی شریک نہیں، اسی طرح رحمۃ للعٰلمین ہونے میں ہمارے حضور ﷺ کا کوئی شریک نہیں، اور اگر آپؐ کی رحمت عالمی ہے تو آپؐ کی نبوت بھی عالمی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ [97]

ترجمہ: ہم نے آپ کو جملہ نوع انسانی کے لئے بھیجا ہے۔

آپ کا خوان کرم سارے جہاں کیلئے کھلا ہوا ہے، آپ کے ابر کرم نے کسی ایک قوم کو نہیں بلکہ ساری دنیا کو مالا مال کیا، جب ساری دنیا پیاس سے تڑپ رہی تھی تو اس کو آپؐ نے چشمۂ حیوان سے نوازا، جب انسانیت مختلف بندشوں اور زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی آپؐ نے اس کو بندشوں سے آزاد کرایا، جس وقت دنیا کی تمام متمدن قومیں مختلف قسم کی

---

[97] - سبا:۲۸

لعنتوں کی شکار تھیں آپؐ کی بدولت ان کو ان لعنتوں سے نجات ملی، جب دنیا میں اختلاف وانتشار کا طوفان برپا تھا آپ ؐنے اس کو وحدت انسانی کادرس دیا۔

حضور ﷺ سے قبل دنیا کے حالات

اگر حضور ﷺ سے قبل کی تاریخ کا مطالعہ کیاجائے تو دنیا سخت ترین حالات سے دوچار تھی، تفصیل کا موقع نہیں، البتہ مختصر طورپر حضور ﷺ سے قبل کے حالات پر ایک سر سری نظر ڈال لینا مناسب ہوگا، تاکہ اندازہ ہوسکے کہ حضور ﷺ سے قبل دنیا کیسی بندشوں اور زنجیروں میں گرفتار تھی، اور حضور ﷺ نے کس طرح بلا تخصیص رنگ ونسل ساری دنیا کو ان بندشوں سے آزاد کرایا۔

یوں تودنیا میں بے شمار قومیں آباد تھیں اور ہیں، لیکن ان میں پانچ قومیں تہذیب وتمدن اوراپنی مذہبی روایات کے لحاظ سے خاصی شہرت رکھتی ہیں:

(۱)عرب(۲)یہود(۳)نصاریٰ(۴)مجوس(۵)اورہندو

اسلئے بطور نمونہ انہی کے حالات ذکر کیے جاتے ہیں، اسی سے دنیا کی چھوٹی چھوٹی قوموں کا بھی اندازہ کیاجاسکے گا۔

عرب

عرب مختلف بندشوں میں گرفتار تھے، مثلاً ان میں زناکاری عام

تھی، اپنے برے افعال کو فخریہ اپنے اشعار میں ذکر کرتے تھے، شراب ان کی گھٹی میں پڑی تھی، اورنشہ کی حالت میں جوخراب اور گندی باتیں ان سے سرزد ہوتیں ان پر انہیں کوئی ندامت نہ ہوتی تھی،، عورت کے لئے کسی جانور کا دودھ دوہنا سخت معیوب سمجھا جاتا تھا ، اگرکوئی عورت ایسا کر بیٹھتی توسارا خاندان حقیر سمجھا جاتا تھا۔

وراثت میں صرف بالغ مردوں کو حصہ ملتا تھا، عورتیں اور نابالغ بچے ترکہ سے محروم رکھے جاتے تھے، بیوہ عورت پر مرنے والے شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈال دیتا تھا، عورت خوش ہو یاناخوش وہ چادر والے کی بیوی بن جاتی تھی، سوتیلے بیٹے بھی اپنی سوتیلی ماؤں پر اس طرح قابض ہوجایا کرتے تھے۔

پردہ کوئی چیز نہیں تھی، عورتیں سر عام بے حجاب نکلتی تھیں اور اپنے جسم کا مخفی سے مخفی حصہ لوگوں کو دکھانے میں عار نہ سمجھتی تھی، مردوزن جسم کو نیل سے گودتے تھے، عورتیں مصنوعی بال لگاتیں، دانتوں کو درانتی سے تیز بناتی اور ان مصنوعی طریقوں سے خود کو نوجوان بنانے کی کوشش کرتی تھیں۔

شریف خاندانوں میں بچیوں کو زندہ درگورکرنے کا رواج تھا، اس پروہ فخر کرتے تھے اور اس کو وہ اعلیٰ شرافت کی علامت سمجھتے تھے۔

نکاح کے لئے کوئی ضابطہ مقرر نہ تھا، محرم وغیر محرم کی بھی کوئی خاص تمیز نہیں تھی۔۔۔۔۔جوا اور قمارنہایت محبوب مشغلہ تھا، اور مشہور

لوگوں کے گھر "قمار خانہ" عام بنے ہوئے تھے، لوگ توہمات وخرافات کے شکار تھے، ارواح خبیثہ کے تصرف کاوہ عقیدہ رکھتے تھے، توہماتی دیوتا اور دیویاں مانی جاتی تھیں اور ان کے بت بناکر پوجے جاتے تھے، ہر قبیلہ کا اپنا اپنا بت تھا، اور ہر قبیلہ اپنی قسمت اسی بت کے قبضہ میں سمجھتا تھا، اگر ایک قبیلہ کی عداوت دوسرے قبیلہ سے ہوجاتی اس کے بتوں سے بھی عداوت ونفرت کی جاتی تھی۔

عرب کے مشہور بت

۱۔ ہبل، ۲۔ ود، ۳۔ سواع، ۴۔ یغوث، ۵۔ یعوق، ۶۔ نسر، ۷۔ لات، ۸۔ منات، ۹۔ عزیٰ، ۱۰۔ دوار، ۱۱۔ اساف بن یعلیٰ، ۱۲۔ نائلہ بنت زیدبن جرہم، ۱۳۔ عبعب، ۱۴ -عم انس، ۱۵ -ذوالکفین، ۱۶ ۔ فلس، ۱۷۔ سعد، ۱۸۔ ذوالشری، ۱۹۔ بہم، ۲۰ -شعیر، ۲۱۔ ذوالخلصہ تھے۔

" ود" کو قبیلۂ بنو کلب، سواع کو قبیلۂ بنومدلج، یغوث کوبنو مراد، یعوق کوبنو ہمدان کی ایک شاخ، نسر کواس کی دوسری شاخ، عزی کو بنوشیبان اور بنو کنانہ، ذوالکفین کو قبیلۂ دوس، فلس کو قبیلۂ طے، سعد کو بنی ملکان ابن کنانہ، ذوالشری کو بنو حرث بن شکر، بہم کو بنو مزیز، شعیر کو بنوعنزہ اور ذوالخلصہ قبیلۂ خشم وبجیلہ معبود مانتے تھے۔

ہبل اور لات و منات کی خدائی تمام عرب میں مسلم تھی، ہذیل ونزار اور اوس، وخزرج منات کی خاص پوجا کرتے تھے، ان بتوں نے

عربوں کو چند در چند مشکلات میں مبتلا کر دیا تھا، اور ان کی بناء پر وقفہ وقفہ سے ان کے درمیان جنگوں کی آگ بھی بھڑکتی رہتی تھی۔

عربوں میں گھوڑ دوڑ کے مقابلہ کا بڑا رواج تھا، اسے "رہان" کہتے تھے، گھوڑ دوڑ میں تین یا سات گھوڑے شامل کیے جاتے تھے، گھوڑوں کے نمبر لگانے میں کبھی اتنا اختلاف بڑھ جاتا تھا کہ لڑائی چھڑ جاتی اور برسوں جاری رہتی۔

غلاموں کو آزاد کرنا اگرچہ باعث فخر تھا، مگر آزاد ہونے کے بعد بھی غلاموں پر آقا کا حق ملکیت قائم رہتا تھا، جس کو وہ دوسروں کے ہاتھ فروخت یا ہبہ بھی کرسکتے تھے، بتوں اور ارواح کے نام پر قربانیاں بھی کی جاتی تھیں، اور اونٹ، گائے، بکری کا پہلوٹا بچہ ان کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا۔

بھوک اور قحط کے وقت مویشی کا خون پی جاتے تھے، زندہ جانور کے جسم سے گوشت کاٹ کر کھا جاتے تھے، جانوروں کی حرکتوں سے یا آوازوں سے شگون لیا کرتے تھے، ٹونکے منتر پر ان کا یقین تھا، ان کی عقل وفکر پر توہمات کی پوری حکومت تھی۔

حسب ونسب پر فخر غلو کی حد تک کرتے تھے، ہر قبیلہ دوسرے قبائل کو ذلیل وحقیر سمجھتا تھا، جس کی بناء پر ان کے درمیان بسا اوقات جنگ چھڑتی رہتی تھی جو برسوں تک جاری رہتی، ان کے اندر انتقام اور کینہ جوئی کا مرض تھا، کبھی کبھی ایک ایک جنگ صدیوں اور نسلوں تک چلتی رہتی تھی۔

غرض عرب مذہبی، سیاسی، سماجی، اخلاقی، اقتصادی اور ثقافتی مختلف قسم کے عذابوں میں گرفتار تھے.... رحمۃ للعالمین ﷺ نے تشریف لاکر عرب کو ان عذابوں سے نجات دلائی، اور مصنوعی تمام بندشوں سے انہیں آزاد کرایا۔

یہود

یہودیوں کی تاریخ ہمیشہ ہی سے مصیبتوں کی داستان رہی ہے، ان میں بت پرستی و بے ایمانی کا آغاز حضرت سلیمان علیہ السلام کے اخیر عہد سے ہوا جو بعد میں پروان چڑھتا رہا، بخت نصر کے حملوں کے بعد سے تو یہ کہیں کے نہ رہے، ان کی تاریخ اسیری، مظلومی، جلاوطنی اور غلامی کے واقعات سے لبریز ہے۔

پھر جب قسطنطین اول عیسائی ہوگیا تو یہودیوں کی حالت اور خراب ہو گئی، ان کی قومیت تک ناقابل تسلیم ہوگئی اور کسی ملک میں بھی آزاد شہری کے حقوق ان کو حاصل نہ رہے۔

دینی اعتبار سے تو یہ اور بھی گئی گذری حالت میں پہونچ گئے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک کے تمام نبیوں کی انہوں نے تکذیب کی، اللہ نے اس قوم میں کثرت سے پیغمبر بھیجے لیکن انہوں نے کسی کی قدر کی اور نہ نصرت، بلکہ بعض اوقات تو انہوں نے انبیاء کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا، تورات میں انہوں نے

تحریف کرڈالی تھی، حلال وحرام کی ان میں تمیز نہ تھی، یہ لوگ حرام خوری اور سود خوری میں اتنے دلیر ہوگئے تھے کہ فتاویٰ شرعیہ فروخت ہوتے تھے، اور امیر وغریب کے مقدمات کے حساب سے قیمت طے ہو تی تھی۔

توہمات نے ان کی مذہبی روحانیت کو فنا کردیا تھا، سیدنا مسیحؑ ان کو سانپ اور سانپ کے بچے فرمایا کرتے تھے۔

حضور ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو ان کو اس حالت زار سے نکالا، اقوام عالم کے درمیان ان کو مقام عزت عطا کیا، چنانچہ آپؐ نے مدینہ پہونچتے ہی ایک بین الاقوامی معاہدہ پاس کرایا جس میں یہود کو تمدن کے مساویانہ حقوق دیئے، دینی لحاظ سے ان توہمات کا پردہ چاک کیا، شریعت کی اصل تصویر ان کے سامنے رکھی، اور یہود کے مقدمات میں تورات کے مطابق فیصلے صادر فرمائے۔

یہود کو شریعت موسوی کے سخت احکامات سے نجات دلائی، شریعت موسوی کے احکام میں شدت بہت تھی، مثلاً توبہ کیلئے خود کشی کا حکم تھا، اسی طرح دیت حرام تھی، مال غنیمت حرام تھا، ہفتہ کے دن قطعی کوئی دنیوی کام نہیں کرسکتے تھے، خدا کی عبادت گرجا سے باہر جائز نہ تھی ......

رحمۃ للعالمین ﷺ نے ان کو تمام قیود وبندشوں سے آزاد کرایا، اور جس طرح آپ نے عربوں سے محبت کی ان کے ساتھ بھی محبت کا برتاؤ

کیا۔

نصاریٰ

نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ شاگردوں سے نکلے ہیں، جن کو حضرت مسیح ؑ نے اپنی تبلیغ و تعلیم کے گواہ کے طور پر چن لیا تھا، مگر ایسے استاذ کامل کی شاگردی کا شرف حاصل ہونے کے بعد بھی یہ لوگ ایسے کچے ثابت ہوئے کہ حضرت مسیحؑ کو کئی بار ان کو تنبیہ کرنی پڑی اور کہنا پڑا کہ اگر تم میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا تو تم ایسا اور ایسا نہ کرتے، حضرت مسیح ؑ کے ساتھ ایک وقت بھی بیدار رہ کر وہ دعاء واستغفار میں مشغول نہ رہ سکتے تھے۔

حضرت مسیح ؑ کے تشریف لے جانے کے بعد ان میں عقائد واعمال کے متعلق سخت اختلافات ہوئے، مثلاً:

☆احکام شریعت (توراۃ) کی پابندی ضروری ہے یا نہیں؟

☆دوسری قوموں میں تبلیغ عیسائیت جائز ہے یا نہیں؟

☆ختنہ صرف اسرائیلیوں کیلئے ہے یا ہر اس شخص کیلئے جو عیسائیت میں داخل ہو؟ ان مسائل پر خوب گرماگرم بحثیں ہوئیں۔

ایک نیا فتنہ یہ سامنے آیا کہ پولوس جو حضرت مسیح ؑ اور ان کے ماننے والوں کا سخت دشمن تھا، حضرت مسیح ؑ کے بعد وہ عیسائیت میں داخل ہوگیا، تحریر وتقریر اور قابلیت میں وہ حضرت مسیح کے بارہ شاگردوں سے

فائق تھا، اس طرح وہ ان سب پر حاوی ہو گیا، اور حضرت مسیحؑ کی تعلیم کے خلاف ایک نئی تعلیم پیش کی، اس نے اپنے خواب کو شریعت سے اونچا درجہ دیا، اور شریعت کی حرام کردہ چیزوں کو نئی نسل کیلئے حلال قرار دیا۔

پولوس کا یہ عمل بعد والوں کیلئے نمونہ بن گیا اور اس کے بعد تو کونسلوں میں آسانی کے ساتھ تحریم حلال اور تحلیل حرام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

کونسلوں میں سب سے زیادہ زور وشور کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کی ربوبیت وابنیت کا مسئلہ اٹھا، اور سخت اختلاف ہوا، کسی نے حضرت مسیحؑ کو دو شخصیتوں اور ایک روح والا، اور کسی نے ایک شخص دو روح والا قرار دیا، کسی نے مسیح علیہ السلام کو دنیوی زندگی تک بشر اور صلیب کے بعد ابنیت پر فائز بتایا، بہت کم تھے جو قدیم عقیدے پر قائم تھے اور حضرت مسیحؑ کو خدا کا بندہ اور رسول مانتے تھے۔

تثلیث کا عقیدہ بھی کونسلوں نے نکالا، یہ عقیدہ افلاطون کے نظریۂ تثلیث (خدا، عقل اور نفس کلی) سے لیا گیا تھا، افلاطون کا نظریہ یونان میں کافی عام تھا، اس لئے مسیحیوں کے نظریۂ تثلیث کو وہاں پھلنے پھولنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی، اور یہ عقیدہ چل پڑا۔

تثلیث کے ارکان کی بابت بھی اختلاف ہوا، کسی نے کہا کہ مسیحؑ کی پیدائش خدا اور روح القدس سے ہوئی، کسی نے بتایا کہ روح القدس کی پیدائش خدا اور مسیحؑ سے ہوئی۔

اسی طرح روما وقسطنطنیہ اور مصر و یروشلم کے کلیسا نے ایک دوسرے سے افضل ہونے کا دعوی کیا، اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ ایک دوسرے پر خارج از دین ہونے کے فتوے بھی جاری ہوگئے۔

اسی دور میں رہبانیت کو عروج ہوا اور ہزاروں ہزار عورتیں اور مرد نن اور منک (راہبات اور رہبان) بن گئے، جو متمدن دنیا کیلئے بوجھ تھے، جنہوں نے کلیسا کے تقدس کو پامال کیا۔

ان میں کفارہ کا مسئلہ بھی اٹھ کھڑا ہوا جس سے عیسائیوں میں اعمال صالحہ کی رغبت کم ہوگئی اور برائیوں پر وہ جری ہو گئے، اس لئے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام پوری امت کی طرف سے کفارہ بن کر پھانسی پر لٹک گئے تھے۔

مکرو فریب، کذب ودجل، قتل وخون اور اخلاقی بحران کی یہ وہ نوع بہ نوع جھوٹی زنجیریں تھیں، جس کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یکلخت توڑدیا، اور ان طوقوں سے بوجھل عیسائیت کو نجات دلائی۔

ہندو اقوام

ہندو قوم کازوال مہا بھارت کی جنگ سے شروع ہوا، یہ جنگ کم از کم ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہوئی تھی، کہا جاتا ہے کہ سارے ہندوستان میں (جس کی آبادی اس وقت اندازاً پانچ کروڑ ہوگی) ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو فریقین کو رو اور پانڈو میں سے کسی ایک کا جانب دار نہ ہو، مگر

جنگ کا کیا نتیجہ نکلا، جنگ جب ختم ہوئی تو دونوں طرف سے صرف بارہ (١٢) مرد زندہ رہ گئے تھے، فاتحین نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے اپنی زندگیوں کا بھی خاتمہ کرلیا۔

حضرت مسیحؑ سے چھ صدی پیشتر بدھ مذہب ظاہر ہوا، بدھ مذہب کا زور راجہ اشوک کے عہد (٦٦سنہ ق م) تک رہا، اس کے بعد یہ روبزوال ہوگیا، بدھ ازم کے اصول متمدن دنیا کا ساتھ نہ دے سکتے تھے، بھکشوؤں (گداگروں) کی لاتعداد جماعت جو بدھ مت نے تیار کی تھی وہی زیادہ تر اس کے زوال اور حدود ملک سے اس کے انتقال کا سبب بنے، پران مت نے بھی اس کے نکالنے میں بہت جدوجہد کی تھی۔

بدھ مت کے بعد ملک کی حالت بد سے بدتر ہوگئی، فسق وفجور اور برائیوں کا وہ دور دورہ ہوا کہ خدا کی پناہ، چکرانت دام مارگی، سہسر بھگ درشنان مکتی، شاکت، نوراک آوک، رام ایاسک ڈنڈی وغیرہ بیسیوں ایسے فرقے پیدا ہو گئے جنہوں نے اخلاق وتہذیب کو جلاکر رکھ دیا۔ (ستیا رتھ پرکاش)

یہ فرقے پورے ہندوستان میں چھائے ہوئے تھے، انہوں نے شراب، جوا، بدکاری کو مذہب کا لباس دے کر پوتر قرار دیا۔

ہندوستان کی یہی بدترین حالت تھی جب سندھ اور شمال مغربی حدود اور جنوبی ہند سے مبلغین اسلام پہونچے، انہوں نے ملک کو حقائق ومعارف سے روشناس کرایا، اور یہاں کے لوگوں کو ان کی من گھڑت

روایات واقدار سے نجات دلائی۔

مجوس

ایران میں نہایت قدیم زمانہ سے سلطنت قائم تھی، بڑی مضبوط حکومت تھی، ہر طرف امن وسکون تھا، اس سے عیش وعشرت کا وجود ہوا جس نے ایک دن پوری ایرانی قوم کو تباہی کے خندق میں ڈھکیل دیا۔

مانی کے مذہب نے پرانے آئین کو منسوخ کیا، لوگوں میں عیش پسندی اور آوارگی کا ذہن پیدا ہوا، مزدک نے زن، زر، زمین کو ملکیت سے آزاد قرار دیا جس سے فحش وظلم اور طغیان وعصیان کا طوفان برپا ہوگیا، مائیں اپنے بیٹوں کے عشق کا شکار بنیں، اور صاحب تخت وتاج شہزادیاں اپنے فوجی افسروں کے جذبات کا نشانہ بنیں، حلال وحرام کی تمیز اٹھ گئی، محرم عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا گیا، عفت وعصمت کا لفظ لغت مجوس سے خارج کردیا گیا، فرہاد جیسے نمک حرام ملازم اپنے ہی بادشاہ کے رقیب بن گئے اور شیرویہ جیسے فرزند ناخلف نے باپ کا پیٹ چاک کرکے شیریں پر قبضہ کرلیا، بدکار سپاہی بہرام چوبیں ملکہ پوران دخت کی آتش کدۂ عشق کا ایندھن بنا۔

ایران روم کی مسلسل جنگ نے ملک کو بے چراغ بنا دیا تھا، اصل مذہب مجوس کا وجود باقی نہ رہا تھا، مقدس کتابیں سکندر کی تاخت وتاراج میں ضائع ہو چکی تھیں۔

یہ حالات تھے جب اسلام نے اس ملک کو اپنی حمایت میں لیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات نے اس وسیع ملک کے باشندوں کو جبر و استبداداور فحش و ظلم کے بندوزنداں سے آزاد کیا۔[98]

دنیا کے یہ حالات بتاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی ایک قوم ومذہب کیلئے نہیں بلکہ ساری دنیا کے انسانوں کیلئے کام کیا، ہر فرد کے غم میں شریک رہے، ہر ملک اور ہر قوم کے مسئلہ کو اپنا مسئلہ سمجھا، اور اس کو اس طرح حل کیا جس طرح انسان اپنا کوئی ذاتی مسئلہ حل کرتا ہے۔

رحمتِ عالم ﷺ کی تعلیمات واصلاحات آفاقیت کی آئینہ دار

حضور ﷺ کی پاک تعلیمات کا جائزہ لیا جائے توان میں کہیں رنگ ونسل، ذات، پات، قوم وملک اوراپنے وغیر کا امتیاز نہیں ملے گا، آپؐ نے آفاقی اصول وتعلیمات دنیا کے سامنے پیش کئے، جن سے کوئی ایک قوم نہیں بلکہ ساری دنیا کے انسان فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

رحمت ومحبت کی نہر سلسبیل آپؐ نےپوری انسانیت کیلئے جاری فرمائی، ہرپیاسااس سے سیر اب ہوسکتاہے۔

ہم مثال کے طورپر حضور ﷺ کی چند تعلیمات کاذکرکرتےہیں جو آفاقیت، عالمیت، اوررحمت عامہ کے شاندار نمونے ہیں۔

---

[98] -اقوام ومذاہب سے متعلق مذکورہ تفصیلات کتاب رحمۃ للعالمین، ص:۶۲ تا ۷۱، ج:۳ مصنفہ مولاناسید سلیمان سلمان منصورپوریؒ سے لی گئی ہیں۔

تمام دنیا کے ساتھ حسن سلوک

(۱)آپ نے تمام دنیا کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کی تعلیم دی اور اس میں کسی قسم کے امتیاز کا لحاظ نہیں فرمایا۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ [99]

ترجمہ: خدا تم لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا بلکہ خدا تو ایسے کام کرنےوالوں کو پسند کرتاہے، لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انہوں نے دین کیلیۓ تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کیلیۓ تم کو وطن سے نہ نکالاہو۔

برائی کابدلہ بھلائی سے دو

(۲)حضور ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ کاحکم دیا، اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کی تلقین فرمائی، قرآن کی زبان میں اعلان فرمایا۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ -[100]

ترجمہ: برائی کابدلہ نیکی سے دو پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری

---

[99] - الممتحنة : ۸

[100] - فصلت:۳۴

عداوت ہے وہ تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا۔

انصاف کی میزان

(۳)آپ نے انصاف کے معاملہ میں غیر جانب دارانہ اور حقیت پسندانہ رویہ اختیار کرنے کی تاکید فرمائی،اور اس میں عداوت ونفرت،یا اقربا پروری کے جذبات سے بالاتر رہنے کا حکم دیا۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ [101]

ترجمہ:کسی قوم کی عداوت تم کو نقطۂ انصاف سے ہٹا نہ دے،انصاف کرو یہی خدا شناسی سے قریب تر ہے،اور تقوی اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔

قرآن میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ [102]

ترجمہ:قوم کی یہ مخالفت کہ انھوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو تم تو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ان کی مدد کرو اور گناہ اورسرکشی کے کاموں میں

---

[101] ۔ مائدہ:۸

[102] ۔ مائدہ:۲

ان کا ساتھ نہ دو اور خدا سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ پاک سخت عذاب دینے والے ہیں۔

شہادت کی بنیاد

(۴) حضور ﷺ نے شہادت کی بنیاد واقعیت پسندی پر رکھی، اور اس میں عداوت ومحبت کے سفلی جذبات سے علحٰدہ رہنے کا حکم فرمایا، اس لئے کہ انصاف کی بنیاد شہادت پر ہے، اگر شہادت ہی درست نہ ہو تو درست انصاف بھی وجود میں نہیں آسکتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ[103]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کیلئے کھڑے ہوجاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دو۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا[104]

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف کو قائم کرنے والے اور اللہ کیلئے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے والدین کے

---

[103] - مائدہ:۸

[104] - نساء:۱۳۵

خلاف یا اقرباء کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا محتاج تو اللہ تم سے زیادہ دونوں کا خیر خواہ ہے، پس تم خواہش کی پیروی نہ کرو کہ حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کجی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

معاہدات میں توازن کا لحاظ

(۵) بین الاقوامی معاہدات میں بھی حضور ﷺ نے بہتر توازن کی تعلیم فرمائی اور اس سلسلے میں اپنی قوت کے بیجا استعمال سے منع فرمایا، حضور ﷺ نے یہود جیسی ذلیل وخوار قوم اور عیسائی جیسی معزز قوم دونوں سے اپنے دور میں معاہدات فرمائے، اور دونوں میں توازن، انصاف اور مساوات کا مکمل لحاظ فرمایا۔

مدینہ آنے کے بعد یہود سے جو معاہدہ ہوا تھا اس کی چند دفعات یہ ہیں۔

۱۔ یہود بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی۔

۲۔ جو کوئی ان سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔

۳۔ مسلمان اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی، نفع رسانی اور نیکی کے ہونگے، برائی کے نہیں۔

۔ یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل

ہیں۔

۵۔ مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔[105]

خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ ہوا۔

۱۔ اہل نجران کو خدا کی حفاظت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری حاصل ہوگی، ان کی جان، مذہب، ملک، مال، ان سے متعلق تمام موجود اور غیر موجود اشخاص، اور ان کی قوم اور ان کے پیرو اس ذمہ داری میں شامل ہونگے۔

۲۔ ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہ جائیگا۔

۳۔ اور جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے اس میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔[106]

---

[105] - الروض الأنف ج۲ ص ۳۴۵ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)۔* السيرة النبوية ج۲ ص ۳۲۲ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)، ۔* السيرة النبوية ص: ۵۰۳، ج: ۱ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)، عيون الأثر ج ۱ ص ۲۶۱ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

[106] - فتوح البلدان ج ۱ ص ۷۷ المؤلف : أحمد بن يحيى بن جابر البلاذري (المتوفى : 279هـ) القاهرة مطبعة لجنة البيان العربي 4 شارع مصطفى كامل بلاظوغلى ت 27 79 ، تاريخ اليعقوبي ج ۱ ص ۱۳۸ المؤلف : أحمد بن أبي

ان معاہدات سے حضور ﷺ کی کرم گستری، انسانیت نوازی اور رحم پرور جذبات پر بھر پور وشنی پڑتی ہے، ورنہ مفتوح ومحکوم قوم کے ساتھ کسی طرح کا بھی معاہدہ کیا جاسکتا اور ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا، مگر حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا، کہ آپ آئے ہی تھے کمزوروں اور ناتوانوں کے والی بن کر۔۔

انسانی جان کی قدروقیمت کی بحالی

(٦)۔ حضور ﷺ نے انسانی جان کی قدروقیمت بحال فرمائی، ورنہ حضور ﷺ سے قبل پوری دنیا انسانی قتل گاہ بنی ہوئی تھی، عرب کا ہر قبیلہ ایک دوسرے سے برسر پیکار تھا، صدیوں سے بھڑکی ہوئی آتش انتقام سرد نہیں ہوئی تھی، نوزائیدہ بچیوں کو زندہ درگور کیا جارہا تھا، مادر گیتی اپنی پوری نسل کو زندہ دفن کردینا چاہتی تھی، عیسائی فرقے باہم نظریاتی اختلاف کے بعد میدان جنگ میں کود پڑے تھے، اور ان کے درمیان سخت خونریزی جاری تھی، ایران پر مشرکیہ اصولوں کی حکومت تھی کسی عورت کو زندہ

يعقوب بن جعفر بن وهب بن واضح اليعقوبي (المتوفى : 292هـ)، : البداية والنهاية ج ٥ ص ٦٧ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) حققه ودقق اصوله وعلق حواشيه علي شيري الجزء الاول دار إحياء التراث العربي طبعة جديدة محققة الطبعة الاولى 1408 ه. 1988 م، –زاد المعاد في هَدْي خير العباد ج ٣ ص ٥٤٩ المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى : 751هـ)

رہنے کا کوئی حق نہ تھا، جب تک کہ وہ اپنے آپ کو قوم کی مشترکہ جائداد نہ بنادے، ......پوران دخت وایران دخت جیسی صاحب تخت وتاج حکمراں خواتین نے اس اصول کی تعمیل نہ کرنی چاہی تو فوراً ان کو تخت کی جگہ تختۂ موت دیکھنا پڑا۔

ہندوستان میں گوشائیں، بیواگی، چترانکت (آچاری) ویشنو آوک، دام مارگی چوبی مارگ ہندو فرقے باہم جنگ وجدال میں مصروف تھے، ہندوستان میں داخل ہونے والی ہندو قوموں نے یہاں کے مفتوحین کو اچھوت قرار دیا تھا، بدھ ازم اور جین مت نے ہندوؤں کی نسل کشی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی، شنکراچارج کا قائم کیا ہوا بدھ مت لوگوں کا دشمن تھا۔

غرض ساری دنیا میں انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی، ان حالات میں رحمتہ للعالمین ﷺ مبعوث ہوئے، اور انسانی جان کی عظمت وحرمت بحال فرمائی، آپؐ نے ایک انسان کے قتل کو سارے انسانوں کا قتل قرار دیا، کیونکہ قاتل اس قانون حرمت کو توڑدیتا ہے جس سے تمام انسانوں کی زندگیاں بندھی ہوئی ہیں۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا[107]

ترجمہ: اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کیا، بغیر اس کے

---

[107] ۔ مائدہ:۳۲

کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو، یازمین میں فساد برپا کیا ہو، تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کرڈالا، اور جس شخص نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے سارے انسانوں کی جان بچائی۔

اسلامی جہاد رحمت کے خلاف نہیں

رہا اسلام میں جنگ وجہاد کامعاملہ تو یہ اس اصول کے خلاف نہیں ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے جنگ کی اجازت ملک گیری یا خونریزی کیلئے نہیں دی، اور نہ اپنے مذہب کوساری دنیاپر مسلط کرنےکیلئے، بلکہ آپؐ نےاس کو مظلوموں کی امدادکا آخری ذریعہ، عاجزوں، مجبوروں، عورتوں اور بچوں کوظالموں کے پنجے سے چھڑانے کاایک وسیلہ، اور تمام مذاہب وادیان میں عدل وتوازن قائم کرنے کاآخری حیلہ قراردیا، جوظالم غریبوں کاخون چوستے ہیں، عورتوں، بچوں اور کمزوروں کوجبرواستبداد کی بھٹی میں پیستے ہیں، اور جومحبت کی زبان نہیں سمجھتے ان کیلئے تلوار ہی آخری تدبیر رہ جاتی ہے۔

دنیا کا کوئی رحمدل سے رحمدل انسان بھی ایسے حالات میں جنگ کی ضرورت کا انکارنہیں کرسکتا، اور ایسی جنگیں زحمت نہیں بلکہ دنیا کیلئے رحمت ثابت ہوتی ہیں۔

اسلام قانون جہادکے ذریعہ کمزوروں اور پسماندہ لوگوں کے حقوق کی بازیابی کرناچاہتاہے۔

قرآن کہتا ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا[108]

ترجمہ: تم خدا کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کیلئے کیوں جنگ نہیں کرتے؟ حالانکہ وہ دعائیں کررہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔

عدل وتوازن کا قیام

جنگ کا مقصد مذاہب کے درمیان عدل وتوازن قائم کرنا اور تمام مذہبی عبادت گاہوں کا تقدس واحترام بحال کرنا ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ کیوں نہ ہو، اگر کسی حالت میں جنگ کی اجازت نہ دی جائے تو کسی بھی مذہب کے مقامات مقدسہ کی حفاظت ناممکن ہو جائیگی، ظلم کا حوصلہ بڑھتا رہے گا، اور اس کا ہاتھ بڑھتے بڑھتے مذہبی عبادت گاہوں تک پہنچ جائے گا۔

قرآن اسلامی جہاد کا مقصد بتاتا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا[109]

---

[108] ۔ نساء:۷۵

[109] ۔ حج:۴۰

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ نہ روکے تو عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے، پارسیوں کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں گرادی جائیں گی، جس میں خدا کا بہت نام لیا جاتا ہے۔

رحمت عالم کی اعلیٰ ظرفی

دنیا کا کوئی پیغمبر نہیں جس نے سارے عالم کے مذہبی مقامات کی حفاظت کا ذمہ لیا ہو، جس نے کھلے دل کے ساتھ ہر طبقہ و قوم کے مقامات مقدسہ کا احترام کیا ہو، تاریخ میں کوئی قوم ایسی تیار نہ ہوئی جس نے دنیا کے تمام اقوام عالم کے ساتھ وسیع النظری اور وسیع المشربی کا ایسا مظاہرہ کیا ہو، جو رحمت عالم کی تیار کردہ قوم نے کیا، کیا کسی دوسری قوم یا پیشوائے قوم نے بھی اپنی جنگوں میں اس اصول کا لحاظ رکھا تھا؟

دوسری قوموں کی تنگ نظری

ہم تو دیکھتے ہیں کہ ایرانیوں نے پرویز کے عہد حکومت میں ایشیائے کوچک پر قابض ہونے کے بعد عیسائیوں کے گرجاؤں کو گرادیا تھا، پھر دس سال بعد جب عیسائیوں نے دوبارہ اس پر قبضہ کیا تو انہوں نے پارسیوں کی پرستش گاہوں کو فنا کر دیا۔

روما کے بادشاہوں نے جب یہودیوں کے علاقے پر قبضہ کیا تو یہودیوں کے تمام عبادت خانے زمین بوس کر دیئے گئے، حتیٰ کہ یروشلم کے زمین کو بھی جس کی عمارت ۸۰ء میں نیروشاہ روما نے گرادی

تھی، قسطنطین (اولین عیسائی بادشاہ) کی والدہ کے حکم سے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ بنا دیا گیا۔

یہ تاریخی شہادت بتاتی ہے کہ تمام اقوام ومذاہب کو صرف اپنی فکر تھی جبکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کو ساری دنیا کی فکر تھی، دوسری قوموں نے جو کیا اپنے لئے کیا، اور ہمارے حضور ﷺ کے ماننے والوں نے جو کیا وہ ساری انسانیت کیلئے کیا، اس لئے اسلامی جنگوں کے بارے میں یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اسلام تشدد اور خونریزی کے راستہ سے توسیع مملکت یا اشاعت اسلام چاہتا ہے، اسلام اپنی اشاعت کیلئے ملکوں کو نہیں دلوں کو فتح کرتا ہے، اور اس کیلئے وہ تلوار کا نہیں بلکہ اخلاق اور پاکیزہ تعلیمات کا ہتھیار استعمال کرتا ہے۔

جنگی قواعد میں بھی رحمت کا لحاظ

بلکہ اسلامی جنگوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہو گا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے جنگی اصولوں میں بھی رحمت وکرم کا کتنا لحاظ فرمایا ہے، مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنگ شروع کرنے سے کافی قبل اپنے مقابل کو الٹی میٹم دے دیا جائے تاکہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی کوئی ایسی صورت نکل آئے اور جنگ ٹل جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ[110]

یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔

جنگ کیلئے اتنی مہلت کا دیا جانابذات خود رحمت ہے، لیکن باوجود کوشش کے اگر جنگ ٹالی نہ جا سکے اور جنگ شروع ہوجائے تو بھی آپ نے بہت سی ایسی صورتوں کا استثناء فرمایا ہے، جن میں جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے، مثلاً کہا گیا ہے۔

۱۔ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ۔[111]

ترجمہ: جولوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا معاہدہ ہے۔

۲۔أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ[112]

ترجمہ: یاوہ جو حاضر ہوکر کہہ دیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کا ارادہ ختم کر چکے ہیں تو ایسے لوگ جنگ سے مستثنیٰ ہونگے۔

ایک جگہ صاف لفظوں میں کہا گیا ہے.

۳۔ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا

---

[110] ۔ توبہ:۲

[111] ۔ نساء:۹۰

[112] ۔ نساء:۹۰

جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلا[113]

ترجمہ : پھر اگر یہ لوگ علحدہ ہوجائیں اور تم سے جنگ نہ کریں، اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب خدا نے تم کو ان پر کوئی راہ نہ دی۔

۴۔ ان کے علاوہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، اور معذوروں پر بھی ہتھیار اٹھانے سے منع کیا گیا۔

جنگ کے یہ اصول بلا شبہ لطف وکرم پر مبنی ہیں، دنیا کے کس فاتح نے جنگ کے ایسے رحمدلانہ اور عادلانہ اصول بنائے ہونگے، یہ صرف رحمۃ للعالمین ﷺ کا ظرف ہے جو عین میدان جنگ میں بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ رحیمانہ اور کریمانہ برتاؤ کرتے ہیں، بیشک آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک

(۷)۔ حضور ﷺ نے ماں باپ کی خدمت واطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی، اور ماں باپ کے ساتھ ناقدری برتنے والوں کی سخت ملامت فرمائی، ارشاد ربانی ہے۔

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (23) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ

---

[113] ۔ نساء:۹۰

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔[114]

ترجمہ: اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر وہ تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں، ان میں سے ایک یادونوں، تو ان کو اف نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو، اور ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور ان کے سامنے نرمی سے عجز کے بازو جھکادو اور کہو کہ اے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا"

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں جہاد میں شامل ہونا چاہتاہوں، حضور ﷺ نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا، ہاں، فرمایا: انہیں میں جہاد کرو، یعنی ان کی ہر ممکن خدمت کرو۔[115]

عفوودرگذر کی تعلیم

(۸) رحمۃ للعالمین ﷺ نے عفو ودرگذر کی تعلیم دی اور یہ ذہن بنایا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تمہاری غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرے تو تم کو بھی اس کیلئے تیار رہنا چاہیئے کہ تم بھی دوسروں کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرو، اسلئے کہ جو چیز اپنے حق میں پسند کرتے ہو وہ

---

[114] ۔ بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴

[115] ۔ بخاری شریف، کتاب الادب: ص ۱۰۹۴، ج: ۳ حدیث نمبر: ۲۸۴۲

دوسروں کے حق میں بھی پسند کرنا چاہئے، قرآن میں ہے:

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ [116]

ترجمہ: چاہئے کہ تم معاف کرو اور درگزر کرو، کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کردے۔

نفرت کا خاتمہ

(۹)۔ خودکشی پر آمادہ انسانیت کو آپؐ نے حیات نو بخشی، اختلاف وانتشار کے ہنگاموں کو فرو کیا، نفرت وعداوت کی دنیا میں آپؐ نے محبت ویکجہتی کا درس دیا، جس کے انقلاب آفریں اثرات پڑے، خود خالق کائنات اس کی شہادت دیتا ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ۔ [117]

ترجمہ: اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے کرم سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہونچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

---

[116] ۔ نور: ۲۲

[117] ۔ آل عمران: ۱۰۳

انسانیت کو نقطۂ عروج پر پہونچایا

(۱۰) حضور ﷺ نے انسانیت پر جو بے شمار احسانات کئے ہیں ان کیلئے طویل دفتر بھی ناکافی ہے، یہاں چند صرف ان احسانات کا ذکر کرنا مقصود ہے، جو حضور ﷺ نے سلگتی اور جھلستی انسانیت پر رحمتِ عالم کی حیثیت سے کئے ہیں، آپؐ نے اپنی بے لوث رحمت وحقیقت پر مبنی تعلیمات سے انسانیت کی تقدیر بدل کر رکھ دی، ورنہ ایک وقت تھا کہ دنیا میں پالتو جانوروں اور مقدس درختوں کی تو کچھ قیمت تھی، مگر قیمت نہیں تھی تو انسانیت کی، معمولی جانوروں اور درختوں کے آگے بھی انسان اپنا سر جھکادیتا تھا، بعض مقدس روایات کی خاطر انسان کی قیمتی جانیں لی جاسکتی تھیں، انسانوں کے خون اور گوشت کے چڑھاوے چڑھائے جاسکتے تھے، آج بھی بعض بڑے بڑے ترقی یافتہ ممالک میں اس کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں ......اس بے قدر انسانیت کی قیمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھائی، آپؐ نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا کہ انسان اس کائنات کی سب سے زیادہ قیمتی، قابل احترام، لائق محبت، اور مستحق حفاظت چیز ہے، انسان سے اوپر کوئی ہستی ہے تو صرف خدائے پاک کی، قرآن نے انسان کو اللہ کا خلیفہ قرار دیاہے۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً [118]

---

[118] ۔ بقرہ:۳۰

ترجمہ: میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، (یعنی انسان)۔

اور یہ اعلان کیا کہ یہ دنیا اور یہ سارا کارخانۂ عالم اسی کیلئے پیدا کیا گیا ہے

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا[119]

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو اس زمین پر ہے

قرآن نے انسان کو اشرف المخلوقات اور اس بزم عالم کا صدر نشیں قرار دیا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا[120]

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری اور پاکیزہ روزی عطا کی، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

اس سے بڑھ کر اعزز کیا ہو سکتا ہے کہ انسان کو خدا کا کنبہ قرار دیا گیا:

عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الخلق

---

[119] ۔ بقرہ: ۲۹

[120] ۔ الاسراء: ۷۰

عیال اللہ فاحب الناس إلی اللہ من احسن إلی عیالہ [121]

ترجمہ: ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، پس خدا کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ایک حدیث قدسی میں توانسانی عظمت کونقطۂ عروج پر پہونچادیا گیاہے: **عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– « إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِى. قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ. قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِى فُلاَنًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِى عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِى. قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ. قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِى فُلاَنٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِى يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِى. قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ**

---

[121] - **المعجم الأوسط ج ۵ ص ۳۵۶حدیث نمبر:۵۵۴۱ المؤلف : أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني الناشر : دار الحرمين –القاهرة ، 1415 تحقيق : طارق بن عوض الله بن محمد ,عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني عدد الأجزاء : 10، شعب الإيمان ج ۹ ص ۵۲۱ حدیث نمبر:۷۰۴۵ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)**

قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِى فُلاَنٌ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِى »[122].

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا کہ اے فرزند آدم! میں بیمار ہوا تو مجھے دیکھنے نہیں آیا، بندہ کہے گا پرور دگار! میں تیری عیادت کیا کر سکتا ہوں، تو تو رب العالمین ہے، ارشاد ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں ہوا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑ گیا تھا، تو اس کی عیادت کو نہیں گیا، تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو، تو مجھے اس کے پاس پاتا، پھر ارشاد ہو گا اے فرزند آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، تو نے مجھے کھانا نہیں دیا، بندہ عرض کریگا پرور دگار! میں تجھے کیسے کھانا کھلا سکتا تھا، تو تو رب العالمین ہے، ارشاد ہو گا کہ تجھے اس کا علم نہیں ہوا کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اسے نہیں کھلایا، کیا تجھے اس کی خبر نہ تھی کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو، تو اس کو میرے پاس پاتا۔۔۔ اے فرزند آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، بندہ عرض کرے گا اے رب! میں تجھے کیسے پانی پلا سکتا ہوں تو رب العالمین ہے، ارشاد ہو گا تجھ سے میرے فلاں بندہ نے پانی طلب کیا تھا تو نے اسے پانی نہیں دیا، تجھے پتہ نہیں کہ اگر تو اس کو پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا"۔

---

[122] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٨ ص ١٣ حدیث نمبر: ٦٧٢١المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري -

انسانیت کی بلندی اور انسان کی رفعت ومحبوبیت کا اس سے بڑھ کر اعتراف واعلان کیا ہو سکتا ہے، اور کیا دنیا کے کسی مذہب وفلسفہ میں انسان کو یہ مقام دیا گیا ہے؟

حضور ﷺ نے انسانوں کے ساتھ رحمت وشفقت کی تاکید فرمائی، اور اس کو خدا کی رحمت وکرم کیلئے شرط قرار دیا، آپ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– « الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا مَنْ فِى الأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِى السَّمَاءِ[123]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رحم کرنے والے پر رحمٰن کی رحمت ہوتی ہے، اگر تم اہل زمین پر رحم کھاؤ گے تو آسمان والا تم پر رحم کھائے گا۔

علامہ حالیؒ نے اسی مفہوم کو اپنے اس شعر میں ادا کیا ہے.

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

انسانیت کی اس سے بڑی معراج کیا ہوسکتی ہے اور یہ معراج نصیب ہوئی سرکاردوعالم رحمۃ العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[123] ۔ الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ص ۳۲۳حدیث نمبر: ۱۹۲۴ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي

طفیل۔

وحدت انسانی کی تعلیم

(۱۱)انسانیت پر حضور ﷺ کا ایک عظیم احسان یہ ہے کہ آپؐ نے اس کی مختلف وحدتوں کو یکجا کرکے ایک وحدت میں تبدیل کیا، آپ ؐ نے وحدت انسانی کا تصور ایسے وقت پیش کیا جب انسان قوموں، برادریوں، ذاتوں اور اعلیٰ طبقوں میں بٹا ہوا تھا، ان کے درمیان انسانوں اور جانوروں، آقاؤں اور غلاموں، اور عبد و معبود کا سا فرق تھا، آج اسلام کے فیض سے وحدت انسانی کا تصور خواہ کتنا ہی مانوس ہو چکا ہو، لیکن ایک زمانہ وہ تھا جب یہ دنیا کا سب سے عجیب تصور سمجھا جاتا تھا، جو شخص یہ نظریہ پیش کرتا تھا اس کو لوگ بڑی حیرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ سارے انسان انسانیت کے ناطے یکساں کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور ان کے درمیان وحدت و مساوات کیسے قائم ہو سکتی ہے؟

دوسری قوموں کی فکری ناہمواری

یہ وہ وقت تھا جب مختلف قوموں اور خاندانوں کے مافوق البشر ہونے کا عقیدہ قائم تھا، اور بہت سی نسلوں اور خاندانوں کا نسب نامہ خدا سے یا سورج چاند سے ملایا جاتا تھا، یہود و نصاریٰ کا قول خود قرآن نے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم خدا کی لاڈلی اور چہیتی اولاد ہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ [124]

مصر کے فراعنہ اپنے کو سورج دیوتا کا اوتار کہتے تھے، ۔۔۔ ہندوستان میں سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان موجود تھے۔۔۔

شاہان ایران جن کا لقب کسریٰ (خسرو) ہوتا تھا، ان کا دعویٰ تھا کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے، اہل ایران انہیں اسی نظر سے دیکھتے تھے ان کا اعتقاد تھا کہ ان کے پیدائشی بادشاہوں کے خمیر میں کوئی مقدس آسمانی چیز شامل ہے، کیانی سلسلہ کے آخری ایرانی شہنشاہ یزدگرد کا نام بتاتا ہے کہ ایرانی اس کو خدا کا کس درجہ مقرب اور ہم نشیں سمجھتے تھے۔

چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا بیٹا تصور کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ آسمان نر اور زمین مادہ ہے، ان دونوں کے اتصال سے کائنات کی تخلیق عمل میں آئی ہے، اور شہنشاہ (ختا اول) اس جوڑے کا پہلوٹھا بیٹا ہے، (تاریخ چین از جیمبیس کار کرن)۔

عرب اپنے سوا ساری دنیا کو گونگا اور بے زبان (عجم) کہتے تھے، ان کا سب سے ممتاز قبیلہ قریش عام عربوں سے بھی اپنے کو بالاتر وبرتر سمجھتا تھا، اور اسی احساس برتری میں حج کے ایسے عمومی اجتماع میں بھی اپنی انفرادیت قائم رکھتا تھا [125]

---

[124] ۔ مائدہ:۱۸

[125] ۔ نبی رحمت ص: ۶۲۰، ۶۱۹ مصنفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ

ان حالات میں سوچئے کہ قرآن کا یہ اعلان کتنا اجنبی رہا ہو گا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[126]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو، خدا کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے، بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

قرآن نے تمام پرانے تصورات کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں، اس نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا کہ جب سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں تو ان میں امتیاز من وتو کیسا؟ رہی قومی اور قبائلی رنگا رنگی تو یہ محض شناخت کیلئے ہے، انسانیت کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں۔

حضور ﷺ نے قدسیوں اور اللہ والوں کے سب سے بڑے مجمع میں (کہ اولیا اللہ اور مقربین بارگاہ کا اس سے بڑا مجمع چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا) رحمة للعالمین ﷺ نے اعلان فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا

---

[126] ۔ الحجرات:۱۳

أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى[127]

ترجمہ: اے لوگو! تمہارا پرور دگار ایک ہے، اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، تم سب اولاد آدم ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پاک باز ہے، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں، مگر تقوی کی بناء پر۔

وحدت انسانی کے دوپہلو

دنیا کے سب سے بڑے پیغمبر نے انسانیت کے عظیم الشان اجتماع میں دو طرح کی وحدتوں کا اعلان کیا۔

ایک انسانیت کے خالق کی وحدت، دوسرے انسانیت کے بانی اور مورث کی وحدت، اور یہی وہ دوفطری مستحکم اور دائمی بنیادیں ہیں جن پر نسل انسانی کی حقیقی وحدت کا قصر تعمیر کیا جاسکتا ہے، اس طرح ہر انسان دوسرے انسان سے دوہرا رشتہ رکھتا ہے، ایک روحانی و حقیقی طور پر، وہ یہ کہ سب انسانوں اور جہانوں کا رب ایک ہے، دوسرے جسمانی اور ثانوی طور پر وہ یہ کہ سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔

توحید کی نعمت

عہد جاہلیت میں یہ دونوں وحدتیں پارہ پارہ ہو چکی تھیں، جس

---

[127] ۔ مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۱۱ حدیث نمبر: ۲۳۵۳۶ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني إسناده صحيح)

طرح انسان انسان میں فرق تھا اسی طرح رب کا تصور بھی حد سے زیادہ انتشار کا شکار ہوچکا تھا، فخر و غرور سے اپنا سر اونچا کرنے والا، خدائی تک کا دعوی کرنے والا، اور دنیا پر اپنی حکومت کا سکہ جمانے والا انسان کبھی اتنا پست ہوچکا تھا کہ وہ درختوں، پہاڑوں، دریاؤں، جانوروں، ارواح وشیاطین ہی کے سامنے نہیں بلکہ کیڑوں مکوڑوں تک کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، سینکڑوں معبودان باطل گھر گھر موجود تھے، حضور ﷺ نے انسانیت کو انتشار کے اس بدترین عذاب سے نجات دلائی، اور "رب واحد" کا تصور پیش فرمایا" آپ نے دلائل وواقعات سے ثابت کیا کہ خدا صرف ایک ہے، باقی جو ہیں سب اس کی قدرت کے مظاہر ہیں، معبود نہیں۔

حضور ﷺ کی اس تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ جن مذاہب واقوام میں کئی خداؤں کا عقیدہ تھا، وہ بھی توحید کی طرف مائل ہونے لگے، اور ان کو اپنا عقیدہ مضحکہ خیز نظر آنے لگا، انہوں نے اگرچہ اپنے مذہب اور اپنی روایات کو ترک نہیں کیا، لیکن اپنی جھینپ مٹانے کیلئے اس کی طرح طرح کی تاویلیں کرنے لگے، تا کہ ان کا عقیدہ توحید سے قریب تر ہوسکے، اس طرح یہ بالکل درست ہے کہ ساری دنیا کو عمومیت کے ساتھ توحید کی نعمت ہمارے حضور ﷺ نے دی۔

مایوسی وبدگمانی کا خاتمہ

حضور ﷺ سے قبل انسان خود اپنی فطرت سے بدگمان تھا، اور اپنے آپ پر بھی اسے کوئی اعتماد نہ تھا، اور یہ ذہن بعض ان مذاہب نے

بنایا تھا جن میں ایک کے جرم کی پاداش دوسرے سے لی جاتی تھی، یا جن میں تناسخ (آواگون) کا عقیدہ پایا جاتا ہے، جس میں انسان کے ارادہ واختیار کو مطلق دخل نہیں ہے، اور جس کی رو سے ہر انسان کو اپنے پہلے جنم کے اعمال اور غلطیوں کی سزا بھگتنی ضروری ہے، اسی طرح تحریف شدہ عیسائیت نے انسان کو پیدائشی گنہ گار قرار دیا، پھر اس کے بعد حضرت مسیحؑ کے کفارۂ گناہ والے عقیدے کی ضرورت پڑی۔

اسی طرح انسان نے جب دیکھا کہ یہاں کرتا کوئی ہے اور بھگتتا کوئی ہے، اسی طرح جزاء وسزاء کا کوئی معیار واختیار نہیں ہے، اس نے یہ بھی دیکھا کہ یہاں ہر ایک شخص پیدائشی گناہ گار ہے، تو پھر کیا ضرورت ہے اعمال صالحہ کی، اور کیا حاجت ہے خدا کیلئے ریاضت وعبادت کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان خود اپنے آپ سے بدگمان ہوگیا، اور اس مایوسی نے اسے بداعمالیوں پر جری بنادیا۔

توبہ کی ترغیب

حضور ﷺ نے اس مایوسی کی فضاء کو ختم کیا، انسان کا اپنے اوپر اعتماد بحال کیا، حضور ﷺ نے دنیا کو بتایا کہ انسان فطرۃً پاکباز پیدا ہوا ہے، اور ہر انسان اپنی اصل کے لحاظ سے خدا کا مقرب ہے، اور یہ گناہ وخطا انسان کی عارضی کیفیت ہے، اس کی وجہ سے انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے، یہ کیفیت سچی توبہ سے دور ہوسکتی ہے، حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ اس سے خوش ہوتا

ہے کہ انسان گناہ کرکے اس سے معافی مانگے، اس لئے کہ اللہ کی ایک صفت غفار بھی ہے، حضور ﷺ نے خدا کی طرف سے دل شکستہ انسانوں کو یہ پیار بھرا پیغام تسلی سنایا۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ [128]

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کردیتاہے، بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑارحم کرنے والا ہے:

حضور ﷺ نے گناہ سے توبہ کرنے والوں کو تسلی دی کہ:

التائب من الذنب كمن لا ذنب له [129]

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایساہوجاتا ہے جیسے کہ اس کاکوئی گناہ ہی نہ ہو۔

قرآن نے واضح لفظوں میں اعلان کیاکہ انسان اپنی زندگی کا آغاز

---

[128] ۔ الزمر:۵۳

[129] ۔ **قال السندي الحديث ذكره صاحب الزوائد في زوائده وقال إسناده صحيح .رجاله ثقات .(: سنن ابن ماجه ج ۲ ص ۱۴۱۹ حدیث نمبر: ۴۲۶۰ المؤلف : محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني الناشر : دار الفكر – بيروت تحقيق : محمد فؤاد عبد الباقي عدد الأجزاء : 2 مع الكتاب : تعليق محمد فؤاد عبد الباقي والأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها)**

خود کرتا ہے، اور خود ہی اپنے اچھے یا برے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے، وہ کسی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار اور جواب دہ نہیں ہے۔

أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (38) وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (39) وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى (40) ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى [130]

ترجمہ: یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے، اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی، پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔

قرآن نے انسانوں کی مایوسی ختم کرنے کیلئے کہا کہ مایوس مت ہو، مایوسی اچھی چیز نہیں ہے، مایوسی تو کفر وضلالت کے بطن سے جنم لیتی ہے، تم اگر مومن ہو تو پھر تمہیں مایوسی کیسی؟

حضرت یعقوبؑ کی زبانی کہلوایا گیا:

وَلَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ [131]

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ کی رحمت سے وہی لوگ مایوس ہوسکتے ہیں جو خدا کے منکر اور اس کی ذات وصفات سے نا آشنا ہیں۔

ایک دوسری جگہ حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے اعلان کرایا گیا:

---

[130] ۔ النجم: ۳۸ - ۴۱

[131] ۔ یوسف: ۸۷

وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ [132]

ترجمہ: اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا کون مایوس ہوسکتا ہے۔

اگر چہ حضور ﷺ سے قبل بھی بہت سے مذاہب میں توبہ کا اصول موجود تھا، لیکن ایک تو وہ مذاہب اپنے دائرۂ کار کے لحاظ سے محدود تھے، دوسرے توبہ کا یہ جامع تصور موجود نہیں تھا جو حضور ﷺ نے پیش فرمایا، تیسرے ساری دنیا میں بپھرے ہوئے طوفانوں کے مقابلے کی ان میں تاب نہیں تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری دنیا کفر و ضلالت، جہالت و کم فہمی، اور یاس وقنوط کے اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی، تاریخ میں سب سے پہلے جس شخصیت نے پوری قوت وطاقت کے ساتھ یاس و قنوط کے دبیز پردوں کو چاک کیا اور توبہ و استغفار کا زریں اصول شکستہ دل انسانیت کے سامنے پیش کیا، وہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، اسی بناء پر آپؐ کے ناموں میں ایک نام "نبی التوبۃ” بھی ہے، یعنی توبہ وانابت کے پیغامبر۔

یہ حضور ﷺ کا جذبۂ رحمت ہی تھا جس نے تمام شکستہ دل انسانوں کو جوڑنے کی کوشش فرمائی، اور زخم خوردہ انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھا، کسی ایک طبقہ وخطہ کے لوگوں کیلئے نہیں بلکہ سارے عالم کے

---

[132] ۔ الحجر: ۵۶

انسانوں کیلئے، بیشک حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔

دین ودنیا کے تضاد کا خاتمہ

حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپؐ نے دین ودنیا کی وحدت کا تصور قائم کیا، پہلے زمانے میں دین اور دنیا دو متضاد چیزیں سمجھ لی گئی تھیں، جس کا لازمی مطلب یہ تھا کہ کوئی شخص دین ودنیا دونوں کا جامع نہیں ہو سکتا تھا، یہ دونوں الگ الگ کشتیاں تھیں اور کوئی شخص بیک وقت ان دونوں کشتیوں میں سوار نہیں ہو سکتا تھا، دین کو اختیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ دنیا سے یک دم کنارہ کش ہو جائے اور دنیوی تمام تعلقات کو بالائے طاق رکھدے، جس کا نام رہبانیت تھا، اور اگر کوئی شخص دنیا کے ساتھ لگا رہنا چاہتا تو اس کو دین چھوڑ دینا پڑتا تھا، اس طرح پوری دنیا دو کیمپوں میں بٹی ہوئی تھی، ایک اہل دنیا کا کیمپ تھا، تو دوسرا اہل دین کا، پھر ان دونوں کیمپوں کی رقابت وجنگ کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ دونوں کے درمیان نقطۂ اتحاد کا تصور کرنا بھی مشکل ہو گیا، یا تو انسان دنیا کے معاملہ میں بالکل شتر بے مہار ہو گیا تھا یا پھر دین کے نام پر راہب اور سادھو بن گیا تھا۔

یہ ہمارے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا معجزہ تھا کہ آپؐ نے دین ودنیا کی اس غیریت ورقابت کو ختم فرمایا، آپؐ نے بتایا کہ: دین اور دنیا اپنی ذات سے کوئی چیز نہیں ہے، اصل چیز انسان کا عزم وارادہ، نیت

واحساس اور جذبہ و خیال ہے، انسان اچھی نیت سے کوئی کام کرے تو وہ اچھا ہے، اور بری نیت سے کرے تو خراب ہے، حضور ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ دنیا کا کوئی کام بھی اگر حسن نیت کے ساتھ اور خدا کی رضاجوئی کیلئے کیا جائے، تو وہ عبادت اور مستحق ثواب ہے، اور کوئی دینی کام بھی غلط ارادہ سے کیا جائے تو وہ خالص دنیا بن جاتا ہے، اس پر کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا، کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں حسن نیت کے ساتھ لقمہ ڈالے تو یہ بھی عبادت ہے، اور کوئی غلط نیت کے ساتھ جہاد وقربانی اور ہجرت وعبادت بھی کرے تو بے کار ہے، اس پر ثواب تو کیا خدائی گرفت کا اندیشہ ہے، اس طرح آپؐ نے دین ودنیا دونوں کو نیت وارادہ کی زنجیر سے جوڑ دیا اور دونوں کی غیریت ختم فرما کر ایک لڑی میں پرو دیا، اب یہاں نہ کوئی دنیا دار ہے اور نہ کوئی تنہا دین دار ہے، ہر ایک مسلمان ہے، اور جو مسلمان ہے وہ دین ودنیا دونوں کا جامع ہے، اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے الفاظ میں:

"یہاں لباس دنیا میں درویش، قبائے شاہی میں فقیر وزاہد، سیف وتسبیح کے جامع، رات کے عبادت گذار اور دن کے شہسوار نظر آئیں گے، اور اس میں کسی قسم کا تضاد محسوس نہیں ہو گا"۔ [133]

---

[133] ۔ نبی رحمت، ص: ۲۳۶

معیار حسن کی تبدیلی

(۱۴)۔ حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ آپ ؐ نے حسن وجمال اور عزت وکمال کا معیار تبدیل کر دیا، پہلے عزت وکمال کا معیار دنیا طلبی، شان وشوکت، دولت وحکومت اور قوت وجاہ تھی، انسان چھوٹے چھوٹے دائروں میں منقسم تھا، اور ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی فکر میں تھا، بڑا انسان وہ مانا جاتا تھا جو بڑا دولت مند ہو، یا بڑا طاقت ور ہو، یا حکومت و شوکت جس کے پاس ہو، اس لئے ہر شخص کی جدو جہد کا نقطۂ عروج یہ تھا کہ وہ بڑے سے بڑا دولتمند بن جائے، حاکم وقت ہوجائے، دنیا میں اپنی طاقت وقوت کا سکہ جمادے، مختصر یہ کہ حضور ﷺ سے پہلے انسانی کمال وارتقاء کا معیار سراسر مادی تھا، حضور ﷺ نے اس معیار کو بدل کر معنوی بنادیا، آپ ؐ نے کہا کہ یہ چیزیں حیوانیت و بہیمیت یا شیطانیت کی پیداوار ہیں، انسان رحمٰن کا خلیفہ ہے، شیطان یا حیوان کا نہیں، اس لئے اس کی ترقیات و کمالات کا معیار بھی رحمانی ہونا چاہئے نہ کہ شیطانی یا حیوانی، قرآن نے کہا: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ[134]

ترجمہ: سب سے زیادہ عزت والا خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔

---

[134] ۔ الحجرات:۱۳

یعنی معیار کمال دنیا طلبی نہیں خدا طلبی اور خدا ترسی ہے، اور جو شخص عزت و عظمت کا طلب گار ہے اس کو چاہئے کہ خدا کا راستہ پکڑے، جو کرے خدا کیلئے کرے، ایک انسان کا سب سے بڑا اعزاز یہی ہے، اور یہی اعزاز اس کی فطرت سے ہم آہنگ ہے، چنانچہ حضور ﷺ کے بعد دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا، دنیا کیلئے دوڑنے دھوپنے والی قوم خدا کے راستے پر سرگرداں نظر آنے لگی، مادیت کے پرستار انسانیت نے معنویت وروحانیت کو اپنا سرمایہ بنا لیا، اور حصول دنیا کو سب سے بڑا اعزاز سمجھنے والے لوگوں نے خدا طلبی اور علم ومعرفت کو اپنے سروں کا تاج بنا لیا، انسانوں کے مزاج بدل گئے، دلوں میں خدائی محبت کا شعلہ بھڑکا، خدا طلبی کا ذوق عام ہوا، اور انسانوں کو ایک نئی دھن لگ گئی۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی ؒ کی خوبصورت تعبیرات کا لطف لیتے ہوئے ان کی کتاب "نبی رحمت" کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"عرب وعجم، مصر وشام، ترکستان اور ایران، عراق وخراسان، شمالی افریقہ اور اسپین، اور بالآخر ہمارا ملک ہندوستان اور جزائر شرق الہند سب اسی صہبائے محبت کے متوالے اور اسی مقصد کے دیوانے نظر آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسانیت صدیوں کی نیند سوتے سوتے بیدار ہوئی، آپ تاریخ وتذکرے کی کتابیں پڑھئے تو آپ کو نظر آئیگا کہ خدا طلبی اور خدا شناسی کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا شہر شہر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں، بڑی تعداد میں ایسے خودمست، عالی ہمت، عارف کامل، داعی حق اور

خادم خلق، انسان دوست، ایثار پیشہ انسان نظر آتے ہیں، جن پر فرشتے بھی رشک کریں، انہوں نے دلوں کی انگیٹھیاں گرمادیں، عشق الٰہی کا شعلہ بھڑکادیا، علوم وفنون کے دریا بہادیئے۔۔۔ محبت کی جوت جگادی، اور جہالت ووحشت، ظلم وعداوت سے نفرت پیداکردی، مساوات کا سبق پڑھایا، دکھوں کے مارے اور سماج کے ستائے ہوئے انسانوں کو گلے لگایا، ایسامعلوم ہوتا ہے کہ بارش کے قطروں کی طرح ہر چپۂ زمین پر ان کا نزول ہوا ہے اور ان کا شمار ناممکن ہے"۔[135]

ترک شراب کی تعلیم

(۱۵) حضور ﷺ کی تعلیمات کا یہ پہلو بھی بہت اہم ہے کہ آپ نے شراب ونشہ میں دھت انسانیت کو اس لعنت سے نجات دلائی، جس وقت تمام دنیاشراب پر لٹو تھی، جب بزرگوار پولوس کی ہدایت کے پاپند سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے، جب ایران شراب کے پیالہ کوجام جم سمجھتا تھا، جب ہندوستان دیوتاؤں اور ٹھاکروں کے تقرب کیلئے اس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا، جب بہت سے دینی ودنیوی مراسم کی تکمیل شراب کے بے غیر نہیں ہوسکتی تھی، جب عرب کے کسی شاعر وزبان آور کاکلام شراب کی تعریف وتوصیف سے خالی نہ ہوتاتھا، شراب گویا ان کی گھٹی میں پڑی تھی، ایسے وقت میں ہمارے حضور ﷺ نے دنیاکو ترک

---

[135] ۔ نبی رحمت، ص: ۶۳۴

شراب کی تعلیم دی، اور فرمایا کہ شراب ام الخبائث ہے، تمام گناہوں کی جڑ شراب ہے، فتنوں کی آگ بھڑکانے والی شراب ہے، شراب میں انسان غلط اور صحیح کی تمیز کھو بیٹھتا ہے، شراب انسان کو اندھا کر دیتی ہے ماں بیٹی اور بیوی کا امتیاز اس سے اٹھ جاتا ہے، شراب انسان کو مفلوج و معطل کر دیتی ہے، اس کے ہاتھ سے عدل وانصاف، اور صدق وحق کی میزان گر جاتی ہے، اور جس سوسائٹی میں شراب کا رواج ہوتا ہے وہاں اخلاقی مفاسد کا طاعون پھیل جاتا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے معاشرہ میں اس بھڑکتی ہوئی جہنم کا مشاہدہ فرمایا، اور تڑپ گئے، آپؐ نے آگے بڑھکر بڑی محبت کے ساتھ انسانوں کو شراب کے نقصانات سے آگاہ کرایا، اور اس کو ایک اچھے انسان کے مضرت رساں قرار دیا،

حضور ﷺ نے ایک عرصہ تک لوگوں کا ذہن بنایا، اور ان کے دل ودماغ میں شراب کی برائیاں پیوست کرائیں، پھر ترک شراب کا حکم نافذ فرمایا۔

اسلام کے اس حکم کا تیرہ سو (۱۳۰۰) برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا، بالآخر یورپ کی جنگ عظیم (از ۱۴/ تا ۱۹۱۸ء) نے اس حکم کی اصلیت کو منکشف کر دیا، ..... شاہ برطانیہ جارج پنجم نے ترک مےنوشی میں قوم کو خود نمونہ بن کر دکھایا، پھر روس و انگلستان وفرانس میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا، امریکہ نے شراب نہ تیار کرنے کا عزم ظاہر کیا، ہندوستان کے بھی کئی حصوں میں اس پر پابندی لگائی گئی، یہ انقلاب تھا

ہمارے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا، کہ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی نے دنیا کو اس لعنت سے آگاہ فرمایا، اور منع شراب کا قانونِ رحمت سارے عالم کے سامنے پیش کیا۔

تعصبات کا خاتمہ

(۱۶) ہمارے حضور ﷺ نے بیجا تعصبات کا خاتمہ فرمایا، اور اپنی تعلیمات ونوازشات میں بغیر کسی نسلی، لسانی، مذہبی، جغرافیائی یا لونی تعصبات کے سارے نوع انسانی کو جگہ مرحمت فرمائی، کوئی نہیں جس کو محض تعصب کی بناء پر یہاں سے نکالا گیا ہو، عطائے حقوق کا معاملہ ہو یا مذہبی اور فکری آزادی کا، تحفظ شریعت کا موقع ہو یا اعتراف حق کا، کسی مقام پر کسی کو ہمارے حضور ﷺ نے نظر انداز نہیں فرمایا، یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ وہ اپنی تعلیمات میں بے پناہ وسعت وعمومیت رکھتا ہے، یہاں تنگ نظری اور تعصب نام کی کوئی چیز نہیں ہے، قرآن کی درج ذیل آیات دیکھئے اور غور کیجئے کہ قرآن نے جس وسیع تناظر میں گفتگو کی ہے اس سے عصبیت وتنگ نظری کی بنیادیں کیسے منہدم ہو گئی ہیں۔

۱-يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ [136]

ترجمہ: اے ایمان والو! معاملات اور معاہدات کو پورا کرو۔

کوئی قید نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ ہو یا غیروں کے ساتھ

---

[136] ۔ مائدہ:۱

، قرآن نہایت عموم کے ساتھ تمام معاملات کی تکمیل کا حکم دیتا ہے، خواہ وہ کسی سے ہوئے ہوں۔

۲۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِالْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا[137]

ترجمہ: اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبہ سے روکا تھا تم کو ادھر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان پر زیادتی کرنے لگو۔

اس میں نہایت وضاحت کے ساتھ قومی عصبیت کے بیجا استعمال سے منع فرمایا گیا ہے۔

۳۔ وَتَعَاوَنُواعَلَى الْبِرِّوَالتَّقْوَى وَلَاتَعَاوَنُواعَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ [138]

ترجمہ: نیکی وخدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وسرکشی میں مدد نہ کرو۔

اس میں بھی اپنے اور غیر کی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے، نیک کام خواہ کوئی کررہاہو اس کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ درست نہیں کہ محض قومی عصبیت کی بناء پر کسی نیک کام کی مخالفت کی جائے۔

۴ -وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ

---

[137] ۔ مائدہ:۲

[138] ۔ مائدہ:۲

اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ[139]

ترجمہ: اے رسول کہہ دیجئے اللہ نے جو کتاب اتاری میرا اس پر ایمان ہے، اور مجھے حکم دیا گیاہے کہ میں تمہارےدرمیان عدل قائم کروں، ہمارا رب اور تمہارا رب اللہ ہی ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہی ہم کو اکٹھا کرے گااور اللہ ہی کی طرف واپسی ہو گی۔

اس آیت میں فکرو عمل کی جس آزادی کا اعلان کیا گیا ہے اس کی نظیرکسی مذہب وقوم میں نہیں پیش کی جاسکتی۔

۵۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[140]

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ کے واسطے قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی عداوت تم کو بے انصافی پر آمادہ نہ کرے، عدل کرو، عدل ہی خدا ترسی سے قریب تر ہے، اللہ سے ڈرو وہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

اس آیت میں حق وانصاف کے معاملہ میں قومی عصبیت وتنگ

---

[139] ۔ شوریٰ:۱۵

[140] ۔ مائدہ:۸

نظری کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہے۔

۶۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ [141]

ترجمہ :اے رسول! کہہ دیجئے اے اہل کتاب! (یہودیو! اور عیسائیو!) آؤ ایک ایسی بات پر سمجھوتہ کرلیں جو ہمارے اور تمہارے لئے مساوی ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں، اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیں، اللہ کے سوا کوئی انسان کسی انسان کو اپنا رب نہ ٹھہرائے، اگر یہ لوگ اس پیغام سے انکار کریں تب ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہنا ہم تو ان احکام کے ماننے والے (مسلمان) ہیں۔

اس آیت میں اختلاف کے باوجود اتفاق کی دعوت دی گئی اور اس کے لئے ایک نقطۂ اتفاق تجویز کیا گیا ہے، لیکن کوئی محض ضد وعناد کی بناء پر اس نقطۂ اتفاق کو بھی نہ مانے تو بھی ان سے تعرض کرنے کو نہیں کہا گیا، بلکہ فکرو خیال کی پوری آزادی دی گئی ہے۔

اسلام کے علاوہ کوئی مذہب نہیں جس نے اتنی رواداری سے کام لیا ہو، اور جس نے تعصب کی ایک ایک بنیاد کو اکھاڑ کر پھینک دیا ہو۔

قرآن نے صاف لفظوں میں مذہبی آزادی کا اعلان کیا:

---

[141] ۔ آل عمران:۶۴

۷۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[142]

ترجمہ: دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی دباؤ یا سختی نہیں، حق باطل سے ممتاز ہوچکا ہے۔

وسیع النظری کی عملی تعلیم

اور صرف نظریاتی حد تک نہیں بلکہ عملی طور پر بھی حضور ﷺ کے اقدامات کا اگر جائزہ لیاجائے تو آپؐ کا ہر اقدام کسی بھی قسم کے تعصب سے بالاتر نظر آئے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر جو معاہدہ یہودیوں کے ساتھ کیا تھا اس میں آپؐ نے یہودیوں کو مسلمانوں کے برابر درجہ دیا، اور اس میں کسی بھی قسم کے تعصب کو راہ نہیں دی، جبکہ یہود وہ ذلیل قوم ہے جس نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال پھیلائے، بلکہ اسلام سے قبل ان کی پچھلی تاریخ بھی سازشی سرگرمیوں سے لبریز ہے، اسی بناء پر اقوام عالم کے درمیان اس کو کسی دور میں بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا، بابل کی بت پرست سلطنت نے ہمیشہ ان کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کیا، مصر کی حکومت نے بھی ان پر رحم نہیں کھایا اور نہ یہودیوں کی نسل میں پیدا ہونے والے مسیحؑ کی امت نے ان کو کبھی انسان یا آدمی سمجھ کر ان سے کوئی مراعات کی، لیکن حضور ﷺ نے یہود کے اس ذلت آمیز پس منظر کو

---

[142] - بقرہ:۲۵۶

نظرانداز کرتے ہوئے ان کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کیا، جو بلاشبہ آپؐ کے رحمت عالم ہونے کا ثبوت ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی رواداری

حضورﷺ تو خیر پیغمبر رحمت ہی تھے، آپؐ کے غلاموں کے غلاموں نے بھی ہمیشہ دوسری اقوام کے ساتھ فراخ دلانہ اور غیر متعصبانہ معاملہ کیا، جس کی نظیر دوسری قوموں میں مشکل سے ملے گی، اس کی ایک موٹی سی مثال خود ہندوستان میں لے لیجئے، ..... یہاں اونچی قوموں کیلئے لفظ آریہ نہایت موزوں سمجھا جاتا ہے، مگر آریہ ورت کا جو رقبہ کتاب "سیتارتھ پرکاش" میں بیان کیا گیا ہے، اس میں مدراس، بنگال، اور صوبۂ بہار کے اکثر علاقے شامل نہیں ہیں، اس طرح اس احاطہ بندی نے کروڑوں انسانوں کو شریف قوم یا آریہ کہلانے سے محروم کردیا۔

مگر مسلمانوں کی فیاضی دیکھئے انہوں نے دریائے انڈو (اٹک) کو قدرتی حد قرار دے کر اس طرف رہنے والوں کو ہندو لقب دیا، اس طرح اس ملک کے تمام شہریوں کو شریفانہ مقام ملا۔

اس کے بعد جب مسلمانوں کا یہاں کے لوگوں کے ساتھ معاملہ پڑا تو انہوں نے ان کو لالہ کا خطاب دیا، جس کے معنی بڑا بھائی ہیں، اور یہ لفظ ابتک سرحدی صوبہ میں اسی معنی میں خود مسلمانوں کے درمیان مروج ہے۔

عالمگیر اورنگ زیبؒ کو متعصب کہا جاتا ہے، مگر ان کے دربار کے

ہندو امراء کی فہرست اکبر کے دربار سے (جن کی رواداری مسلم ہے) زیادہ لمبی ہے، اورنگ زیبؒ نے راجپوتانہ کی ہندو ریاست کو اپنی حکومت میں شامل نہیں کیا، حالانکہ دکن کی چار اسلامی سلطنتوں کو انہوں نے فتح کرکے جزوِ سلطنت بنالیا تھا۔[143]

اس کے علاوہ مسلمانوں نے ہندو راجاؤں کو عظیم الشان خطابات دیئے، مندروں کیلئے بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں، ان کو بڑے بڑے عہدوں سے نوازا، کیا کوئی اور قوم اس کی مثال پیش کرسکتی ہے؟ اور کیا کسی دوسری قوم نے بھی مسلمانوں کو اتنا ممنون کرم کیا ہے، جتنا مسلمانوں نے ساری انسانیت کو کیا ہے؟ انصاف پسند تاریخ داں اس کا جواب نفی کے سوا نہیں دے سکتا[144]

قوموں کے کردار پر مزاج نبوت کا اثر پڑتا ہے، اور ہمارے حضور ﷺ چونکہ مساواتِ انسانی کے سب سے بڑے علمبردار تھے، اس لئے آپؐ کی امت کا جو ذہن تیار ہوا، اس پر اس کا عکس پڑا۔

انسانی مساوات کی تعلیم

(۱۷)۔ حضوراکرم ﷺ کی نگاہ میں دنیا کے سارے انسان برابر

---

[143] ۔رحمۃ للعالمین، ص:۴۷۴ج:۲)

[144] ۔تفصیل کے لئے دیکھیں حقیر مؤلف کی کتاب "قوانین عالم میں اسلامی قانون کا امتیاز، ج ۱

ص

تھے، سب سے پہلے آپؐ ہی نے مساوات کا اعلان کیا، اور واضح طور پر ان تمام تفریقات کا خاتمہ فرمایاجو انسانوں نے خود پیدا کرلئے تھے، ارشاد فرمایا:

أَلاَ لاَ فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلَی أَعْجَمِیٍّ وَلاَ لِعَجَمِیٍّ عَلَی عَرَبِیٍّ وَلاَ لأَحْمَرَ عَلَی أَسْوَدَ وَلاَ أَسْوَدَ عَلَی أَحْمَرَ إِلاَّ بِالتَّقْوَی[145]

ترجمہ: عرب کے کسی باشندے کو عجم کے کسی باشندے پر اور عجم کے کسی شخص کوعرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کوکالے رنگ والے پراور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کا ذریعہ صرف خدا ترسی ہے۔

مساوات کے عملی نمونے

عملی طور پر بھی آپؐ نے انسانیت کو درس دیا کہ سارے انسان بحیثیت انسان برابر ہیں، فرق درجات میں ہوسکتا ہے، حقوق انسانی میں نہیں۔ ا۔ جنگ بدر کے موقع پر سواریاں کم تھیں، ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں کیلئے مقرر ہواتھا، دوسوار ہوجاتے اور ایک شخص پیدل چلتا، اس طرح ہر شخص باری باری پیدل چلتا اور سوار ہوتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابوالدرداء

---

[145] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۳۸ ص ۴۷۴ حدیث نمبر: ۲۳۴۸۹ المؤلف : أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ)۔

شریک تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی نوبت آتی توآپؐ پیدل چلتے وہ دونوں سوار ہوتے۔[146]

جب کہ لشکر میں کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا جو حضور ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کردینے کاجذبہ نہ رکھتا ہو، پھر وہ کیسے گوارہ کرسکتے تھے کہ وہ سوار ہوں اور حضور ﷺ پیدل چلیں۔..... مگر رحمۃ للعالمین ﷺ انسانیت کو مساوات کادرس دینے آئے تھے، اور آپؐ اپنی رحمت میں دنیا کے سارے انسانوں کو شریک کرناچاہتے تھے، اسلئے کسی کومجالِ انکار نہ تھی۔ اس قسم کے واقعات حیات نبویؐ میں بہت ملتے ہیں:

۲۔ حضور ﷺ نے اپنی سگی پھوپھی زاد بہن کی شادی زید بن حارثہؓ سے کی، جن کو اہل مکہ زرخرید غلام جانتے تھے، اور جن کو بازار عکاظ سے خرید کر لانے والے حکیم بن حزامؓ (حضرت خدیجہ کے خواہر زادہ) ابھی موجود تھے، [147]

---

[146] - سنن النسائي الكبرى ج ٥ ص ٢٥٠ حدیث نمبر : ٨٨٠٧ المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1411 – 1991 تحقيق : د.عبد الغفار سليمان البنداري , سيد كسروي حسن عدد الأجزاء : 6)

[147] - أسد الغابة ج ١ ص ٣٩٥ المؤلف : عز الدين أبو الحسن علي بن أبي الكرم بن محمد بن الأثير (المتوفى : 630هـ) الإستيعاب في معرفة الأصحاب ج ١ ص ١٦١ المؤلف : أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى : 463هـ) الإصابة في معرفة الصحابةج ١

۳۔ ایک بار حضرت ابوذر غفاری ؓ نے اپنے غلام کو او حبشی کے بچے! کہہ دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! ۔۔۔ تمہارے اندر ابھی جہالت کی بو موجود ہے[148]

۴۔ ایک موقع کا ذکر ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری ؓ نے اپنے غلام کو کسی وجہ سے مارا، حضور ﷺ بھی اسی وقت پہونچ گئے، آپؐ نے فرمایا ابو مسعود! جو قدرت تجھے اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ کو تجھ پر ہے، حضرت ابو مسعود ؓ نے یہ سن کر قسم کھائی کہ آئندہ کبھی غلام کو نہیں ماریں گے، اور اس غلام کو اسی وقت آزاد کر دیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم

ص ٣٩٢ المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ) : الطبقات الكبرى ج ١ ص ۴۹۷ المؤلف : أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء ، البصري ، البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى : 230هـ) المحقق : إحسان عباس الناشر : دار صادر – بيروت الطبعة : 1 – 1968 م عدد الأجزاء : 8) تاريخ دمشق ج ١٩ ص ۳۴٦ المؤلف : أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى : 571هـ) دراسة وتحقيق علي شيري دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع جميع حقوق الطبع إعادة الطبع محفوظة للناشر الطبعة الاولى 1419 – هـ – 1998 م دار الفكر بيروت لبنان)

[148] ۔ الجامع الصحيح المختصر ج ١ ص ٢٠ حدیث نمبر : ٣٠ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي*.

ایسا نہیں کرتے تو جہنم کی آگ سے بچ نہیں سکتے تھے۔[149]

۵۔ ایک جنگ میں تقسیم غنیمت کے موقعہ پر ایک صحابی بار بار تفہیم کے باوجود صف سے متجاوز ہوجاتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتلی چھڑی یا مسواک سے جو حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی ان صحابی کے پہلو میں چوکا دیا کہ برابر ہوجاؤ، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے تو اس سے تکلیف پہونچی، میں تو بدلہ لونگا فرمایا میں موجود ہوں، وہ بولا کہ میرے بدن پر تو کرتا نہ تھا، حضور ﷺ نے بھی کرتا اٹھا لیا تو اس نے بڑھ کر جسد نورانی کو چوم لیا، عرض کیا کہ میرا مقصد اس گستاخی سے یہ تھا کہ قیامت کے دن آپ میری شفاعت فرمادیں۔[150]

اس نیک دل صحابی کی نیت خواہ کچھ بھی رہی ہو، مگر مساوات کا عالم یہ ہے کہ فخر موجودات ایک ادنیٰ امتی کو بدلہ دینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

---

[149] - **الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٥ ص ٩٢ حدیث نمبر: ۴۳۹۸ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري -**

[150] - **معجم الصحابة ج ۴ ص ۸ حدیث نمبر :٩١٠ المؤلف : أبو الحسين عبد الباقي بن قانع بن مرزوق بن واثق الأموي (المتوفى : 351هـ) معرفة الصحابة ج ١١ ص ٣٢٨ حدىث نمبر : ٣٥٩٣ المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ) سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ٧ ص ٧٠ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)**

۶۔ فاطمہ نامی ایک عورت مکہ میں چوری کے جرم میں ماخوذ ہوئی، ان کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹ دینے کا فیصلہ فرمایا، لوگوں نے حضرت اسامہؓ کے ذریعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت پیارے تھے سفارش کرائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو؟ سنو! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا[151] ۷۔ سواد ابن عمرؓ کہتے ہیں وہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رنگین کپڑے پہن کر گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حُط حُط فرمایا، اور چھڑی سے ان کے شکم میں ٹھوکا بھی دیا، میں نے کہا یارسول اللہ! میں تو قصاص لونگا، حضور ﷺ نے فوراً اپنا شکم کھول کر میرے سامنے کر دیا قصاص لے لو میں نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی جسم مبارک کا بوسہ لینے کی اجازت لی کہ یہ میرے لئے ذخیرۂ آخرت ہو جائے[152]

---

[151] - صحیح بخاری کتاب الحدود ص:۱۲۸۲ ج:۳ حدیث نمبر:۳۲۸۸

[152] - **معجم الصحابة ج ۲ ص ۴۲۸** حدیث نمبر: **۵۵۹ المؤلف : أبو الحسين عبد الباقي بن قانع بن مرزوق بن واثق الأموي** (المتوفى : **351هـ**) **:★ المصنف ج ۳ ص ۴۶۳ المؤلف : أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي** (المتوفى : **235هـ**) **طبعة مستكملة النص ومنفحة ومشكولة ومرقمة الاحاديث ومفهرسة الجزء الاول الطهارات ، الاذان الاقامة ، الصلاة ضبطه وعلق عليه الاستاذ سعيد اللحام الاشراف الفني والمراجعة والتصحيح : مكتب الدراسات والبحوث في دار الفكر دار الفكر، ★السنن**

مشفقانہ ہدایات

(۱۸) حضور ﷺ کو انسانوں سے کس درجہ محبت تھی کہ آپؐ ان کی ذرا ذراسی تکلیف کاخیال فرماتے اور ان کو مناسب ہدایات دیتے تھے، مثلاً آپ رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے تھے،

فإن ترك العشاء مهرمةقال أبو عيسى هذا حديث حنكر لا نعرفه إلا من هذا الوجه و عنبسة يضعف في الحيث و عبد الملك بن علاق مجهول [153]

☆اسی طرح کھانا کھاتےہی سوجانے بھی منع فرماتے تھے [154]

☆کم کھانے کی ترغیب دیتے تھے، فرماتے تھے کہ معدہ کاایک تہائی حصہ کھانے کیلئے، ایک تہائی پانی کیلئے، اورایک تہائی حصہ خودمعدہ

الكبرى للبيهقي ج ۴۰ ص ۲۴۶ حديث نمبر: ۱۶۴۴۱ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : **458هـ**)

[153] - **الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ ص ۲۸۷ حديث نمبر :۱۸۵۶المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي -* ،المعجم الأوسط ج ٦ ص ٣٥٠ حدىث نمبر : ٦٥٩٥ المؤلف : أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني-***

[154] - **زاد المعاد في هدي خير العبادص: ۲۲۳، ۲۲۴ج: ۱۱ تأليف: محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية * الطب النبوي ج ١ ص ١٨١ تأليف:محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية دراسة وتحقيق:السيد الجميلي الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان الأولى، 1410هـ/1990م)**

کیلئے چھوڑ دینا چاہئے[155]

☆امراض کے سلسلہ میں تندرست لوگوں کو محتاط رہنے کی تاکید فرماتے تھے[156]

☆بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا حکم فرماتے (نیم حکیم سے نہیں[157]

اور پرہیز کرنے کا بھی حکم دیتے تھے۔[158]

آپؐ نے نادان طبیب کو علاج کرنے سے منع فرمایا، اور اسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار قرار دیا۔[159]

یہ تمام ہدایات حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے مظہر ہیں، آپؐ کے دل میں انسانیت کا کتنا درد تھا کہ آپؐ نے انسانوں کو ہر ایسی چیز پر متنبہ فرمایا، جس سے انسان کسی خطرہ سے دوچار ہوسکتا تھا، ہزاروں ہزار صلاۃ وسلام نازل ہوں رحمۃ للعالمین ﷺ پر۔

اس طرح کی بیشمار تعلیمات واحسانات ہیں، جن سے حضور ﷺ کا انسانیت کے ساتھ بے پناہ درد وغم اور ساری دنیا کے فلاح وبہبود کی فکر

---

[155] ۔ زادالمعادص ۱۸ ج۶

[156] ۔ زادالمعاد، ص:۵۰، ج:۲

[157] ۔ زادالمعاد، ص:۵۰، ج:۲

[158] ۔ زادالمعاد، ص:۳۵، ج:۲

[159] ۔ زادالمعاد، ص:۴۷، ج:۲

وتڑپ ٹپکتی ہے، مذکورہ تعلیمات واصلاحات میں سے کسی بھی تعلیم واصلاح میں کسی قسم کا امتیاز نہیں برتا گیاہے، یہ تمام تعلیمات وہدایات ساری انسانیت کیلئے ہیں، امیر وغریب، شاہ وگدا، رنگ ونسل، خطہ وقوم کی کوئی تمیز نہیں ہے، آپؐ کا پیغام سارے عالم کے انسانوں کیلئے ہے، جو چاہے ان کو قبول کرے اور کامیاب ہوجائے، اورجو چاہے رد کرکے ناکام ہوجائے، حضور ﷺ کے علاوہ دنیا میں ایسا کوئی پیغمبر نہیں آیا جس نے اپنے کاموں میں اس طرح ساری دنیا کوپیش نظر رکھا ہو، اور ساری انسانیت کو جس نے اپنے درس وپیغام میں مخاطب بنایا ہو، اس لئے یہ بات عین الیقین کے درجہ میں ثابت ہوجاتی ہے کہ ساری دنیا میں رحمۃ للعالمین ہمارے حضور ﷺ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

ابتک حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کو حضور ﷺ کی تعلیمات وہدایات کے آئینے میں پیش کیا گیا، اب ذراہم اس پہلوپر نگاہ ڈالیں گے کہ متعین طورپر کائنات کے مختلف طبقات کے ساتھ حضور ﷺ نے رحمت عالم ہونے کاکیسامظاہرہ فرمایا، حضور ﷺ توتمام عالم کیلئے رحمت تھے، لیکن نہ انسانوں کوتمام عالم کی تفصیل معلوم اورنہ آپؐ کی رحمت کی نوعیت کی خبر۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کی تمام شکلوں کا پتہ چلانا ممکن نہیں، اس لئے یہاں جوکچھ بھی ہم بیان کریں گے اس کی حیثیت محض علامتی ہوگی، علامتی طورپر ہم حضور ﷺ کی کرم فرمائیوں کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ بے زبان مخلوق پر عنایتیں ۔

۲۔ انسانیت کے کمزور طبقات کے ساتھ ہمدردی۔

۳۔ اپنوں پہ نظر کرم ۔

۴۔ دشمن بھی خوان کرم سے محروم نہیں۔

بے زبان مخلوق پر عنایتیں

حضور ﷺ ساری کائنات کیلئے رحمت بن کر آئے تھے، اس لئے کائنات میں کسی چیز کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوتی تو آپؐ بے چین ہوجاتے، انسان تو انسان آپؐ بے زبان جانوروں تک کا اتنا خیال رکھتے جو صرف رحمۃ للعالمین ہی کا حصہ تھا، ورنہ انسان تو اتنا خود غرض ہے کہ بھائی بھائی کا دشمن ہوتاہے، بیٹا باپ کا مخالف بن جاتاہے، انسان اپنے محسن کی احسان کشی کرتا ہے، اور اپنے مطلب کیلئے قریب سے قریب تر دوست کا سر قلم کرسکتا ہے،......عام انسان اپنے خاندان اور رشتہ داروں تک کیلئے بھی رحمت ثابت نہیں ہوپاتا، بعض تو مصیبت بن جاتے ہیں،...... مگر انسانوں کی اسی دنیا میں ایک وہ انسان بھی آیاتھا جو انسانِ کامل کا مصداق تھا، وہ نہ صرف اپنوں کیلئے بلکہ ساری دنیا کیلئے رحمت بن کر آیا، جس کے چشمۂ رحمت سے دنیا کے ہر طبقہ نے فائدہ اٹھایا، اپنے ہوں یا غیر، سوسائٹی کے معزز ترین لوگ ہوں یا پچھڑے اور کمزور ترین لوگ، وہ انسان ہوں یا انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق،...... یہ سبق ہے تمام انسانیت کیلئے کہ

اسے بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

ذبح کا دستور رحمت

حضور ﷺ بے حد نرم دل تھے، آپؐ کی آنکھیں بہت جلد نم اور اشکبار ہو جاتی تھیں، آپؐ نرمی اور لطف و کرم کو پسند فرماتے تھے، حضرت شداد ابن اوسؓ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور نرم برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، اس لئے اگر قتل بھی کرو تو اچھی طرح کرو، ذبح کرو تو اچھی طرح کرو، تم میں سے جو ذبح کرنا چاہے وہ اپنی چھری پہلے تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ کو آرام دے۔[160]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک بکری زمین پر ذبح کرنے کیلئے لٹائی، اس کے بعد چھری تیز کرنا شروع کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم اس کو دوبارہ مارنا چاہتے ہو؟ اس کو لٹانے سے پہلے تم نے چھری تیز کیوں نہ کر لی؟۔[161]

---

[160] ۔ الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم ج ٦ ص ٧٢ حدیث نمبر: ٥١٦٧ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري۔

[161] ۔ : سنن البيهقي الكبرى ج ٩ ص ٢٨٠ حدیث نمبر : ١٨٩٢٢ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي ۔* مصنف عبد الرزاق

حضور ﷺ نے جانوروں پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے سے منع فرمایا، اور جانوروں کی تکلیف دور کرنے اور ان کو آرام پہونچانے کو باعث ثواب قرار دیا۔

جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کہیں سفر پر تھا، راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی، سامنے ایک کنویں پر نظر پڑی وہ اس میں اتر گیا، جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنے دل میں کہا کہ پیاس سے جو میرا حال ہو رہا تھا وہی اس کا بھی ہوگا، وہ پھر کنویں میں اترا، اپنے چمڑے کے موزے پانی سے بھرے، پھر اپنے دانتوں سے ان کو دبایا اور اوپر آکر کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا جانوروں کے معاملہ میں بھی اجر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر اس مخلوق میں جو تازہ جگر رکھتی ہے اجر ہے۔[162]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت کو صرف اس بات پر عذاب دیا گیا کہ اس نے

ج ۴ ص ۴۹۳ حدیث نمبر: ۸۶۰۸ المؤلف : أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني .

[162] - صحيح البخاري ص: ۸۳۳، ج: ۲، حدیث نمبر: ۲۲۳۴

اپنی بلی کو کھانا، پانی نہیں دیا، اور نہ اس کو چھوڑا کہ زمین میں کسی چیز ہی سے اپنا پیٹ بھر لے۔[163]

حضرت سہیل بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسے اونٹ پر ہوا جس کی پیٹھ لاغری کی وجہ سے اس کے پیٹ سے لگ گئی تھی، آپؐ نے فرمایا ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے خوف کرو، ان پر سواری کرو تو اچھی طرح، ان کو ذبح کرکے ان کا گوشت استعمال کرو تو اس حالت میں کہ وہ اچھی حالت میں ہوں۔[164]

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے احاطہ میں داخل ہوئے، اس میں ایک اونٹ تھا، اس نے حضور ﷺ کو دیکھا تو بلبلانے لگا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب تشریف لائے اور اس کے کوہان اور کنپٹیوں پر اپنا دست مبارک پھیرا، اس سے اس کو سکون ہوگیا، پھر آپؐ نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرا ہے، آپؐ نے فرمایا کیا تم اس جانور کے معاملہ میں جس کا مالک اللہ تعالیٰ نے تم کو بنایا ہے اللہ

---

[163] - صحیح البخاري ج ۲ ص ۸۳۴ حدیث نمبر: ۲۲۳۶

[164] - ابوداؤد شریف، باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب والبھائم، ج ۷ ص: ۴۵۳ حدیث نمبر: ۲۵۵۰

سے نہیں ڈرتے؟ یہ مجھ سے شکایت کررہاتھا کہ تم اس کو تکلیف دیتے ہو اور ہر وقت کام میں لگائے رکھتے ہو۔[165]

بے شک حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، ایک جانور بھی اپنی تکلیف کی درخواست کرتاہے، تواس کیلئے بھی آپؐ رحمت بن جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کسی سبز جگہ جاؤ تو اونٹوں کوزمین پر ان کے حق سے محروم نہ کرو، اور اگر خشک زمین میں جاؤ تو وہاں تیز چلو، رات کو پڑاؤ ڈالنا ہوتوراستہ پر نہ ڈالو، اس لئے کہ وہاں جانوروں کی آمد ورفت رہتی ہے، اور کیڑے مکوڑے وہاں پناہ لیتے ہیں۔[166]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپؐ ایک ضرورت کیلئے وہاں سے تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے گئے، اس درمیان ہم نے ایک چھوٹی سی چڑیا دیکھی، اس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے دونوں بچے لے لئے، وہ یہ دیکھ کر اپنے پروں کو پھڑ پھڑانے لگی، آپؐ تشریف لائے اور پوچھا کہ کس نے اس کے بچے چھین کر اس کو تکلیف پہونچائی ہے؟ پھر آپؐ نے

---

[165] ۔ابوداؤد شریف، باب مایومر بہ من القیام علی الدواب والبھائم، ج۷ص: ۴۵۵ حدیث نمبر:۲۵۵۱

[166] ۔ مسلم شریف، باب مراعاۃمصلحتہ الدواب، ص: ۵۴، ج:٦حدیث نمبر:۵۰٦۸

حکم دیا کہ اس کے بچے واپس کر دو، یہاں ہم نے چیونٹیوں کی ایک آبادی دیکھی اور اس کو جلا دیا، آپؐ نے فرمایا اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے، آپؐ نے فرمایا کہ آگ سے عذاب دینے کا حق صرف آگ کے رب کو ہے۔[167]

مذکورہ واقعات حضور ﷺ کے رحمت عالم ہونے کو بتاتے ہیں، سوچنے کی بات ہے کہ خود ذات گرامی بے زبان مخلوق اور جانوروں پر اس قدر ترس کھاتی تھی، اس کے دل میں انسانیت کا کتنا درد ہو گا؟۔۔۔

اس لئے روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر غمگین اور فکر مند رہتے تھے، یہ صرف فکر ذات نہیں تھی بلکہ فکر کائنات تھی۔

انسانیت کے کمزور طبقوں کے ساتھ ہمدردی

حضور ﷺ نے انسانوں کے کمزور طبقات کو بھی اپنی رحمتوں سے کافی مالامال کیا ہے، مختلف مواقع پر آپؐ نے کمزوروں کے حقوق کی تاکید فرمائی۔

نماز میں کمزوروں کا خیال

یہاں تک کہ نماز جیسی عظیم الشان عبادت میں بھی آپؐ

---

[167] -ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب کراہیۃ حرق العدو بالنار، ص: ۱۵۴، ج: ۸ حدیث نمبر ۲۶۷۵:

کمزوروں کی رعایت فرماتے تھے، آپؐ نے کئی بار فرمایا کہ نماز میں میرا ارادہ لمبی قرأت کرنے کا ہوتا ہے مگر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس کی ماں کے دل کا خیال کرتے ہوئے نماز کو مختصر کردیتا ہوں۔ [168]

حضرت معاذؓ ایک مسجد میں امام تھے، اور کافی لمبی قرأت کرتے تھے، ایک صاحب نے حضور ﷺ سے شکایت کردی کہ حضور! ہم مزدور لوگ ہیں، ہم دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں، اتنی دیر نماز میں کھڑے نہیں رہ سکتے، تو حضور ﷺ حضرت معاذ پر ناراض ہوئے، اور فرمایا افتان انت یا معاذ؟ اے معاذ! کیا لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہو؟ اور پھر لمبی قرأت سے آپ نے منع فرمادیا۔ [169]

آپؐ نے انتہائی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ تم میں جو شخص امام ہو اس کو چاہیئے کہ ہلکی نماز پڑھے، اس لئے کہ نماز میں ضعیف، بیمار، کمزور اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں، ان کی رعایت تندرستوں کے مقابلہ میں زیادہ مقدم ہے۔ [170]

---

[168] - الجامع الصحيح المختصرج ١ ص ٢٥٠ حديث نمبر٦٧٥ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

[169] - الجامع الصحيح المختصرج ١ ص ٢٤٩حديث نمبر٦٧٣ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي۔

[170] - حوالۂ بالا: حدیث نمبر: ٦٧٢

گھر کے خادموں کے ساتھ حسنِ سلوک

آپؐ گھر کے خادموں اور ملازموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرماتے تھے:

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ، جو تم پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو مت ستاؤ۔ [171]

اسی طرح ارشاد فرمایا کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کیا ہے وہ تمہارے بھائی، تمہارے خادم اور مددگار ہیں، جس کا بھائی اس کا ماتحت ہو اس کو چاہیئے کہ جو خود کھاتا ہے وہی اس کو کھلائے، جو خود پہنتا ہے وہی اس کو پہنائے، ان کے سپرد ایسا کام نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہو، اگر ایسا کرنا ہی پڑے تو پھر ان کا ہاتھ بٹاؤ۔ [172]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنے نوکر کو ایک دن میں کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ خاموش رہے، اس نے دوبارہ یہ سوال

---

[171] - الأدب المفرد ج ۱ ص ٦۷ حدیث نمبر : ۱۸۸ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

[172] - بخاری ج ۱ ص ۲۰ حدیث نمبر: ۳۰

کیا آپؐ نے ارشاد فرمایا ستر (۷۰) مرتبہ۔ [173]

مزدور کے بارے میں حکم

حضرت ابن عمرؓ ہی بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔ [174]

لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک

لونڈیوں اور باندیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

جس شخص کے پاس لونڈی ہو، پھر وہ اسے علم سکھائے، اچھے سلوک سے رکھے اور پھر اسے بنائے تو ایسے شخص کو دوہرا اجر و ثواب ملے گا[175]

غلاموں کے ساتھ لطف و کرم

دنیا میں غلاموں کا طبقہ بھی بڑا مظلوم رہا ہے، حضور ﷺ نے ان کی مظلومیت کا خاتمہ فرمایا، ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم فرمائی، اور

---

[173] - سنن أبي داود ج ۱۵ ص ۴۵ حدیث نمبر ۵۱۶۶ المؤلف : سليمان بن الأشعث بن شداد بن عمرو، الأزدي أبو داود، السجستاني)

[174] - سنن ابن ماجه ج ۲ ص ۸۱۷ حدیث نمبر: ۲۴۴۳ المؤلف : محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني -

[175] - صحيح البخاري ج ۲ ص ۸۹۹ حدیث نمبر: ۲۴۰۶

ان کو آپ ؐ نے خاندان کا ایک ممبر بنا دیا۔

هُمْ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمْ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ[176]

ترجمہ: یہ تمہارے بھائی ہیں، ان کو اللہ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، پس ان کو جو خود کھاتے ہو کھلاؤ اور جو پہنتے ہو پہناؤ۔

حضور ﷺ جس دور میں تشریف لائے تھے اس دور میں غلاموں کا بڑا رواج تھا، اور کسی بھی رواج کو اچانک بدلنا آسان نہیں ہوتا، اس لئے آپ ؐ نے غلامی پر تو خطِ نسخ نہیں پھیرا، مگر غلاموں کو وہ مقام دیا کہ گویا عہد غلامی پر خطِ نسخ پھر گیا، آپؐ نے غلاموں کو شادی بیاہ کا حق دیا، دشمنوں کو صلح وامان دینے کے حق سے نوازا، اور شہریت کے تمام حقوق ان کو دیئے، اس کے علاوہ آپؐ نے غلاموں کو آزاد کرنے کے بھی بڑے فضائل بیان فرمائے، اور ان کی آزادی کے مختلف مواقع پیدا فرمائے، کئی مسائل میں غلام کی آزادی کو آپؐ نے کفارہ کے طور پر مقرر فرمایا، غلاموں کو حق مکاتبت بخشا، جس کا مطالبہ وہ عدالت میں کرسکتے ہیں، اور اس حق کے رو سے مقررہ قیمت پر وہ اپنے آقا سے آزادی کا پروانہ حاصل کرسکتے ہیں، آپؐ نے مکاتب غلام کیلئے لوگوں کو چندہ دینے کا حکم فرمایا، حتیٰ کہ وہ

---

[176] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٥ ص ٩٢ حدیث نمبر:۴۴۰۳
المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري

آقا بھی چندہ دے جس کی غلامی سے اس غلام کو آزاد ہونا ہے، حضور ﷺ نے اسلامی سلطنت کی صدقات کی آمدنی کا آٹھواں حصہ خزانہ میں غلامی کے مٹانے کیلئے مقرر فرمایا،

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ[177]

ترجمہ :صدقات فقراء ،مساکین،عاملین زکوٰۃ ،نومسلموں کی تالیف قلب اور غلامی سے نجات کے لئے ہیں۔۔

غلامی سے آزاد ہونے کے بعد آپؐ نے اس کو آقا کے برابر حقوق عطا کئے، آقا کو غلام کا مولیٰ اور غلام کو آقا کا مولیٰ ٹھہرایا، آزادی کے بعد آقا وغلام کے درمیان ایک ایسا تعلق پیدا فرمایاجو صرف خون کے رشتے میں ہوتاہے،یعنی آقا کے لاوارث ہونے کی صورت میں غلام کو اور غلام کے لاوارث ہونے کی صورت میں آقا کو اس کا وارث قرار دیا۔

جنگی قیدیوں کے ساتھ رحم وکرم کا برتاؤ

انسانی سوسائٹی میں جنگی قیدیوں کی حیثیت بھی بہت پامال کی گئی، تورات میں دشمنوں کی جان توکیاان کے جانوروں اور عورتوں کی جانوں کا بچانا بھی حرام اور غضب الٰہی کا باعث بتایا گیاتھا،مگر ہمارے حضور ﷺ رحمۃ للعالمین نے دنیا کے ہر طبقہ پر کرم کی بارش فرمائی تھی،پھر آپؐ کے

---

[177] ۔ توبہ:٦٠

فیضان رحمت سے یہ مظلوم طبقہ کیوں محروم رہ جاتا، آپؐ نے جنگی قیدیوں کی جان بخشی اور رحم فرمائی کے اصول مقرر فرمائے، قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً [178]

ترجمہ: جب کافروں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو، اور جب ان کو چور چور کردو تب مضبوط طریقہ سے ان کو باندھ لو اور پھر اس کے بعد ان پر احسان کرو یا ان سے فدیہ لو۔

حملہ آور دشمن پر غلبہ پانے کے بعد احسان کرنے یا فدیہ لیکر چھوڑدینے کا اصول ایسا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام اس سے نابلد رہی ہیں، اور کوئی قوم نہیں جس نے عملاً اس اصول کو برت کر دکھایا ہو، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر و احد اور مکہ و حنین کے تمام جنگی مواقع پر قیدیوں کے ساتھ یہی محسنانہ سلوک فرمایا، جس کا ذکر آیت کریمہ میں ہوا ہے۔

اور اسیری کے دوران بھی آپؐ کا سلوک ہمیشہ ایسا رہا جس کی مثال دنیا کی کوئی قوم نہیں پیش کر سکتی۔

اسیران جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی، جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس قید

---

[178] ۔ محمد:۴

رہے، ان میں سے ایک کا بیان ہے کہ خدا مسلمانوں پر رحم کرے وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے، اور اپنے کنبے سے زیادہ ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے۔[179]

جب قیدی اسیر ہوکر آتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ان کے لباس کی فکر فرماتے تھے، [180]

بچوں اور بوڑھوں کا خیال

بچے اور بوڑھے کمزور صنف ہیں، ان کے ساتھ بھی حضور ﷺ کی بڑی شفقت رہی ہے، مثلاً روایات میں آتا ہے کہ بچوں کے قریب سے گذرتے تو ان کو خود السلام علیکم فرماتے، ان کے سر پر ہاتھ رکھتے، اور انہیں گود میں اٹھا لیتے۔[181]

---

[179] ۔رحمۃ للعالمین، ص۲۶۹، ج: ۱

[180] ۔بخاری شریف، باب الکسوۃ للاساری، ص۴۳، ج:۱۱ حدیث نمبر: ۳۰۰۸

[181] - صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ج ۲ ص۲۰۶ حدیث نمبر: ۴۵۹ المؤلف : محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى : 354هـ)ترتيب : علي بن بلبان بن عبد الله، علاء الدين الفارسي، المنعوت بالأمير(المتوفى : 739هـ)الناشر : مؤسسة الرسالة)
كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج ۷ ص ۱۵۴ حدیث نمبر: ۱۸۴۸۵ المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)المحقق : بكري حياني – صفوة السقا الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة

بوڑھوں کے سلسلے میں بھی ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے:

فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے بوڑھے، ضعیف اور نابیناباپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کیلئے لائے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (**لَوْ أَقْرَرْتَ الشَّيْخَ فِي بَيْتِهِ لأَتَيْنَاهُ**) تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس چلا آتا۔ [182]

عورتوں کا خیال

عورت بھی نہایت نازک اور کمزور صنف ہے، آپؐ نے ان کے ساتھ بھی خصوصی رحم وکرم کابرتاؤ کیا ہے، روایت میں آتا ہے کہ ام لمومنین حضرت صفیہؓ ایک سفر میں ساتھ تھیں وہ تمام جسم چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار

: الطبعة الخامسة **1401هـ/1981م** مصدر الكتاب : موقع مكتبة المدينة الرقمية)

[182] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٣ ص ١٦٠حديث نمبر: ١٢٦٥٦ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني *. مسند أبي يعلى ج ٥ ص ٢١٦ حديث نمبر : ٢٨٣١ المؤلف : أحمد بن علي بن المثنى أبو يعلى الموصلي التميمي الناشر : دار المأمون للتراث – دمشق الطبعة الأولى ، **1404 – 1984** تحقيق : حسين سليم أسد عدد الأجزاء : **13** الأحاديث مذيلة بأحكام حسين سليم أسد عليها)

ہوا کرتی تھیں، جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں تو حضور ﷺ اپنا گھٹنہ آگے بڑھا دیتے، حضرت صفیہؓ اپنا پاؤں حضور ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔ [183] ایک دفعہ اونٹنی کا پاؤں پھسلا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہؓ دونوں گر پڑے، حضرت ابو طلحہ دوڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے، حضور ﷺ نے فرمایا علیک بالمرأة تم پہلے عورت کی خبر لو۔ [184]

ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں، ساربان جو اونٹوں کی مہار پکڑے جاتا تھا، حدی خوانی کرنے لگا، حدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا دیکھو کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا۔ [185]

اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے شیشوں سے حضور ﷺ نے تشبیہ دی ہے، جو نفاست ونزاکت کے علاوہ عورتوں کے خلقی صفت کو بتاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام وآسائش کی مستحق ہیں، اسی بناء پر آپؐ نے ان کا اتنا خیال فرمایا۔

---

[183] -بخاری شریف، باب یسافر بالجاریۃ ج ۲، ص ۷۷۸، حدیث نمبر: ۲۱۲۰

[184] - بخاری شریف، باب مایقول اذارجع من الغزو، ص: ۱۱۲۲، ج: ۳ حدیث نمبر: ۲۹۲۰

[185] - صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۲۶۱، حدیث نمبر: ۵۸۰۹ باب ما جاء في قول الرجل ويلك

اس طرح کے بیشمار احسانات ہیں جو رحمۃ للعالمین ﷺ نے انسانوں کے کمزوراور پست طبقات پر کئے ہیں، جو اس بات کی علامت ہیں کہ کسی کی غربت وذلت، یا سماجی پستی، آپؐ کے دل میں نفرت پیدا کرنے کے بجائے محبت وہمدردی پیدا کرتی تھی، اور اسے آپؐ کی رحمتوں سے دور کرنے کی جگہ اور قریب لاتی تھی، بلا شبہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے۔

مؤمنوں پر خاص نظر کرم

حضور ﷺ تو سارے عالم کیلئے رحمت تھے، مگر آپؐ کی غلامی میں آجانے والوں کے حق میں یہ رحمت دوچند ہوجاتی تھی، ایک رحمت عامہ، دوسری رحمت خاصہ، حضور ﷺ مسلمانوں کیلئے باپ سے بھی زیادہ شفیق تھے، اور آپؐ کی محبت وعنایت ماں کی ممتا سے بھی بڑھ کر تھی، خود رب العالمین اس کی شہادت دیتا ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ [186]

ترجمہ: نبی مسلمانوں کیلئے خود ان کی جان سے بھی زیادہ ہمدرد ہیں اور ان کی بیویاں تمام امت کی مائیں ہیں ۔

یعنی جس قدر انسان کو اپنی جان سے محبت وہمدردی ہوتی ہے، اس سے کہیں زیادہ محبت وہمدردی حضور ﷺ کو مومنین کے ساتھ ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

---

[186] ۔ احزاب: ٦

لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ[187]

ترجمہ: تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے، جو خود تم میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گذرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے، اہل ایمان پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔

حضورﷺ کو خدا سے زیادہ کون جان سکتا ہے، جب حضورﷺ کا خالق خود ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ مومنوں کیلئے تڑپنے والے اور بے پناہ رحمت و شفقت والے پیغمبر ہیں، تو اس سے بڑی شہادت کیا ہو سکتی ہے؟

حضورﷺ کی زندگی کے حالات وواقعات، اور آپ کی تعلیمات وہدایات قرآن کے اس بیان کی مکمل تصدیق کرتے ہیں، حضورﷺ اپنی امت کا سب سے زیادہ خیال رکھنے والے تھے، معمولی معمولی باتوں کا بھی بڑا خیال فرماتے تھے، مثلاً:

۱۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِى الأَيَّامِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا

---

[187] ۔ توبہ:۱۲۸

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.[188]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو (روزانہ نہیں بلکہ) وقفہ وقفہ سے وعظ فرمایا کرتے تھے، اس اندیشہ سے کہ کہیں روزانہ وعظ سننا ہم پر گراں نہ گزرے۔

۲۔ عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مسلمان مقروض مرجاتا تو اس کا قرض بیت المال سے قبل از تدفین ادافرمادیتے تھے، مگر خود کسی مردہ کا مال قبول نہ فرماتے تھے۔

أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ »[189]

۳ - فرمایاکرتے تھے:

أَلاَ لاَ يُبَلِّغْنِى أَحَدٌ مِنْكُمْ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِى شَيْئًا فَإِنِّى

---

[188] - سنن الترمذي ج ١٠ ص ٧٧ حديث نمبر :٢٧٨٢ المؤلف : محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى : 279هـ)

[189] - سنن أبي داودج ١٠ ص ١١٨ حدیث نمبر: ٣٣٤٥ المؤلف : سليمان بن الأشعث بن شداد بن عمرو، الأزدي أبو داود، السجستاني) مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٢٢ ص ٦٥ حدیث نمبر:١٤١٥٩ المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ) .

أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ »[190]

ترجمہ: کسی کی غیبت میرے سامنے مت کرو، میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طرف سے میری صاف دلی میں فرق آئے۔

۴ -بارہا ایسا ہوا کہ ساری ساری رات امت کے حق میں دعائیں کرتے اور روتے ہوئے گزر جاتی تھی، حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ کبھی کبھی آپؐ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو جاتی تھی۔[191]

---

[190] - السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج ٨ ص ١٦٦ حديث نمبر: ١٧١١٩ المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني*. مسند البزار كاملا من 1–14 مفهرسا ج ١ ص ٣٢٢ حديث نمبر : ٢٠٣٨ البَزَّارُ أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بنُ عَمْرٍو البَصْرِيُّ الشَّيْخُ، الإِمَامُ، الحَافِظُ الكَبِيْرُ، أَبُو بَكْرٍ أَحْمَد بن عَمْرِو بنِ عَبْدِ الخَالِقِ البَصْرِيُّ، البَزَّارُ، صَاحِبُ (المُسْنَدِ) الكَبِيْرِ، الَّذِي تَكَلَّمَ عَلَى أَسَانِيدِهِ. وُلِدَ: سَنَةَ نيف عَشْرَة وَمائَتَيْنِ.وَمَاتَ: فِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَتِسْعِيْنَ وَمائَتَيْنِ.قام بفهرسته على المسانيد الباحث في القرآن والسنة :علي بن نايف الشحود)

[191] - سنن البيهقي الكبرى ج ٢ ص ۴٩٧ حديث نمبر: ۴٣٩٩ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي -* ،السنن الكبرى ج ٦ ص ۴٦٢ حديث نمبر : ١١٥٠١ المؤلف : أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى : 303هـ) : صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ج ٢ ص ٣٨٧ حديث نمبر: ٦٢٠ المؤلف : محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى : 354هـ)ترتيب

امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے

۵۔ حضور ﷺ امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور امت کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس ؓ اور حضرت ابو دحیہ انصاری ؓ سے روایت ہے کہ شب معراج میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ان امتک لاتطیق (آپ کی امت اتنی عبادت نہیں کرسکے گی) یہ سن کر حضور ﷺ پریشان ہوگئے، اور خدا کی طرف متوجہ ہوئے، اس طرح بار بار رجوع کرنے کے بعد پانچ نمازیں باقی بچیں۔[192]

امت کے خیال سے سفر میں روزہ ترک کرنا

۶۔ ماہ رمضان میں ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے جارہے تھے، حضور ﷺ روزے سے تھے، لیکن جب مقام عسفان پر پہونچے تو حضور ﷺ نے پانی منگایا اور دست مبارک کو بلند کرتے ہوئے لوگوں کو دکھاکر پانی پی لیا، اور پھر مکہ پہونچنے تک روزہ نہ رکھا، دوسری روایات میں صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

: علي بن بلبان بن عبد الله، علاء الدين الفارسي، المنعوت بالأمير(المتوفى : 739هـ)

[192] -بخاری کتاب الصلاۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء ج ۱ ص ۱۳۵ حديث نمبر۳۴۲ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي،

لئے افطار فرمایا اور روزہ چھوڑ دیا تھا کہ اہل لشکر کو سفر میں روزہ کی شدت تکلیف دہ تھی، اور امت کی تکلیف سے حضور ﷺ خود تکلیف محسوس فرماتے تھے۔[193]

نماز تراویح میں امت کا خیال

۷۔ نماز تراویح کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رات یہ نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی اور تیسری شب کو حضور ﷺ مسجد میں اس نماز کیلئے تشریف نہ لے گئے اور صبح کو لوگوں سے فرمایا:

قد رأيت الذي صنعتم ولم يمنعني من الخروج إليكم إلا أنني خشيت أن تفرض عليكم) . وذلك في رمضان[194]

ترجمہ: اس نماز کیلئے تمہارا آنا، انتظار کرنا وغیرہ سب میں نے دیکھا، مگر مجھے آنے میں صرف یہ خیال مانع ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے۔

---

[193] - **صحيح البخاري** باب من أفطر في السفر ليراه الناس ج۲ ص۶۸۷ حديث نمبر: ۱۸۴۶، تهذيب الآثار وتفصيل الثابت عن رسول الله من الأخبارج ١ ص ٩٨ حديث نمبر: ۱۲۴ أبي جعفر محمد بن جرير بن يزيد الطبري سنة الولادة 224هـ/ سنة الوفاة 310هـ تحقيق محمود محمد شاكرالناشر مطبعة المدني سنة النشر مكان النشر القاهرة عدد الأجزاء 2)

[194] - **صحيح البخاري ج ١ ص ٣٨٠ حديث** نمبر : **١٠٧٧ باب تحریض النبی** ﷺ

حضور ﷺ کو اپنی امت کی پریشانیوں کا کس درجہ خیال تھا؟

۸۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں تھے، میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ شامل ہوگیا، میرے بعد ایک دو آدمی اور بھی شامل ہوگئے، حضور ﷺ نے ہماری اقتداء کو محسوس کیا تو نماز ہلکی فرمادی۔[195]

۹۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور ﷺ کا ایک عام مزاج یہ بیان فرماتی ہیں کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض مرتبہ ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے تھے جس کا کرنا آپ کو پسند ہوتا تھا، محض اس خیال سے کہ لوگ میری اتباع میں عمل کرنے لگیں گے، پھر وہ عمل ان پر فرض کردیا جائے، جو ان پر گراں گذرے۔ **عن عائشة رضي الله عنها قالت إن كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدع العمل وهو يحب أن يعمل به خشية أن**

---

[195] - **مسند الإمام أحمد بن حنبل ج٣ ص ١٩٣ حدیث نمبر :١٣٠٣٥ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني - ،المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم ج ٣ ص ١٧٩** حدیث نمبر: **٢٤٨٥ المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الهراني الأصبهاني دار النشر : دار الكتب العلمية – بيروت – لبنان – 1417 هـ – 1996 م الطبعة : الأولى عدد الأجزاء / 4 [ترقيم الشاملة موافق للمطبوع] تحقيق : محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي)**

يعمل به الناس فيفرض عليهم [196]

۱۰۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ عبادات نافلہ چھپ کر ادا فرماتے تھے تا کہ امت پر اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو، آپ نے ارشاد فرمایا :

صلاة الرجل تطوعا حيث لا يراه الناس تعدل صلاته على أعين الناس خمسا وعشرين [197]

ترجمہ : لوگوں کی نگاہ سے چھپ کر پڑھی جانے والی نماز کا ثواب ۲۵ گنا بڑھ جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ –صلى الله عليه وسلم– أَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلاَّ أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ [198]

ترجمہ :جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آپؐ آسان صورت کو اختیار فرماتے بشرطیکہ گناہ نہ ہو، گناہ سے تو آپؐ بہت دور رہتے

---

[196] - بخاری شریف باب تحریض النبی علی صلوٰۃ اللیل والنوافل، ص: ۳۷۹، ج ا حدیث نمبر: ۱۰۷۶

[197] - المطالب العالية ج ۲ ص ۲۵۴ حديث **نمبر: ۵۹۹** المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ)

[198] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ۷ ص ۸۰ **حديث نمبر ۶۱۹۰**، المؤلف : أبوالحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري

تھے۔

۱۱ – آپؐ کو اپنے لوگوں سے اس قدر محبت تھی کہ کوئی صحابی یا گھر کا کوئی شخص آپؐ کو بلاتا تو آپ اس کے جواب میں لبیک ہی فرماتے تھے۔[199]

۱۲ – حضور ﷺ نے اللہ پاک سے معاہدہ کیا تا کہ جس شخص کو میں برا بھلا کہوں یا لعن طعن کروں وہ اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ اور رحمت و بخشش اور قرب الٰہی کا ذریعہ بن جائے۔[200]

امت کی فکر

۱۳۔ ایک بار سورج گہن ہوا تو آپؐ کسی کیلئے نہیں بلکہ اپنی امت کیلئے فکر مند ہوگئے، روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نماز کسوف میں رو رہے تھے، اور دعائیں فرما رہے تھے کہ:

رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِى أَنْ لاَ تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ أَلَمْ تَعِدْنِى أَنْ لاَ

---

[199] - سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعادج ٧ ص ٣١ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

[200] - بخاری، ص: ۲۳۳۹ ۔ ج:۵ حدیث نمبر: ۶۰۰۰، باب قول النبي صلى الله عليه و سلم (من آذيته فاجعله له زكاة ورحمة) : الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٨ ص ٢٥ حديث نمبر: ٦٧٨٤ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري

تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ».[201]

ترجمہ: پرور دگار! کیاتو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو عذاب نہ دیا جائے گا، جب تک کہ میں ان کے درمیان موجود ہوں، اور جب تک یہ استغفار کرتے رہیں، اب اے خدا میں بھی موجود ہوں اور یہ سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔

اپنی خاص دعا امت کیلئے

۱۴ - حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كل نبي سأل سؤالا أوقال لكل نبي دعوة قد دعا بها فاستجيب فجعلت دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيامة[202]

ترجمہ: ہر نبی کو ایک دعا ملی جو انہوں نے مانگی اور قبول ہوئی، میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کیلئے محفوظ رکھی ہے۔

سبحان اللہ! کیا پیار ہے ہمارے سرکارؐ کو اپنی امت کے ساتھ، اپنی قیمتی سے قیمتی پونجی بھی آپؐ نے اپنی امت کیلئے وقف فرمادی۔

سخت ریاضت کی ممانعت

۱۵ ۔ رسول اللہ ﷺ نے عبادتوں میں سخت ریاضتوں سے منع

---

[201] -: سنن أبي داود ج ١ ص ٤٦٢ **حديث نمبر:١١٩٦** المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني -

[202] - صحيح البخاري ج ٥ ص ٢٣٢٣ حديث نمبر:٥٩٤٦)

فرمایا، حضرت انس ابن مالکؓ سے مروی کہ:

دخل النبي صلى الله عليه و سلم فإذا حبل ممدود بين الساريتين فقال (ما هذا الحبل) . قالوا هذا حبل لزينب فإذا فترت تعلقت . فقال النبي صلى الله عليه و سلم (لا حلوه ليصل أحدكم نشاطه فإذا فتر فليقعد[203]

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھر میں رسی لٹکی دیکھی، پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے، رات کو (عبادت میں) جب اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہے، فرمایا اسے کھول دو، عبادت (نافلہ) اسی وقت تک ہے جب تک کہ نشاط طبع قائم رہے۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

كانت عندي امرأة من بني أسد فدخل علي رسول الله صلى الله عليه و سلم فقال (من هذه) . قلت فلانة لا تنام بالليل تذكر صلاتها فقال (مه عليكم ما تطيقون من الأعمال فإن الله لا يمل حتى تملوا[204]

ترجمہ: میرے پاس بنی اسد کی ایک عورت رہا کرتی تھی اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ وہ پوری رات عبادت

---

[203] - صحيح البخاري ج ۱ ص ۳۸۶ ،حديث نمبر :۱۰۹۹ -

[204] - صحيح البخاري ج ۱ ص ۳۸۶ ،حديث نمبر :۱۱۰۰

کرتی ہے، فرمایا ایسا نہ کرو اعمال بقدر طاقت ادا کرو، اللہ نہیں تھکتے تم تھک جاتے ہو۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : ألم أخبر أنك تصوم النهار وتقوم الليل قلت نعم يا رسول الله قال فلا تفعل صم وأفطر ونم وقم فإن لنفسك عليك حقا ولجسدك عليك حقا وإن لزوجتك عليك حقا وإن بحسبك أن تصوم ثلاثة أيام من كل شهر فإن الحسنة بعشر أمثالها فإذا ذلك صيام الدهر كله[205]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے حضور ﷺ نے پوچھا میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کو برابر روزہ رکھتے ہو، عبداللہؓ نے کہا ہاں! فرمایا اب ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کیلئے چھوڑ بھی دو، رات کو عبادت کیلئے جاگو بھی اور سوؤ بھی، دیکھو تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے لئے اتنا کافی ہے کہ تم ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو، ایک نیکی دس کے برابر ہوتی ہے اس طرح تمہیں صوم الدہر کا ثواب حاصل ہو گا۔

کتب احادیث میں اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں جن سے نبی کریم ﷺ کے اپنی امت کے ساتھ بے پناہ تعلق و محبت اور ایک ایک چیز کی نگرانی کا ثبوت ملتا ہے آپ ﷺ اپنی امت کی ایک ایک بات کا خیال فرماتے

---

[205] - سنن النسائي الكبرى ج ٢ ص ١٧٥ **حديث** نمبر : **٢٩٢٢**، المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي

تھے، یہ محبت و شفقت، اور یہ عنایت و نگہبانی تو ایک باپ کو بھی اپنی تمام اولاد کے ساتھ نہیں ہوسکتی جو سرکار دوعالم ﷺ کو اپنی امت کے لاکھوں کروڑوں اور اربوں افراد کے ساتھ تھی، ﷺ۔

تواضع و محبت کے پیکر

۱۶۔ حضور ﷺ تواضع و محبت کے پیکر تھے، اور آپؐ ہر ایک کی عزت نفس کا پورا پورا خیال رکھتے تھے، اسی لئے آتا ہے کہ آپؐ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے (کہ شاید کسی کو گراں گزرے) جو کوئی مل جاتا اسے سلام پہلے خود کرتے، مصافحہ کیلئے خود پہلے ہاتھ بڑھاتے، صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریقہ تھا) کسی کی بات کبھی درمیان میں نہیں کاٹتے، اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آبیٹھتا تو نماز کو مختصر کردیتے، اور اس کی ضرورت پوری کردینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوجاتے، اکثر تبسم فرماتے۔[206]

دل شکنی سے پرہیز

۱۷۔ حضور ﷺ کسی کی دل شکنی سے بہت احتراز فرماتے تھے۔

---

[206] - عيون الأثرج ٢ ص ٤٢٤ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ) -*جمع الوسائل في شرح الشمائل ج ٢ ص ١٢٨ المؤلف : علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى : 1014هـ)الناشر : المطبعة الشرفية - مصر ، طبع على نفقة مصطفى البابي الحلبي وإخوته عدد الأجزاء : 2)

حضور ﷺ کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا، کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا اور عضباء سے آگے نکل گیا، مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گزرا، مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

إن حقا على الله أن لا يرفع شيئا من الدنيا إلا وضعه[207]

ترجمہ: دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اٹھا تا ہے تو اسے نیچا بھی دیکھاتا ہے۔

ہیبت کے بجائے رحمت

۱۸۔ حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو وہ حضور ﷺ کی ہیبت سے لرز گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هون عليك فإني لست بملك إنما أنا ابن امرأة تأكل القديد[208]

ترجمہ: پرواہ نہ کرو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی (غریب گھرانوں گوشت کو سکھا کر رکھ لیا جاتا ہے اور اس کو بعد میں حسب موقعہ استعمال کرتے ہیں)

حضور ﷺ بادشاہ بن کر نہیں بلکہ محبوب بن کر، اور حکومت کے

---

[207] - **صحيح البخاري ج ۵ ص ۲۳۸۴ حديث نمبر: ۶۱۳۶،**

[208] - سنن ابن ماجه: ج ۲ ص ۱۱۰۱ حدیث نمبر: ۳۳۱۲ المؤلف : **محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني-**

رعب سے نہیں بلکہ محبت ورحمت کی لطافت کے ساتھ اپنی امت کے درمیان رہناپسند فرماتے تھے، اس لئے آپ نے اس شخص کا خوف کم کرنے کیلئے مذکورہ جملہ ارشاد فرمایا۔

ہر مرحلہ پر تعاون عمل

۱۹ ۔ حضور ﷺ کو حاکمیت سے نفرت تھی، اسی بنا پر آپؐ کو یہ پسند نہ تھا کہ دوسرے لوگ کام کریں اور خود اس سے الگ تھلگ رہیں، بلکہ صحابہ کو ہر مرحلہ پر حضور ﷺ کی شفقت ومحبت حاصل رہتی تھی۔

☆ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سفر میں کھانا تیار نہ تھا، تمام صحابہ نے ملکر کھانا پکانے کا انتظام کیا، سب نے ایک ایک کام اپنے ذمہ لیا، حضور ﷺ نے جنگل سے لکڑیاں لانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کام ہم خود ہی کر لیں گے، آپؐ نے فرمایا:

قد علمت أنكم تكفوني، ولكن أكره أن أتميز عليكم، وإن الله تعالى يكره من عبده أن يراه متميزا بين أصحابه) [209]

---

[209] - سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ٧ ص ١٣ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ) -*جمع الوسائل في شرح الشمائل ج ٢ ص ١٢٩ المؤلف : علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى : 1014هـ)

ترجمہ: یہ سچ ہے، مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم سے میں اپنے آپ کو ممتاز کروں۔ خدا اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں سے ممتاز بنتا ہے۔

☆ایک سفر میں آپ نماز کے لئے ٹھہرے تو نماز سے پہلے اپنی سواری خود باندھی، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس خدمت کے لئے ہم کافی ہیں، مگر آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا:

لِيَسْتَغْنِ أَحَدُكُمْ عَنِ النَّاسِ بِقَضِيبِ سِوَاكٍ[210]

☆اسی طرح مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت جب صحابہ کرام اینٹیں اٹھا اٹھاکر لارہے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان میں شریک تھے، آپ اینٹیں اٹھا اٹھاکر لاتے تھے اور نہایت پرجوش الفاظ میں انہیں یہ خوشخبری سناتے تھے کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن مجید پڑھتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور! ہم خدمت کیلئے حاضر ہیں، آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں، آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایاکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم سب کام کرو اور میں خاموش بیٹھا

---

[210] - جمع الجوامع أو الجامع الكبير للسيوطي ج ١ ص ١٧٥٠٣ ،-* شعب الإيمان ج ٥ ص ١٧٩ حديث نمبر ٣٢٥٢ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)

رہوں، مجھے بھی اس کام میں حصہ لینے دو[211]

☆جنگ احزاب کا ذکر ہے کہ کفار عرب ۲۴/ہزار کا لشکر جرار لیکر نہتے مسلمانوں کو مٹانے کیلئے مدینہ پر چڑھ آئے، مدینہ کی حفاظت کیلئے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ شہر کے گرد اگر خندق کھود دی جائے، تمام صحابہ نے اس میں حصہ لیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تین دن کے فاقہ کے باوجود خندق کھودنے میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے، صحابہ کرام بار بار عرض کرتے کہ حضور تکلیف نہ فرمائیں، مگر اس کام میں آپؐ اسی انہماک سے مشغول رہے، مٹی کھودی جارہی تھی رجز پڑھتے جاتے تھے، حضور ﷺ بھی مٹی ٹوکریوں میں بھر بھر کر اٹھاتے تھے اور دوسروں کے ساتھ رجز خوانی کرتے تھے۔[212]

بے مثال شفقت

۲۰۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، اس طویل عرصہ میں مجھے ایک بار بھی

---

[211] - الروض الأنف ج ۲ ص ۳۳۶ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ ، السيرة النبوية ج ۲ ص ۳۰۶ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ

[212] - السيرة النبوية ج ۳ ص ۱۸۷ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ

نہیں ڈانٹا، میں نے کوئی کام کرلیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا؟ اور کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا؟ ایک بار حضور ﷺ نے مجھے ایک کام کیلئے فرمایامیں نے کہا : میں نہیں جاتا، مگر میرے دل میں تھا کہ میں جاؤنگا، میں وہاں سے نکلا تو لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا (حضرت انس ؓ بھی اس وقت بچے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں آگئے، میری گردن پر ہاتھ رکھا، میں نے دیکھاتو حضور ﷺ ہنس رہے تھے اور فرمایا پیارے اُنیس! اب تو کام کو جاؤ، میں نے عرض کیا، ہاں جاتاہوں [213]

کسی پیشوائے مذہب وقوم کی تاریخ میں وہ بھی جب کہ دنیا کا زبردست فاتح بھی ہو، اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

۲۱۔ حضور ﷺ کو اپنے مخلصین کی دلجوئی کا بڑا خیال رہتا تھا، مخلصین کا ہدیہ بشوق قبول فرماتے ، مگر مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے، ایک اجنبی کے ہدیہ پیش کرتے وقت آپ ؐ نے اس سے دریافت فرمایا کیاتم مسلمان ہو؟، اس نے نفی میں جواب دیاتو آپ ﷺ نے معذرت فرمائی کہ:

فإني نهيت عن زبد المشركين [214]

ترجمہ: مجھے مشرکین کے ہدایاسے روکا گیاہے، (اس کا مطلب ہے پہلے

---

[213] - **صحیح مسلم ج ۷ ص ۷۴ حدیث نمبر:۶۱۵۵، المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري**

[214] - **الجامع الصحيح سنن الترمذي ج۴ص۱۴۰حدیث نمبر : ۱۵۷۷ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي۔**

دلجوئی کے لئے قبول فرماتے تھے، جیسا کہ بعض روایات میں ہے لیکن بعد میں آپ ؐ کو اس سے روک دیا گیا)

۲۲۔ دوسروں کی عزتِ نفس کا آپ ؐ بہت لحاظ فرماتے تھے، اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آتی تو اس کا نام لیکر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اس کی حرکت و فعل کی مذمت فرماتے اور لوگوں کو اس سے منع فرماتے [215]

رقت قلب

۲۳ –حضور ﷺ بڑے رقیق القلب تھے، کسی مخلص کی پریشانی یا موت پر آبدیدہ ہوجاتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیمؓ بچپن ہی میں انتقال کرگئے، جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو حضور ﷺ کی

---

[215] - الشفا بتعريف حقوق المصطفى – مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء ج ١ ص ١١٩ المؤلف : أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (المتوفى : 544هـ) الحاشية : أحمد بن محمد بن محمد الشمنى (المتوفى : 873هـ) -*عيون الأثر ج ٢ ص ۴٢٣المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)-* قاعدة تتضمن ذكر ملابس النبي وسلاحه ودوابه ج ١ ص ۴۴ المؤلف : تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى : 728هـ) المحقق : أبو محمد أشرف بن عبد المقصود الناشر : أضواء السلف الطبعة : الطبعة الأولى 1422هـ – 2002م) -* البداية والنهاية ج ٦ص ۴٣ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

آنکھوں میں آنسو آگئے، فرمایا:

إن العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضي ربنا وإنا بفراقك يا إبراهيم لمحزونون[216]

ترجمہ: آنکھیں نم ہیں، دل غمزدہ ہے، پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسند ہے، ابراہیم! ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں۔

ایک دفعہ اپنی دم توڑتی ہوئی نواسی (دختر زینبؓ) کو گود میں اٹھایا اس وقت حضور ﷺ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا، حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا؟ فرمایا:

إِنَّهَا رَحْمَةٌ وَضَعَهَا اللَّهُ فِى قُلُوبِ مَنْ يَشَاءُ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ[217]

ترجمہ: یہ وہ رحم دلی ہے جو خدا اپنے بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے، اور اللہ بھی اپنے انہیں بندوں پر رحم کریگا جو رحم دل ہیں۔

مہمانوں کی خدمت

۲۴۔ مخلصین حاضر خدمت ہوتے یا ان کی جانب سے کوئی قاصد یا وفد آتا تو آپؐ ان پر اتنی شفقت فرماتے کہ گویا بچھ جاتے، مثلاً

---

[216] - صحيح البخاري ، باب قَوْلِ النَّبِىِّ – صلى الله عليه وسلم – « إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ: ج۱ ص۴۳۹ حدیث نمبر: ۱۲۴۱

[217] - سنن أبي داود ج۳ ص۱۶۲ حدیث نمبر: ۳۱۲۷ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني -

بیہقیؒ نے حضرت ابو قتادہؓ سے روایت کی ہے کہ نجاشی کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ بنفس نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرمانے لگے، صحابہ نے عرض کیا کہ خدمت کیلئے ہم حاضر ہیں، فرمایاہاں! مگر ان لوگوں نے حبش میں میرے صحابہ کی عزت کی تھی، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ خود ہی ان کی ضرورت کو پورا کروں:

(إِنَّهُمْ كَانُوالِأَصْحَابِي مُكْرِمِينَ، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُكَافِئَهُمْ) [218]

اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں، جن میں محبین و مخلصین کے ساتھ حضور ﷺ کی بے پناہ محبت وہمدردی، شفقت ورحمت، اکرام واحترام اورخدمت وتواضع کے شاندار نمونے ملتے ہیں، ہزاروں ہزار صلاۃ وسلام نازل ہو نبی رحمۃ للعالمین پر جنھوں نے اپنی گنہ گارامت کے دامن کو اپنی محبتوں اوررحمتوں کے موتی سے بھر دیا اور اپنے سایۂ رحمت میں جائے قرار عطا کی۔

دشمن بھی خوانِ کرم سے محروم نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے اور غیر کا امتیاز نہ تھا، آپؐ کا خوانِ کرم سب کیلئے عام تھا اور ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق حصہ پاتا

---

[218] - شعب الإيمان ج ۱۱ ص ۳۸۱ حديث نمبر: ۸۷۰۴، المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)

تھا، حضور ﷺ کے لطف وکرم کا کیا کہنا، آپؐ نے تو اپنے سخت سے سخت مخالفوں اور جانی دشمنوں کے ساتھ بھی محبت ورحمت کا سلوک فرمایا، آپؐ کے چشمۂ رحمت پر اپنے اور غیر دونوں نظر آتے ہیں، آپؐ صرف رحمۃ للمومنین نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین تھے، ساری دنیا آپؐ کے سائبانِ رحمت کے نیچے پناہ گزیں تھی، خواہ وہ دوست ہوں یا دشمن، غیروں کی بڑی بڑی گستاخیوں اور شرارتوں کو بھی آپؐ نے معاف کیا، بلکہ ان کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ فرمایا۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک اور رحیمانہ وکریمانہ برتاؤ کے بہت سے واقعات ملتے ہیں، یہاں نمونے کے طور پر چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں:

گستاخ یہودی کا مطالبۂ قرض

ا - زید ابن سعنہ ایک یہودی تھا اس سے حضور ﷺ نے قرض لیا تھا، ابھی مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ تقاضا کیلئے پہنچ گیا، اور بری طرح پیش آیا، اس نے حضور ﷺ کے کندھے کی چادر اتاری اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا عبد المطلب کی اولاد بڑی ناد ہندہ ہے، حضرت عمرؓ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا، حضور ﷺ مسکراتے رہے، اس کے بعد آپؐ نے عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ عمر! تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا، تم مجھے کہتے کہ ادئیگی ہونی چاہئے، اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہئے، پھر آپؐ نے زید کو مخاطب کرکے فرمایا کہ

ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔۔۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کا قرض ادا کردو اور بیس صاع زائد بھی دو کیوں کہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا، اس کے بعد کہتے ہیں کہ زید مسلمان ہو گیا۔ [219]

ابوسفیان کے ساتھ برتاؤ

۲ - ابوسفیان بن حرب اموی اسلام سے قبل حضور ﷺ کے سخت ترین دشمن تھے، انھوں نے جنگ احد واحزاب وغیرہ میں حضور ﷺ پر فوج کشی کی تھی، وہ قبل از اسلام فتح مکہ کے موقعہ پر گرفتار کرکے لائے گئے تو حضور ﷺ نہایت مہربانی کے ساتھ ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

---

[219] ،1990 ء تحقيق : مصطفى عبد القادر عطا، -*شرح مشكل الآثار ج ١١ ص ١٠٧ حديث نمبر :۴۳۳۰المؤلف : أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك- المستدرك على الصحيحين ج ٢ ص ٣٧ حديث نمبر ٢٢٣٧ ،المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1410 بن سلمة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي (المتوفى : 321هـ)تحقيق : شعيب الأرنؤوط الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى – 1415 هـ ، 1494 م -* الشفا بتعريف حقوق المصطفى – مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء ج ١ ص ١٤١ المؤلف : أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (المتوفى : 544هـ)الحاشية : أحمد بن محمد بن محمد الشمنى المتوفى : 873هـ، -* الروض الأنف ج ١ ص ٣٦٩ ، المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى :581هـ)

ويحك يا أبا سفيان ألم يأن لك أن تعلم أن لا إله إلا الله---

ترجمہ: افسوس ابو سفیان! ابھی وقت نہیں آیا؟ کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔۔۔

ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان! آپؐ کتنے بردبار، قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں۔۔۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا، افسوس ابوسفیان! ابھی تک تمہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ابوسفیان نے اس کے جواب میں وہی مذکورہ جملہ دہرایا۔۔۔[220]

کیسی تھی آپؐ کی بردباری، کریم النفسی، وسعت قلبی اور رحمۃ للعالمینی! جس نے دشمنوں سے بھی اعتراف کرا یا، دنیا میں کس فاتح کی تاریخ میں ملے گا کہ اس نے اپنے سخت سے سخت دشمن پر قابو پانے کے بعد اس کو سوچنے اور غور کرنے کی مہلت دی ہو، یہ رحمۃ للعالمین ہی تھے جنہوں نے ابوسفیان جیسے جانی دشمن کو سوچنے کا موقع دیا، بلکہ کرم بھی فرمایا کہ فتح مکہ کے موقع پر ان کے گھر کو لوگوں کیلئے جائے پناہ قرار دیا، اور اعلان فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے وہ مامون

---

[220] - المعجم الكبير ج ٨ ص ٩ **حديث** نمبر : ٧٢٨٠ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني - معرفة الصحابة ج ١٠ ص ٤٩٤ **حديث نمبر : ٣٣٩٦** المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ)

ہے.....[221]

کسی دشمن کے ساتھ اتنی کرم فرمائی سوائے رحمۃ للعالمین کے کوئی نہیں کرسکتا تھا۔

۳ - زینب بنت الحارث ابن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلادیا، اس نے اقبال جرم بھی کرلیا، پھر بھی آپؐ نے اسے معاف فرمادیا[222]

جانی دشمنوں کو معافی

۴ - امام احمدؒ وطبرانیؒ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کرکے نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیااور عرض کیا گیا کہ یہ حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے آیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے مت ڈرو، (پھر اسے رہا کردیااور

---

[221] - حوالۂ بالا

[222] - صحيح البخاري ،ج ۳ ص ۱۱۵۶ حديث نمبر:۱۱۵۶، دلائل النبوة للبيهقي ج ۴ ص ۱۷ حديث نمبر:۱۳۶۸ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ) كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ،ج ۷ ص ۲۷۱ حديث نمبر: ۱۸۸۴۸ المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)المحقق : بكري حياني – صفوة السقا الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الطبعة الخامسة 1401هـ/1981م)

فرمایا کہ اگر تیرا ارادہ بھی ہو گا تو قابو نہ پاسکے گا۔[223]

۵۔ حدیبیہ کے میدان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے، ستر (۷۰) اسی (۸۰) آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اترے تاکہ حضور ﷺ کو اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کردیں، یہ سب گرفتار ہوگئے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کسی فدیہ یا سزاکے آزاد فرمادیا۔[224]

بددعا سے انکار

٦ - طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ وتبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے، وہاں کے باشندوں نے حضور ﷺ پر کیچڑ پھینکی، آوازے کسے، اتنے پتھر مارے کہ حضور ﷺ لہو سے تر بہ تر اور بے ہوش ہوگئے، پھر بھی آپؐ نے یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا، کیو ں کہ اگر یہ

---

[223] - **مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٣ ص ۴۷۱حديث نمبر:١٥٩٠٨ المؤلف :** أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني - *المعجم الكبير ج ٢ ص ۴١١حديث نمبر: ٢١٣٩، المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى : 360هـ)

[224] - سنن النسائي الكبرى ج ٥ ص ٢٠٢ حديث نمبر:٨٦٦٧ المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي-* مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ١٩ ص ٢٥٨ حديث نمبر : ١٢٢٢٧ ،المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ)

ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ ان کی نسلوں سے اللہ پاک اسلام اور وحدانیت کے علمبردار فرمائے گا:

فقال النبي صلى الله عليه و سلم بل أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئا[225]

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی اپنی ذات مبارک کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیا[226]

۷۔ جنگ احد میں کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کئے، سر پھوڑا، حضور ﷺ ایک غار میں گر گئے، صحابہ کرام نے عرض کیا: ان پر بددعا فرمائیں، حضور ﷺ نے فرمایا میں لعنت کرنے کیلئے نہیں بنایا گیا، خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کیلئے بھیجا ہے، اس کے بعد یہ دعا فرمائی: اے خدا! میری قوم کو ہدایت فرما، یہ مجھے نہیں جانتی ہے۔[227]

---

[225] - بخاری شریف ج۳ ص۱۱۸۰ حدیث نمبر: ۳۰۵۹

[226] - الجامع الصحيح المختصر ج ٦ ص۲۴۹۱ حدیث نمبر: ۶۴۰۶ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

[227] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٨ ص ۲۴ حدیث نمبر: ۶۷۷۸ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري

-*کتاب الشفاء **للعیاض** ص ۱۳۷ ، شعب الإيمان ج ۲ ص۱۶۴ حدیث نمبر

بدر کے قیدیوں کے ساتھ برتاؤ

۸ - جنگ بدر میں جب کفارِ مکہ قید کئے گئے تو ان میں حضرت عباس ؓ بھی تھے، بدر کے دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضرت عباس ؓ کی مشکیں بھی کسی گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کراہ سنی تو آپؐ کو رات میں نیند نہیں آئی، حضور ﷺ کروٹیں بدلتے رہے، ایک انصاری صحابی نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کو کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا نہیں، مگر عباس ؓ کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے، اس لئے مجھے چین نہیں آتا، انصاری چپکے سے اٹھے اور جاکر عباس ؓ کی مشک ڈھیلی کردی، انہیں آرام مل گیا، تو وہ فوراً سو گئے، انصاری پھر حاضر خدمت ہوئے، حضور ﷺ نے پوچھا اب عباس ؓ کی آواز کیوں نہیں آتی؟ انصاری نے عرض کیا کہ میں نے ان کے بندھن کھول دیئے ہیں، فرمایا جاؤ تمام قیدیوں کے بندھن کھول دو، جب حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ اب تمام قیدی آرام سے ہیں، تب نبی کریم ﷺ کا اضطراب دور ہوا، اور حضور ﷺ نے آرام فرمایا[228]

:۱۴۴۷ المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي الناشر : دار الكتب العلمية بيروت الطبعة الأولى ، 1410 تحقيق : محمد السعيد بسيوني زغلول)

[228] **- السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج ۴۵ ص۲۷۷ حدیث نمبر:۱۸۶۰۹ ، المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء**

یہ وہ قیدی تھے جنہوں نے مسلسل تیرہ (۱۳)سالوں تک مسلمانوں کو ستایا تھا، کسی کو آگ پر لٹایا، کسی کو خون میں نہایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا، کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک و خون میں سلادیا تھا، پھر ان کے ساتھ یہ نرمی، یہ سلوک! بے شک آپؐ دنیا میں رحمت عالم بن کر آئے تھے۔

منافق کے ساتھ حسنِ سلوک

۹ - عبداللہ ابن ابی مدینہ میں بہت بڑا منافق تھا، اس نے حضور ﷺ کے خلاف بڑی بڑی سازشیں کی تھیں، اور مسلمانوں کو کئی بار دھوکے دیئے تھے، جن کی حضور ﷺ کو خبر تھی، لیکن حضور ﷺ کی نوازش وکرم اور بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ بھی دلداری اور احسان کا عالم یہ ہے کہ جب عبداللہ ابن ابی کی لاش قبر میں اتاری گئی، حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے، آپؐ نے حکم دیا کہ لاش قبر سے نکالی جائے، اس کے بعد آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنا لعابِ دہن اس پر ڈالا اور اپنی قمیص مبارک اس کو پہنائی، سبحان اللہ۔[229]

الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني - ⋆ فتح الباری ص: ۳۲۴ ج:۸).

[229] - بخاری شریف کتاب الجنائز باب الكفن في القميص الذي يكف أولا يكف. ص: ۴۲۷. ج:۱ حدیث نمبر: ۱۲۱۱)

بدلہ نہیں لیا

۱۰ - نجد کی جانب کسی غزوہ سے واپسی پر راستے میں آپؐ ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے اور تلوار شاخ پر لٹکادی، غورث بن الحارث دشمن رسول آیا، اور تلوار نکال کر حضور ﷺ کو گستاخانہ انداز میں جگایا، اور بولا: اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ! وہ چکر کھاکر گر پڑا، حضور ﷺ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا اب بتاؤ تجھے کون بچاسکتا ہے؟ وہ حیران رہ گیا، آپ نے فرمایا: جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔[230]

۱۱ - ایک دشمنِ رسول "ہبار بن الاسود" نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینبؓ کو نیزہ مارا، وہ ہودج سے نیچے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا، اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا، ہبار نے فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ سے معافی کی درخواست کی، آپ نے اسے معاف فرمادیا۔[231]

۱۲ - فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے سوائے چند کے تمام دشمنوں کیلئے اعلان فرمایا:

(لاَ تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ)

---

[230] - بخاری شریف، باب غزوۃ ذات الرقاع. ص: ۱۵۱۵. ج:۴ حدیث نمبر: ۳۹۰۵

[231] - المستدرك على الصحيحين ج ۲ ص ۲۱۹ حديث نمبر : ۲۸۱۲ المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري

» اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[232]

ترجمہ: تم پر آج کوئی گرفت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ ارحم الراحمین ہے، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

دنیا کی سیاسی اور جنگی تاریخ میں کسی فاتح کی جانب سے ایسے کریمانہ برتاؤ کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

محاصرہ اٹھالیا گیا

☆جنگ طائف ان حملہ آوروں کے ساتھ ہوئی تھی جن سے حنین و اوطاس میں شدید مقابلہ ہوچکا تھا، یہ لوگ ان مقامات سے شکست کھاکر قلعۂ طائف میں محصور ہوگئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، چند روز بعد حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرہ کی شدت سے سخت تکلیف میں ہیں، بھوک نے ان کی ہلاکت کو بہت قریب کردیا ہے، حضور ﷺ نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا، چند صحابہ نے جنگی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض بھی کیا کہ حضور! اب تو قلعہ فتح ہی ہونے والا ہے، مگر حضور ﷺ نے ازراہِ رحم وکرم جو حکم دیا تھا وہ برقرار رہا، ان کے علاوہ

---

[232] ۔ السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي ج ۹ ص ۱۱۸ حديث نمبر :۱۸۷۷۹ مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني

محاصرہ کے دوران بھی ان کی رحم وکرم کی کئی درخواستوں کو قبول فرمایا[233]

دنیا میں کس فاتح یا پیشوائے قوم نے رحمت وشفقت اور انسان نوازی کے جذبہ سے مجبور ہو کر جنگی پالیسی کے خلاف دم توڑتی ہوئی فوج کو یونہی معاف کیا ہو گا، مگر ہمارے حضور رحمۃ للعالمین تھے، آپؐ نے کسی موقعہ پر کسی بھی فرد یا قوم کیلئے اپنے فیضانِ رحمت کو بند نہیں کیا، مذکورہ تمام واقعات اسی فیضانِ رحمت کے بہترین نمونے ہیں، اقوام و مذاہب اور اخلاق وسیاست کی کسی تاریخ میں ان کی مثال نہیں مل سکتی۔

آج بھی دنیا کو رحمتِ عالم کی ضرورت

آج دنیا اس رحمت عالم سے دور ہو کر انہی بے چینیوں کی شکار ہے، جن سے وہ عہد جاہلیت میں دوچار تھی، موجودہ حالات وواقعات پر نظر ڈالئے تو آپ کو ہر طرف افرا تفری، بے چینی اور طرح طرح کی تفریقات نظر آئیں گی، حقوق انسانی اور مساوات کی دعویدار مغربی دنیا ذرا ماضی وحال کے آئینہ میں اپنی تصویر دیکھے کہ اونچ نیچ، غلط تعصبات اور جھوٹے امتیازات کے کتنے سیاہ اور بدنما دھبے اس کے چہرے پر موجود ہیں ----

ظلم وبربریت، تعصب وتنگ نظری، ذہنی انتشار اور فکری بے چینی

---

[233] - عيون الأثر ج ٢ ص ٢٣٢ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

کے اس دور میں آج پھر تمام دنیا کو اسی رحمۃ اللعالمین کے دامانِ رحمت کی ضرورت ہے، جس کے سایہ میں ہمیشہ دنیا پناہ لیتی چلی آئی ہے، کاش دنیا اپنا بھولا ہوا سبق پھر یاد کرلے، اور اس رحمت عالم کے دامن میں پناہ حاصل کرنے کی دوبارہ کوشش کرے، جو آج بھی اپنی مقدس تعلیمات کے ذریعہ بلا کسی تفریق وامتیاز کے ساری دنیا پر سایہ فگن ہے....... اللہ کی لاکھوں اور کروڑوں رحمتیں نازل ہوں نبی امی رحمۃ للعالمین ﷺ پر جن کی غلامی ہمارے لئے سب سے بڑا اعجاز ہے۔

کاش آجائے میسر سر محشر ہم کو
آپ کا سایۂ دامان رسول عربی
آپ کے حسنِ شفاعت پہ ہے تکیہ ورنہ
ہم تو ہیں بے سرو سامان رسول عربی
ہم پہ بھی ایک عنایت کی نظر ہو للہ
ہم بھی ہیں تشنۂ فیضانِ رسول عربی

باب چہارم

بے مثال صبر وعزیمت

أشد الناس بلاء الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل (رواہ البخار ی فی ترجمتہ ج ١٧ ص ٣٨١ و أحمد فی مسندہ ج ٦ص٣٦٩ حدیث نمبر:۲۷۱۲۴)

انسانوں میں سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء پر آئیں پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگوں پر۔

حیات سرور عالم ﷺ کے عظیم حادثات

خدا کا راز خدا ہی جانے، جو جتنا اس سے قریب وہ اتنا ہی مشکلات سے دوچار، جس کے لئے سب کچھ بنایا گیا اسی کے لئے کچھ نہیں، جو ساری دنیا کو خوشیاں بانٹنے کے لئے آیا وہ خود ظاہری اسباب خوشی سے محروم، جس کے دم قدم سے سارے عالم کو اجالا ملا، خود اسی کا آشیانہ اجالوں سے خالی، جس کے نفس مسیحائی سے ہر بلا ٹل جاتی تھی خود اس کے سر پر مصائب کے بادل منڈلاتے ہوئے، جو سارے عالم کے لئے گلدستۂ رحمت بنکر آیا، خود اس کے گردو پیش کانٹے بکھرے ہوئے، جس کا دل کسی کا دکھ درد دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا، خود اس کے حق میں لوگوں کے دل پتھر، جس کو ایک عورت کی مامتا کا اتنا خیال کہ روتے بچے کی آواز سن کر اپنی نماز مختصر کردے، اسی صنف نسواں کی ایک فرد (زوجۂ بولہب) اس کے راستے میں کانٹے بچھاتی ہوئی، جس کو قوم کے بچوں سے اتنا پیار کہ راہ چلتے کوئی بچہ مل جاتا تو اس کو سلام کرتا، گلے لگاتا، سر پر دست شفقت پھیرتا اور بوسہ دیتا، طائف میں اسی قوم کے بچوں نے اپنے بڑوں کے اکسانے پر ایسی سنگباری کی کہ رحمت مجسم کا پورا وجود لہولہان ہوگیا۔

دنیا کی سب سے مظلوم شخصیت

ایک موقع پر خود رحمت عالم ﷺ نے اپنے ان صبر آزما حالات کی طرف اشارہ فرمایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے راستے میں مجھے جتنا ڈرایا دھمکایا گیا کسی کواتنا نہیں ڈرایا گیا، اور اللہ کی راہ میں مجھے جتنا ستایا گیا کسی کواتنا نہیں ستایا گیا ...اورایک دفعہ تیس رات دن مجھ پر اس حالت میں گزرے کہ میرے اور بلال کے لئے کھانے کی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھاسکے، سوائے اس کے جو بلال نے اپنے بغل کے اندر چھپار کھاتھا[234]

حضرت عائشہؓ کے ایک سوال پر آپؐ نے فرمایا:

" لقد لقيت من قومك شرا ، وأشد ما لقيت منهم يوم عرضت نفسي على ابن عبد ياليل بن كلال فلم يجبني إلى ما أردت فانطلقت ، وأنا حزين [235]

ترجمہ :"تیری قوم سے جو تکلیفیں پہونچیں وہ پہونچیں، لیکن میرے لئے سب سے زیادہ سخت دن وہ تھا جس دن میں نے اپنے آپ کو

---

[234] **- الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ص ۶۴۵حديث نمبر:۲۴۷۲ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي**

[235] **- مستخرج أبي عوانة ج ۱۳ ص ۴۱۰حديث نمبر: ۵۵۵۱ المؤلف : أبو عوانة يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم النيسابوري الأسفراييني (المتوفى : 316هـ)**

عبد یالیل کے بیٹے پر پیش کیا، اس نے میری بات کو قبول نہیں کیا، میں وہاں سے انتہائی غمگین اور رنجیدہ واپس ہوا۔

حضور ﷺ کا غم

حضرت ہند بنت ابی ہالہؓ سے مروی ہے کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم متواصل الاحزان دائم الفكرة ليست له راحة [236]

ترجمہ: آپ برابر مغموم رہتے تھے، کسی وقت آپ کو چین نہ تھا۔

اس کیفیت میں جہاں فکر آخرت، فکر امت، مشاہدۂ تجلیات اور ترقی درجات کا دخل تھا وہیں قوم کی طرف سے پیش آنے والے ناخوشگوار واقعات کا بھی حصہ تھا....اور یہ ایک فطری بات تھی، جس قوم کی دعوت وہدایت کیلئے آپ کو بھیجا گیا تھا، اور یہاں تک تاکید کی گئی تھی کہ :

يَاأَيُّهَاالرَّسُولُ بَلِّغْ مَاأُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَابَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ [237]

ترجمہ: اے پیغمبر! جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ اپنی قوم تک پہونچایئے، اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ کی تبلیغِ رسالت کا عمل

---

[236] - عيون الأثر ج ٢ ص ٤١٤ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

[237] -مائدہ: ٦٧

پورا نہ ہو گا۔

اس لئے اس ذمہ داری سے بہر حال آپ کو سبکدوش ہونا تھا، مگر قوم کا حال یہ تھا کہ وہ ایک بات سننے کو تیار نہ تھی، جس قوم کو پیار و محبت سے قریب لانے کا حکم تھا اس کے پاس رسولِ رحمت کے لئے سوائے نفرت و عداوت کے کچھ نہ تھا، اس کی تو کوشش تھی کہ:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ[238]

ترجمہ: کافروں نے کہا: اس قرآن پر کان نہ دھرو اور شور مچاؤ تاکہ تمھیں غلبہ حاصل ہو،

اس صورت حال سے نبی رحمت ﷺ کو کتنا صدمہ پہنچتا ہو گا؟ اور آپ کے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہو گی؟ وہ اندازے سے باہر ہے۔

تلخ پس منظر

حضور ﷺ بے شمار بلند اقدار و کمالات کے مالک تھے، آپؐ نے اپنی حیات ہی میں عرب پر اخلاقی فتح کے ساتھ سیاسی فتح بھی حاصل کی، اور ایک شاندار اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی، اس کے علاوہ آپؐ کو اور بھی بہت سی کامیابیاں حاصل ہوئیں، لیکن اس کے پیچھے کتنا طویل آزمائشی دور آپؐ پر گزرا، اور کتنے سخت حالات کا آپؐ نے سامنا کیا، اور

---

[238] ۔ سورۂ فصلت: ۲۶

کتنی استقامت کے ساتھ آپؐ نے ان کا مقابلہ کیا، وہ سیرت طیبہ کا اہم ترین باب ہے، آپؐ کی زندگی میں فتوحات کے مقابلے میں نا خوشگوار حادثاتی واقعات کی تعداد زیادہ ہے، ......اور حادثات بھی ہر طرح کے .....گھریلو نوعیت کے بھی، اور سیاسی و سماجی قسم کے بھی، اپنوں کی جانب سے بھی اور غیروں کی طرف سے بھی، جان پر بھی بنی اور اہل وعیال اور عزت و آبرو اور مال پر بھی۔۔۔

سامان تسکین

ہمارے سامنے سیرت طیبہ کا یہ حصہ بھی رہنا چاہئے، اس میں قیامت تک کے لئے عبرت وموعظت اور تسلی و تشفی کا سامان موجود ہے، ہر انسان کی زندگی میں کم وبیش پریشانیاں آتی ہیں، پریشانی کے سخت ترین لمحات میں اگر انسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانیوں کا خیال کرے اور ایک طرف حضور ﷺ کی حقیقی عظمت کا تصور کرے، اور دوسری طرف واقعات کی شدت وکرب کا، اور پھر اپنا ان سے موازنہ کرے، تو اس کو اپنا غم غلط ہوتا ہوا محسوس ہوگا۔

ے سلام اس پر کہ جس نے زخم کھاکر بھی عطائیں کیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

واقعات کی کمی نہیں، کتب سیرت واقعات سے لبریز ہے، مگر عبرت کے لئے چند نمونے پیش کئے جارہے ہیں:

یتیمی کا داغ

۱۔ آپؐ کی ظاہری حیاتِ دنیوی کا آغاز ہی یتیمی کے داغ کے ساتھ ہوا، آپؐ بطن مادر ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا۔[239]

یتیمی تو ہر دور میں بے کسی کا ہم معنیٰ رہی ہے، اس طرح آپؐ کی حیات طیبہ کا آغاز ہی حادثاتی تھا جو اس دور کی روایت کے مطابق بہت سی المناکیوں کو اپنے ساتھ لایا تھا، جس سوسائٹی میں آپؐ نے جنم لیا تھا اس میں یتیم کا کوئی مقام نہیں تھا، اور نہ اس کا کوئی حق مانا جاتا تھا،.....یوں تو پوری قوم ہی ناخواندہ تھی، لیکن اگر اس کے یہاں بچوں کے پڑھنے پڑھانے کا مزاج بھی ہوتا تب بھی یتیم کے لئے جو صورت حال رائج تھی، اس میں کسی یتیم کی تعلیم وتربیت کا تصور بھی ممکن نہ تھا۔

ان حالات میں ایک یتیم پر نبوت بلکہ ختم نبوت کا بوجھ ڈالا جانا، اور صرف مکہ یا عرب کو نہیں بلکہ سارے عالم کو دعوت دینے کی ذمہ داری ملنا، کس قدر آزمائشی مقام تھا۔۔۔ مگر آپؐ نہ صرف اس آزمائش میں پورے اترے بلکہ یتیم کو در یتیم بنادیا، آپؐ نے اس بدنما داغ کو نشانِ محبت وافتخار سے بدل دیا، اور دنیا کے یتیموں کو وہ مقام دیا جو انسانی

---

[239] ۔زرقانی:۱/ ۱۰۹، مستدرک حاکم:۲/ ۶۰۵، سیرت ابن ہشام ج۱ص ۱۶۲، عیون الاثر ج۱ص۴۸

تاریخ میں کسی قائد و پیشوا نے نہیں دیا تھا

یارب صل وسلم دائماً ابدا * علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

جس بچہ کو سب نے چھوڑ دیا

۲۔ آپؐ کے بچپن کی وہ گھڑی بھی بڑی المناک ہے، جب چند روز پیاری ماں کا اور پھر ثویبیہ کا دودھ پینے کے بعد شرفاء عرب کے دستور کے مطابق شیر خواری کے لئے قبائلی عورتوں کے حوالہ کرنے کا نمبر آیا، تو مکہ آئی ہوئی بنو سعد کی تمام عورتوں نے آپؐ کو لینے سے انکار کردیا کہ یہ بچہ یتیم ہے اس کے گھر والوں سے کوئی معقول معاوضہ ملنے کی توقع نہیں ہے، آپؐ ہر عورت کے سامنے پیش کئے گئے مگر آپؐ کی غربت ویتیمی آڑے آگئی۔ ایک حلیمہ سعدیہ ہی وہ خاتون بچ گئیں جن کے حصے میں اتفاق سے کوئی بچہ نہیں آیا، اور ان کو گوارا نہ تھا کہ ساری عورتیں بچے لے کر جائیں، اور وہ خالی ہاتھ واپس ہوں، اپنی اس محرومی سے بچنے کے لئے مجبوراً وہ اس یتیم بچے کو قبول کرنے پر تیار ہوگئیں.....حالات کی مجبوری ہی تھی اور کچھ غیبی داعیہ بھی پیدا ہوا.....انہوں نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں اس یتیم بچے کو لے جانا چاہتی ہوں، شوہر نے کہا: حرج نہیں، شاید یہ ہمارے لئے باعث خیر و برکت ہو۔[240]

مقام فکر ہے کہ جو بچہ مقصود کائنات تھا، بزم کون و مکاں کی

---

[240] ۔سیرت ابن ہشام:۱/ ۶۲، مجمع الزوائد:۸/ ۲۲۱، عیون الاثر ج۱ص۴۹

ساری رونق جس کے دم سے قائم تھی اور جو نہ ہوتا تو دنیا کی کوئی عورت صاحب اولاد نہ ہو سکتی تھی، بلکہ زمین و آسمان کا یہ نظام ہی قائم نہ ہوتا۔

فلولا محمد ما خلقت آدم و لولا محمد ما خلقت الجنة و لا النار هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه تعليق الذهبي في التلخيص:أظنه موضوعا على سعيد [241]

ترجمہ:اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں آسمانون اور زمینوں کو پیدا نہ کرتا

☆لولاك ما خلقت الأفلاك.قال الصغاني موضوع ، وأقول لكن معناه صحيح وإن لم يكن حديثا. [242]

آج اسی بچے کو ٹھکرایا جارہاتھا، جس کے لئے سب کچھ تھا اسی کو لینے کے لئے کوئی تیار نہ تھا، حلیمہ نے لیا بھی تو پوری خوشی سے نہیں،(وَمَا حَمَلَنِي عَلَى أَخْذِهِ إلّا أَنّي لَمْ أَجِدْ غَيْرَهُ) وہ تو قسمت نے ان کا ساتھ دیا، اور مقدر نے ان کی یاوری کی، اس لئے بھولے بھٹکے اس منزل

---

[241] - **المستدرك على الصحيحين ج ٢ ص ٦٧١حديث نمبر: ٤٢٢٧ المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري**

[242] - **كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على ألسنة الناس ج ٢ ص ١٦٤ المؤلف : إسماعيل بن محمد العجلوني الجراحي (المتوفى : 1162هـ الناشر : دار إحياء التراث العربي)**

☆قال العسقلاني موضوع كذا في الخلاصة لكن معناه صحيح(الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة ج ١ ص ٤٤ المؤلف : اللكنوي، عبد الحي المحقق :الناشر :دار الكتب العلمية)

پر پہنچ گئیں، جہاں بظاہر بڑے بڑے نصیب والی عورتیں نہ پہونچ سکیں۔۔۔ جس کا احساس حلیمہ کے شوہر کو تھوڑی دیر کے بعد ہی ہوگیا، وہ بول اٹھے، حلیمہ! سمجھ لو! تم کو بہت مبارک بچہ مل گیا ہے (تَعَلّمِي: وَاَللّهِ يَا حَلِيمَةُ لَقَدْ أَخَذْت نَسَمَةً مُبَارَكَةً)[243]

ماں کی مامتا سے محرومی

۳۔ باپ کا سایہ تو خیر ملا ہی نہیں، پیدائش سے قبل ہی والد ماجد جوانی کی موت میں دنیا سے جاچکے تھے، ایک ماں کی مامتا تھی چھ (۶) سال کی عمر میں وہ بھی چھن گئی، والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ، ام ایمنؓ کے ہمراہ مدینہ گئی تھیں، ایک ماہ قیام کے بعد مکہ سے واپس آرہی تھیں کہ راستہ میں مقام ابواء پر حالت مسافرت میں اللہ کو پیاری ہوگئیں، اور اپنے لاڈلے بیٹے کو اللہ کے حوالہ کرگئیں، اور یہ آغوش مادروہیں کی آغوش خاک میں ہمیشہ کے لئے دفن ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون[244]

یعنی سارے سہارے ایک ایک کرکے ٹوٹتے جارہے ہیں، دل دنیا سے اٹھتا جارہاہے، محبت واعتماد کے تمام ظاہری طلسم بکھرتے جارہے ہیں، اور خالص خدا کے ساتھ تعلق کا سامان کیا جارہا ہے، لیکن ایک ننھے

---

[243] - السيرة النبوية ج ١ ص ١٦٢ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)

[244] - زرقانی:١/ ١٦٣، الروض الأنف ج١ ص ٢٩٦المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)

معصوم بچے کی حیثیت سے دیکھئے تو یہ کتنا بڑا سانحہ ہے؟ جس بچہ کا نہ باپ ہو اور نہ ماں، سوسائٹی میں وہ بچہ کتنا قابل رحم ہو جاتا ہے۔

دادا کا سہارا بھی جاتا رہا

۴۔ حالت غربت و مسافرت میں ماں بھی دنیا سے چلی گئیں، ساری زندگی کا سفر اپنی جگہ، ابھی تو ابواء سے مکہ تک کا سفر سامنے ہے، ام ایمن نے آپؐ کو آپؐ کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہونچادیا، جن کی عمر اس وقت اسی (۸۰)، تراسی (۸۳)، ترانوے (۹۳)، ایک سوسات (۱۰۷) یا ایک سو سترہ (۱۱۷) سال تھی، مختلف اقوال ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے آپؐ کو پورا پیار دیا، اپنے بچوں سے زیادہ آپؐ کا خیال رکھا، ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے، مسجد حرام جاتے تو یتیم پوتے کو بھی ساتھ لے جاتے اور کعبہ کی دیواروں کے سایے میں عبدالمطلب کے لئے ایک خاص فرش بچھایا جاتا تھا، جس پر کسی کو بھی قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی، خود عبدالمطلب کی اولاد کو بھی نہیں،.... مگر یتیم پوتا اس پر بے تکلف بیٹھ سکتا تھا، عبدالمطلب کے لڑکے اس کو ہٹانا چاہتے تو عبدالمطلب روک دیتے اور کہتے کہ خدا کی قسم میرے اس بیٹے کی شان نرالی ہے، حضرت عبدالمطلب آپؐ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوتے تھے۔

کندیر بن سعید بن حیوٰۃ (اور بعض روایتوں میں یہ بیان حبذہ بن معاویہ

کی طرف منسوب ہے[245] اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں اسلام سے قبل میں حج کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص طواف میں مصروف ہے، اور یہ شعر گنگنا رہاہے۔

یارب ردّ الی راکبی محمداً
اردده ربی واصطنع عندی یداً

ترجمہ: اے اللہ! میرے سوار محمد (ﷺ) کو واپس بھیج دے، اور مجھ پر عظیم احسان فرما۔

میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ تو لوگوں نے کہا؟ عبدالمطلب ہیں، اپنے پوتے "محمد" کو گمشدہ اونٹ کی تلاش میں بھیجا ہے، کیوں کہ ان کو جس کام کے لئے بھیجتے ہیں اس میں ضرور کامیابی ہوتی ہے، پوتے کو گئے ہوئے دیر ہوگئی ہے اس لئے بے چین ہوکر یہ شعر پڑھ رہے ہیں، کچھ دیر نہ گزری تھی کہ آپؐ واپس آگئے، اونٹ آپ کے

---

[245] - معاوية بن حيدة بن معاوية بن كعب القشيري، صحابي، نزل البصرة، ومات بخراسان، وهو جد بهز بن حكيم [التقريب ٢ / ٢٥٩ ،أسد الغابة ج ٣ ص٢٦المؤلف : عز الدين أبو الحسن علي بن أبي الكرم بن محمد بن الأثير (المتوفى : 630هـ، الإكمال في رفع الارتياب عن المؤتلف والمختلف في الأسماء والكنى والأنساب ج ٢ ص ٥٧٧المؤلف : أبو نصر علي بن هبة الله بن جعفر بن ماكولا (المتوفى : 475هـ) الإستيعاب في معرفة الأصحاب ج ١ ص ٤٤٤ المؤلف : أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى : 463هـ)

ہمراہ تھا، دیکھتے ہی عبدالمطلب نے آپ کو گلے لگالیا اور کہا بیٹا! میں تمہاری وجہ سے بہت پریشان ہوگیا، اب میں تم کو کبھی اپنے سے الگ نہ ہونے دونگا[246]

مگر بوڑھے عبدالمطلب کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتاہے، ابھی دادا جان کے زیر سایہ رہتے ہوئے دوسال ہی گزرے تھے کہ سب سے زیادہ چاہنے والے دادا جان بھی آپؐ کو دنیا میں اکیلا چھوڑ کر چلے گئےاناللہ وانا الیہ راجعون۔

ام ایمنؓ کہتی ہیں کہ جب عبدالمطلب کا جنازہ اٹھاتو دیکھا گیاکہ آپؐ جنازے کے پیچھے پیچھے روتے جارہے تھے۔[247]

آٹھ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے،مگر اتنی ہی عمر میں آپ کو داغ پر داغ سہنے پڑے،.....بھروسے کے کتنے بندھن ٹوٹتے چلے گئے۔۔۔فانیؔ

---

[246] - عيون الأثر ،ج ١ ص ٥٦ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ،ج ٢ ص ١٣٠ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ

[247] -طبقات ابن سعد:١/ ٧٥،٧٤، السيرة الحلبية ج ١ ص ٢٤٤، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ٢ ص ١٣٥المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

بدایونی نے اپنی سطح سے ان کیفیات کی ترجمانی کی ہے، دریتیمؐ کا تو کہنا ہی کیا۔

؎ منزل عشق پہ تنہا پہونچے کوئی تمنا ساتھ نہ تھی
تھک تھک کر اس راہ میں آخر اک اک ساتھی چھوٹ گیا

بکریوں کی چرواہی

۵۔ حضرت حلیمہؓ کے یہاں قیام کے دوران ہمارے حضور ﷺ نے اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں بھی چرائی ہیں، بلکہ جوان ہونے کے بعد بھی چرائی ہیں.....

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ مقام الظہران میں ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے کہ وہاں پیلو کے پھل چننے لگے، آپؐ نے فرمایا کہ سیاہ دیکھ کر چنو وہ زیادہ خوش ذائقہ اور لذیذ ہوتے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے؟(جس سے آپؐ کو یہ معلوم ہوا) آپ نے فرمایاہاں! کوئی نبی نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔[248] حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا نبی نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ نے

---

[248] - صحيح البخاري باب الكباث ..ج ٣ ص ١٢٥٠ حديث نمبر :٣٢٢٥ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي - و أخرجه مسلم في الأشربة باب فضيلة الأسود من الكباث رقم ٢٠٥٠)

عرض کیا آپ نے بھی؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔[249]

امام احمدؒ اور نسائیؒ نے حضرت نصر بن حزنؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار اونٹ والے اور بکریاں والے آپس میں فخر کرنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰؑ نبی بنا کر بھیجے گئے اور بکریوں کے چرانے والے تھے، داوٗدؑ نبی بنا کر بھیجے گئے اور وہ بھی بکریاں چرانے والے تھے، اور میں نبی بنا کر بھیجا گیا اور میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں مقام اجیاد (یاجیاد) پر چرایا کرتا تھا۔[250]

بکریاں چرانے کا عمل مقصد کے لحاظ سے معمولی نہیں، یہ امت کی گلہ بانی کا دیباچہ اور پیش خیمہ بھی بنتا ہے، اسی لئے یہ تمام انبیاء کی سنت رہی ہے، ..... لیکن اس نقطۂ نظر سے دیکھئے کہ مستقبل کا ایک عظیم الشان نبی کسب معاش کے لئے چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرارہاہے، اوروہ بکریوں کے پیچھے بھاگ رہاہے جس کے پیچھے ساری دنیا کو ایک دن چلناہے، مگر نظام قدرت سے کسی کو چارہ نہیں۔

---

[249] - صحیح بخاری، کتاب الاجارہ باب رعی الغنم علیٰ قراریط، ج ۲ / ۷۸۹ حدیث نمبر: ۲۱۴۳

[250] - السنن الکبری ج ٦ ص ٣٩٦ **حدیث نمبر: ١١٣٢٤** المؤلف : أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى : 303هـ) مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ١٨ ص ٤٠٩ المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ)

جائے پناہ

۶۔ یہ تو اس دور کی باتیں ہیں جب حضور ﷺ باقاعدہ مبعوث نہیں ہوئے تھے، بعثت کے بعد تو طوفانوں کا جیسے منہ ہی کھل گیا، اسی آسمان کے نیچے ستم انگیزیوں کے وہ وہ مناظر سامنے آئے کہ ظلم وستم کی پچھلی تمام داستانیں پیچھے رہ گئیں، بعثت کے بعد مسلسل تین سال تک دعوت و تبلیغ کی تمام تر کارروائی خفیہ طور پر انجام دی جاتی رہی، کوہِ صفا کے دامن میں ارقم بن ارقم کا مکان مسلمانوں کی واحد جائے پناہ، عبادت گاہ، پیغمبر اعظم کی قیام گاہ اور اسلامی دارالصدر رہا، یہ بجائے خود ایک المیہ تھا کہ جو بات سب سے زیادہ سچ تھی اور جس کو سب سے زیادہ کھل کر کہا جانا چاہیئے تھا، وہ مشرکین کے خوف سے دبے دبے طور پر کہی جارہی تھی اور جو ساری انسانیت کا پیغمبر مطلق تھا، وہ خود انسانوں کے خوف سے الگ ایک پہاڑی مکان میں روپوش تھا،.....ابھی خدا کا حکم یہی تھا اور مصلحت بھی یہی تھی کہ اسلام کے چاہنے والوں کی خفیہ تنظیم قائم ہو .....جس کا صدر دفتر ارقم کا مکان ہو، خود ارقم ساتویں نمبر کے مسلمان تھے، اس دار ارقم میں مسلمان ہونے والوں کی فہرست کے آخری فرد حضرت عمر فاروقؓ تھے۔[251]

---

[251] - السيرة النبوية ج ١ ص ٤٤٢ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) أسد الغابة ج ١ ص ١١ المؤلف : عز الدين أبو الحسن علي بن أبي الكرم بن محمد بن الأثير (المتوفى : 630هـ

کوہ صفا سے پہلی دعوت کا حشر

۷۔ تین سال کے بعد اعلانیہ دعوت اسلام کا حکم نازل ہوا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ [252]

ترجمہ: جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کا صاف صاف اعلان کیجئے، اور مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے،

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ [253]

ترجمہ: اور یہ اعلان کردیجئے کہ میں کھلا ڈرانے والاہوں:

چنانچہ آپؐ پوری قوم کو مخاطب کرنے کے لئے کوہ صفا پر چڑھ گئےاور بلند آواز سے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر بلانا شروع کیا، اس آواز کو سن کر ملک عرب کے دستور کے مطابق لوگ آ آکر جمع ہونے لگے، جب تمام لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا، اے قریش! اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ صبح کو یا شام کو تم پر دشمن حملہ کرنے والا ہے، توکیا تم لوگ مجھ کو سچا جانوگے، سب نے یک زبان ہوکر کہا، ہاں! ہم نے ہمیشہ آپ کوسچا پایاہے، آپ ہمارے درمیان امین و صادق اور قابل اعتماد شخص ہیں، ..... قریش کی طرف سے یہ خبر سن کر آپؐ نے فرمایاکہ اچھا میں تم کوخبر دیتا ہوں کہ اللہ کاعذاب قریب ہے، اللہ پر ایمان لاؤتاکہ عذاب الٰہی سے بچ جاؤ، یہ سنتےہی عام قریش ہنس پڑےاورابولہب کوغصہ

---

[252] ۔ الحجر ۹۴

[253] ۔ الحجر ۸۹

آگیا، جس ابو الھب نے نبی کی ولادت پر اپنی باندی ثویبیہ کو مارے خوشی کے آزاد کر دیا تھا، آج اس کو اپنے پاک باز اور راستباز بھتیجے کی سچی بات پر اتنا غصہ آیا کہ بھرے مجمع میں کہہ دیا کہ: ہلاکت ہو تم پر، کیا اسی کے لئے تم نے ہم کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد مجمع منتشر ہوگیا اور لوگ اپنے اپنے گھر باتیں بناتے ہوئے چلے گئے۔[254]

حضور ﷺ کے لئے یہ کتنا سخت ترین لمحہ تھا اس کا اندازہ کسی بھی درجے میں وہی شخص کر سکتا ہے جس کو کبھی اپنی قوم کی جانب سے اس طرح کا معاملہ پیش آیا ہو، جن لوگوں کو حضور ﷺ کی صداقت، دیانت، اور امانت پر اس درجہ اعتماد تھا کہ بڑے بڑے مسائل میں بوڑھے بزرگوں کو چھوڑ کر آپؐ کا حکم ماننے سے دریغ نہیں کرتے تھے، اور اپنی امانتیں رکھوانے میں نہیں ہچکچاتے تھے، اور جو قوم آپؐ کو اس درجہ سچا مانتی تھی کہ آپؐ کی خبر پر مرنے مارنے پر تل سکتی تھی، اسی قوم کے سامنے جب آپؐ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور عذاب الٰہی کی پیشین گوئی فرمائی تو سب نے اس کو ہنسی میں اڑا دیا، اور خود رشتہ کے چچا نے سب کے سامنے کھری کھوٹی سنا دی، لعنت ملامت کر دی اور ذرا بھی عزت، مروت

---

[254] - صحیح البخاري ج ۴ ص ۱۷۸۷ حدیث نمبر: ۴۴۹۲، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۱ ص ۱۲ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

اور قرابت کا خیال نہ رکھا۔۔۔۔۔ حضور ﷺ کے اعتماد کو اس سے کیسا صدمہ پہونچا ہوگا؟ اور آپؐ کے دل پر کیا بیتا ہوگا؟۔۔۔

دستر خوان کی بھی لاج نہ رکھی

۸۔ چند روز کے بعد خدا کا یہ حکم نازل ہوا کہ:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ [255]

ترجمہ: پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر و شرک سے ڈرایئے۔

اس حکم کی تعمیل کے لئے آپ ﷺ نے دعوت طعام کا پروگرام بنایا، کہ انسان، انسان کا حق نمک ادا کرتا ہے، اس کے علاوہ دعوت کے دسترخوان پر میزبان کو اپنے مہمانوں سے پوری یکسوئی کے ساتھ بات کرنے کا موقع ملتا ہے، مہمان بھی اپنے میزبان کی بات میں دلچسپی لیتے ہیں، غرض بہت کچھ سوچ کر آپ ﷺ نے دعوت اسلام کے پروگرام کو دعوت طعام سے جوڑدیا، حضرت علیؓ کو آپ ﷺ نے ضیافت کا انتظام کرنے کا حکم دیا، حضرت علیؓ نے انتظام مکمل کرلیا اور وقت مقررہ پر دعوت کے مطابق حضور ﷺ کے تقریباً چالیس (۴۰) قریبی رشتہ دار جمع ہوگئے، دسترخوان چن دیا گیا، لیکن کھانا کھانے کے بعد آپؐ نے تقریر کرنی چاہی تو ابولہب نے ایسی بیہودہ باتیں شروع کردیں کہ آپؐ کو تقریر کا موقع ہی نہ مل سکا اور لوگ منتشر ہوگئے، دوسرے روز آپؐ نے پھر

---

[255] - الشعراء ۲۱۴

ضیافت کا انتظام فرمایا اور اپنے رشتہ داروں کوبلایا، جب سب کھانا کھاچکے تو آپؐ نے ان کواس طرح مخاطب کیا۔

"دیکھو!میں تمہاری طرف سے وہ بات لے کر آیاہوں، جس سے زیادہ اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلے کی طرف نہیں لایا، میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیاہوں بتاؤ اس کام میں کون میرا مددگار ہوگا؟ یہ سن کر سب پر گویا موت کا سناٹا چھاگیا، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، حضرت علیؓ سے رہانہ گیا وہ اٹھے اور کہاکہ اگرچہ میں کمزور اور سب سے چھوٹاہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا"یہ سن کر سب ہنس پڑے اور مذاق اڑاتے ہوئے چلے گئے۔[256]

قریش کی اس حرکت کی المناکی کا تصور کیجئے تو صدیوں بعد بھی آج دل پارہ پارہ ہونے لگتاہے۔

صاحبزادیوں کو طلاق دلوائی گئی

۹۔ ابولہب جس نے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر میں بچہ کی ولادت پر سب سے زیادہ خوشی منائی تھی، ظہور اسلام کے بعد وہی آپ

---

[256] ۔ الکامل لابن الاثیرؒ ج ۲ص ۲۷،الخصائص الکبریٰ:۱/ ۱۲۳، : سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۲ ص ۳۲۴ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)۔* السيرة النبوية ج۱ ص ۴۶۹ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

ﷺ کا سب سے بڑا دشمن بن گیا، دشمنی میں اس نے سماجی، تہذیبی، اور خاندانی کسی بھی روایت کا لحاظ نہیں رکھا، حضور ﷺ کو ہر طرح سے صدمہ پہونچانا اس نے اپنا نصب العین بنا لیا، اس کی دشمنی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ابولہب کے دنوں بیٹے عتبہ اور عتیبہ سے منسوب تھیں، ظہور اسلام کے بعد اس نے اپنے دونوں بیٹوں سے طلاق دلوادی، تاکہ حضور ﷺ کو اس سے صدمہ پہونچے، بلکہ اس نے یہ بھی کوشش کی حضرت ابوالعاصؓ بھی حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کو طلاق دے دیں، جو ان کے نکاح میں تھیں ان کے بدلے میں اس نے مکہ کی حسین ترین لڑکیوں سے شادی کی پیش کش کی ، لیکن حضرت ابوالعاصؓ نے صاف جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا حضور ﷺ ان کے اس جذبہ واقدام کی بہت تحسین فرماتے تھے[257]

کفر نے نہ معلوم اس طرح کے کتنے صدمات پہونچائے، مگر حضور ﷺ سب کو جھیل گئے۔

ماننے والوں کو سزائیں دی گئیں

۱۰۔ ایمان لانے اور مسلمان ہونے والوں میں کچھ لوگ غلام

---

[257] -الروض الأنف ج ۳ ص ۱۰۳ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ، : سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۱۱ ص ۳۳ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ

تھے اور کچھ ایسے تھے جو قبیلہ کی طاقت اور رشتہ داروں کی جماعت نہ رکھنے کی وجہ سے بہت کمزور سمجھے جاتے تھے، ایسے لوگوں کواسلام سے مرتد بنانے کے لئے جسمانی ایذائیں دی گئیں، جولوگ کسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کو عام لوگوں کے ایذا پہونچانے میں خدشہ تھا کہ کہیں ان کے قبیلے والے حمایت میں نہ اٹھ کھڑے ہوں، ان کے رشتہ داروں کو آمادہ کیا گیا کہ وہ خوداپنے مسلمان ہوجانے والے رشتہ داروں کوسزادے کر راستے پر لائیں۔۔ مسلمانوں کے تمسخر و استہزاء، اور سب و شتم کے لئے تیاریاں کی گئیں تاکہ دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہو، ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے اسلام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کی، ادھر قریش نے پوری سرگرمی کے ساتھ مخالفت پر کمر باندھ لی:

☆حضرت بلالؓ بن رباح، امیہ بن خلف کے غلام تھے، ان کے اسلام لانے کاحال معلوم ہواتو امیہ بن خلف نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں، گرم ریت پر لٹاکر چھاتی کے اوپر گرم پتھر رکھ دیاجاتا، مشکیں باندھ کر کوڑوں سے پیٹا جاتا، بھوکا رکھاجاتا، گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے سپرد کردیاجاتا، وہ شہر مکہ کے گلی کوچوں میں اور شہر کے باہر پہاڑیوں میں لئے لئے پھرتے اور مارتے پیٹتے تھے، ان تمام ایذاء رسانیوں کو حضرت بلالؓ برداشت کرتے، اور احد احد کا نعرہ لگاتے جاتے

تھے،[258]

☆ حضرت عمارؓ اپنے والد یاسرؓ اور والدہ سمیہؓ کے ہمراہ مسلمان ہوگئے تھے، ابو جہل نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، حضرت سمیہؓ کو ظالم ابوجہل نے نہایت بے دردی سے نیزہ مار کر شہید کر دیا،[259]

☆حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کو ابو جہل نے مارتے مارتے اندھا کر دیا۔[260]

☆حضرت ابوفکیہؓ (افلح) کو دوپہر کی سخت دھوپ میں گرم چٹان پر لٹا کر ان کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا، جس سے ان کی زبان باہر نکل آتی، کچھ

---

[258] - الروض الأنف ج ٢ ص ٨٣ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ

[259] - المطالب العالية ج ١١ ص ٣٠١ حديث نمبر: ۴١٠۴

المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ)

الروض الأنف ج ٢ ص ٨٦ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ،: السيرة النبوية ج ١ ص ٦٦ المؤلف : محمد بن إسحاق (المتوفى : 152هـ،السيرة النبوية ج ١ ص ۴٩۴ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[260] - سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ٢ ص ٣٦١ ،المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

دیر میں مردہ سمجھ کر لوگ چھوڑ کر چلے جاتے۔۔۔ [261]

☆حضرت صہیب رومیؓ کا سارا مال و متاع ضبط کر لیا گیا، حضور ﷺ نے بشارت سنائی کہ:

ربح البیع (صہیب نفع میں رہے)[262]

غرض بہت سے غلام اور لونڈیاں تھیں جن کو ایسی ایسی سخت سزائیں دی گئیں کہ ان کے تصور سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، مگر اسلام ایسی زبردست طاقت کا نام ہے سنگ دل کسی کو بھی مرتد بنانے میں کامیاب نہ ہوئے۔۔۔ بلکہ معاشرہ کے معزز لوگ بھی دشمنوں کے ظلم و ستم سے محفوظ نہیں تھے:

☆حضرت خالد بن سعیدؓ کے اسلام لانے کی خبر جب ان کے باپ کو ہوئی تو ان کو خوب زد و کوب کیا گیا، یہاں تک ان کو گھر سے نکال دیا گیا اور تمام بھائی بہنوں پر پابندی لگا دی گئی کہ ان سے بات نہ کریں ورنہ ان کا انجام بھی یہی ہو گا، مگر اس سے ان کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔[263]

---

[261] - حوالۂ بالا ج ۱ ص ۳۶۰

[262] - المستدرك على الصحيحين ج ۳ ص ۴۵۰ **حديث نمبر** : ۵۷۰۰ المؤلف : **محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري** -

[263] - المستدرك على الصحيحين ج ۱۱ ص ۴۵۹ حديث نمبر: ۵۰۷۸ المؤلف : أبوعبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى : **405**هـ) دلائل

☆حضرت عثمان بن عفانؓ قبیلہ بنو امیہ کے ایک امیر آدمی تھے مسلمان ہوجانے کے سبب ان کے چچا حکم بن ابی العاص نے ان کو رسیوں سے باندھ کر خوب مارا اور طرح طرح کی جسمانی ایذائیں پہونچائیں[264]

☆ حضرت زبیر بن العوامؓ کو ان کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا کرتا تھا،[265]

☆حضرت ابوذر غفاریؓ کو قریش نے قرآن پڑھتے ہوئے سن کر اس قدر مارا کہ بیہوش کرکے زمین پر ڈال دیا، قریب تھا کہ وہ ان کو جان سے مار ڈالتے، مگر حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے قریش کو یہ کہہ کر روکا کہ اس شخص کا قبیلہ بنو غفار تمہارے تجارتی قافلوں کے راستے میں آباد ہے، وہ

النبوة للبيهقي ج ٢ ص۴۵ حدیث نمبر: ۴۸۰ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)، البداية والنهاية ج ٣ ص ۴۴ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ

[264] - طبقات ابن سعدؒ ج۳ص۳۸) البدء والتاريخ ج ١ ص ٢٨۴ المؤلف : المطهر بن طاهر المقدسي (المتوفى : نحو 355هـ)،تاريخ المدينة ج ٣ ص ٩٥۴ المؤلف : ابن شبة أبو زيد عمر بن شبة النميري البصري (المتوفى : 262هـ) الناشر: دار الفكر – قم – ايران – شارع ارم – تلفن: 23646 المطبعة: مطبعة قدس – قم – تلفن: 21354 عدد النسخ: 5000 تاريخ الطبع: 1410 ق – 1386

[265] - الاصابہ ج۱ص۵۴۵

تمہارا ناک میں دم کر دیں گے،[266]

☆حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو بھی اسی طرح صحن کعبہ میں مارتے مارتے بیہوش کر دیا،[267]

☆حضرت خباب بن حارثؓ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، ایک مرتبہ خوب دہکتے ہوئے انگارے زمین پر بچھاکر ان کو ان انگاروں پر چت لٹادیا گیا، اور ایک شخص ان کی چھاتی پر پیر رکھ دیا کہ کروٹ نہ بدل سکیں، ان کی کمر کی تمام کھال اور گوشت جل کر کباب ہوگئے۔۔،[268]

بعض صحابہ کو گائے یااونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر اور باندھ کرڈالدیتے ، بعض کولوہے کی زرہ پہناکر جلتی ہوئی آگ اور جلتے ہوئے انگاروں پرڈال دیتے ، وغیرہ ۔۔۔اپنے ماننے والون کا یہ حشر دیکھ کر حضور ﷺ پر کیا گزرتا ہوگا؟ وہ بھی اس احساس کے بعد کہ ان مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہورہاہے وہ ان سے کسی ذاتی دشمنی کی بناء پر نہیں، بلکہ محض اسلام سے دشمنی اور پیغمبر اسلام سےان کے تعلق کی بناپر۔۔۔یہ احساس بھی کتنا اذیت ناک ہوگا، اس کا پورا حال حضور ﷺ کے سوا کس

---

[266] - صحيح البخاري ج ٣ ص ١٢٩٤حديث نمبر : ٣٣٢٨ باب اسلام ابی ذر

[267] -(السيرة النبوية ج ١ ص ٦٤ المؤلف : محمد بن إسحاق (المتوفى : 152هـ)

[268] - طبقات ابن سعدؒ ج٣ص١١٧

کو معلوم؟ کسی شاعر کی قوت ترسیل، کسی ماہر زبان کی لسانی، اور کسی مصور کی مصوری ان کیفیات کی ترجمانی سے عاجز ہے۔

؎ اقبال اپنا محرم کوئی نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو درد نہاں ہمارا

حضور ﷺ کو جسمانی اذیتوں کا سامنا

۱۱۔ خود حضور ﷺ کے ساتھ جسمانی اذیتوں کا جو برتاؤ کیا گیا، وہ انسانی تاریخ کا سب سے تاریک باب ہے، کس کی مجال ہے کہ اس پوری داستان
کو دہرا سکے۔ ؎ طویل عمر ہے درکار اس کے پڑھنے کو
ہماری داستاں اوراق مختصر میں نہیں

صرف چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں:

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خانۂ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی محیط نے آپؐ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر اس قدر اینٹھا کہ آپؐ کا دم رکنے لگا، حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خبر ہوئی تو آپ دوڑے ہوئے آئے اور آپؐ کو اس کے شر سے بچایا، اور قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ (أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله) کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ کافر حضور ﷺ کو چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ سے لپٹ پڑے اور خوب زدو کوب کیا[269]

---

[269] - صحيح البخاري ج ۳ ص ۱۳۴۵ حدیث نمبر: ۳۴۷۵، سیرت ابن ہشامؒ ج ۱

۱۲ -ایک بار صحن کعبہ میں قریش نے آپؐ کو گھیر لیا اور آپؐ کی شان میں گستاخی سے پیش آنا چاہا، حضرت حارث بن ابی ہالہؓ کو خبر ہوئی تو دوڑے ہوئے آئے اور آپؐ کو اشرار کے ہجوم وشرارت سے بچانا چاہا، کافروں نے حضرت حارثؓ کو وہیں شہید کردیا، آپؐ کی خاطر آپ کا چاہنے والا آپ کی نگاہ کے سامنے شہید کردیا گیا، اللہ اللہ صدمہ کا اندازہ کیجئے۔[270]

۱۳ -جس راستے سے آپؐ رات کے وقت گزرنے والے ہوتے وہاں کانٹے بچھادیئے جاتے کہ آپؐ کو اذیت پہونچے، :[271]

۱۴ - ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحنِ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، قریش کے کچھ لوگ بھی وہاں بیٹھے تھے، ابوجہل نے کہا کہ فلاں مقام پر اونٹ ذبح ہوا ہے، اسکی اوجھڑی پڑی ہوئی ہے، کوئی اس کو اٹھا کر

ص۲۹۰

[270] - الأوائل ج ۱ ص ۶۳ المؤلف : أبو هلال الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد بن يحيى بن مهران العسكري (المتوفى : نحو 395هـ) الإصابة في معرفة الصحابة ج ۱ ص ۱۹۸ المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ

[271] - سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۲ ص ۴۶۴ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ

لائے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ڈال دے، یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور وہ اوجھڑی اٹھا لایا، جب آپؐ سجدہ میں گئے تو آپؐ کی پشت پر رکھ دی، حضور ﷺ تو اللہ کے ساتھ مصروف تھے آپؐ کو خبر نہ ہوئی، مگر کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی وہاں موجود تھے مگر کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کو ہمت نہ ہوئی، اتفاق سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو بچی تھیں، آگئیں، اور انہوں نے آگے بڑھ کر باپ کی پشت پر سے اس اوجھڑی کو ہٹایا، اور کفار کو بھی برا بھلا کہا[272]

۱۵ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر پتھر پھینکے جاتے تھے، گندگی وغیرہ بھی آپؐ کے گھر میں پھینک دیتے تھے، ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا اے بنو عبد مناف! یہ ہمسائیگی کا خوب حق ادا کر رہے ہو[273]

۱۶ - آپؐ کا نام شاعر رکھا جاتا تھا، کبھی آپؐ کو ساحر کہہ کر پکارا جاتا تھا، کبھی آپؐ کو کاہن کہتے اور کبھی مجنون کا خطاب دیتے، اور اس طرح کی چیزوں کا اتنا پروپیگنڈہ کیا جاتا کہ بسا اوقات آدمی دھوکہ میں پڑ جاتا تھا، مثلاً:

حضرت ضماد بن ثعلبہؓ نے قبل از اسلام جب آپؐ کے جنون وغیرہ کی افواہ

---

[272] - صحيح البخاري ج ١ ص ٩٤ حديث نمبر : ٢٣٧

[273] - السيرة النبوية ج ٢ ص ١٤٨ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)، السيرة النبوية ج ١ ص ٤١٥ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ

سنی تو از راہ ہمدردی آپؐ کے پاس آئے، وہ عہد جاہلیت میں جھاڑ پھونک میں شہرت رکھتے تھے، انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں جنون کا علاج جانتا ہوں آپؐ مجھے جنون کے علاج کی اجازت دیں، اس کے جواب میں آپؐ نے یہ خطبۂ عالیہ ارشاد فرمایا:

إنّ الحمد لله، نحمده ونستعينه، من يهده الله فلا مضلّ له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، وأنّ محمداً عبده ورسوله، أما بعد "

یہ سنتے ہی ان کے ہوش اڑگئے ، دل ودماغ کے دروازے کھل گئے ، انہوں نے دوبارہ اس خطبہ کو پڑھنے کی فرمائش کی، حضور ﷺ نے دوبارہ یہ خطبہ پڑھا، ضماد بن ثعلبہؓ نے بیعت اسلام کے لئے ہاتھ بڑھایا اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے[274]

غرض کفارِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی جماعت کو تکلیف پہونچانے اور آپؐ کے کام میں رکاوٹیں کھڑی کرنے میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھی ۔

طوافِ کعبہ کے وقت بھی چین نہیں

۱۷ ۔ حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا، آپؐ طواف فرمارہے

---

[274] -(: أسد الغابة ج ٢ ص ٣٢ المؤلف : عز الدين أبو الحسن علي بن أبي الكرم بن محمد بن الأثير (المتوفى : 630هـ

تھے، عقبہ بن ابی معیط، ابو جہل اور امیہ بن خلف حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے، جب آپؐ سامنے سے گزرے تو انہوں نے کچھ نازیبا کلمات آپؐ کو سنا کر کہے، آپؐ دوسری بار ادہر سے گزرے تب بھی ایسا ہی کہا، جب آپؐ تیسری بار گزرے تو پھر اسی قسم کے بیہودہ کلمات کہے، آپؐ کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا، چوتھی بار ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کچھ شرارت کرنی چاہی، جس کا دفاع حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ نے کیا، آپ ﷺ ٹھہر گئے اور فرمایا: خدا کی قسم تم باز نہ آؤ گے یہاں تک کہ تم پر اللہ کا عذاب جلد نازل ہو، حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت کوئی شخص ایسا نہ تھا جو کانپ نہ رہا ہو آپؐ یہ فرما کر گھر کی طرف روانہ ہو گئے، حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ ہم بھی آپؐ کے پیچھے کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوئے، اس موقعہ پر آپؐ نے غلبۂ اسلام اور ان کافروں کے انجام بد کی بشارت سنائی:

أبشروا فإن الله عز وجل مظهر دينه ومتم كلمته وناصر نبيه إن هؤلاء الذين ترون ممن يذبح الله بأيديكم عاجلا[275]

چہرۂ انور پر تھوکا گیا اور خاک ڈالی گئی

۱۸- حضرت منیب الازدی العامریؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لوگوں سے یہ فرماتے جاتے تھے کہ

---

[275] - جامع الأحاديث ج ۲۹ ص ۵۴، المؤلف : جلال الدين السيوطي((849 - 911 هـ، 1445 - 1505م

لوگو! لاالہ الااللہ کہو، فلاح پاؤ گے، مگر بعض بدنصیب آپؐ کو گالیاں دیتے تھے، بعض آپؐ پر تھوکتے، اور بعض آپؐ پر خاک ڈالتے، پھر ایک لڑکی پانی لے کر آئی اور آپؐ کے چہرۂ انور اور دستِ مبارک کو دھویا، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپؐ کی صاحبزادی ہیں، بعض روایات میں ہے کہ یہ حضرت زینبؓ تھیں، آپؐ نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، بیٹی! تو اپنے باپ کے مغلوب اور ذلیل ہونے کا خوف مت کر[276]

سر بازار پتھر مارے گئے

۱۹ - ربیعہ بن عباد الدیلیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے جارہے تھے کہ لوگو! لاالٰہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے، اور ایک شخص آپؐ کے پیچھے پتھر مارتا جاتا تھا جس سے جسم مبارک خون آلود ہو گیا تھا، اور ساتھ ساتھ کہتا جاتا تھا، لوگو! اس کی بات میں نہ آنا، یہ جھوٹا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ محمد بن عبداللہ ہیں، نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، میں نے کہا، یہ پتھر مارنے والا

---

[276] - المعجم الكبير ج ۲۰ ص۳۴۲حدیث نمبر:۱۷۵۶۱ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني -*، سبل الهدى والرشادفي سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۲ ص ۴۵۲المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ

شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ان کا چچا ابو لہب ہے[277]

۲۰ -بنی مالک بن کنانہ کے ایک شیخ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا فرمارہے تھے لوگو! لاالٰہ الا اللہ کہو فلاح پاؤگے اور ابوجہل آپؐ پر مٹی پھینکتا تھا، اور کہتا تھا کہ لوگو! اس کے دھوکہ میں نہ آنا یہ تم کو لات وعزّٰی سے چھڑانا چاہتا ہے، اور حضور ﷺ اس جانب ذرا بھی التفات نہ فرماتے تھے۔[278]

مار کر بیہوش کر دیا

۲۱ - مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزار میں حضرت انسؓ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے، کہ کافروں نے آپ ﷺ کو اس قدر مارا کہ آپؐ بیہوش گئے، حضرت ابوبکرؓ حمایت کے لئے آئے تو آپ ﷺ کو چھوڑ کر ابوبکرؓ سے لپٹ گئے، اور اتنا مارا کہ پورا سر زخمی ہوگیا، حضرت ابوبکرؓ زخموں کی شدت کی وجہ سے سر کو ہاتھ نہ لگا سکتے تھے[279]

---

[277] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج۳۴ ص ۲۱۰، حدیث نمبر: ۱۶۴۴۶، المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني

[278] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۷۶ حدیث نمبر: ۲۳۲۴۰ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني -

[279] - فتح الباري بشرح صحيح البخاري ج ۱۱ ص ۱۷۵ حدیث نمبر: ۳۵۶۷، المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ

ایک عورت آپ ﷺ پر پتھر لیکر دوڑی

۲۲۔ابن اسحاقؒ کی روایت میں ہے کہ جب ابولہب کی بیوی ام جمیل کوخبر ہوئی کہ میرے اور میرے شوہر کے بارے میں سورۂ “تبت یدا” نازل ہوئی ہے، تو ایک چھرا لیکر آپ ﷺ کو مارنے کے لئے دوڑی، آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے، ام جمیل وہاں پہونچی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اور اس کو صرف حضرت ابو بکرؓ نظر آئے، حضور ﷺ نظر نہ آئے، ام جمیل نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ میری مذمت اور ہجو کرتے ہیں، خدا کی قسم اس وقت ان کو پالیتی تو اس پتھر سے مارتی، خدا کی قسم میں بڑی شاعرہ ہوں اور اس کے بعد یہ کہا:

مذ مّما عصينا*وامره ابينا*ودينه قلينا

یعنی ہم نے مذمم (جس کی برائی کی جائے) کی نافرمانی کی، اور اس کا حکم ماننے سے انکار کیا، اور اس کے دین کو ناپسند کیا،

یہ کہہ کر واپس ہوگئی، جب ام جمیل چلی گئی تو ابو بکرؓ نے کہا، یا رسول اللہ! ﷺ غالباً ام جمیل نے آپ کو دیکھا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے جانے تک ایک فرشتہ مجھ کو چھپائے رہا۔[280]

---

[280] ـ فتح الباري شرح صحيح البخاري ۸/ ۷۳۸المؤلف : أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج

اللہ نے رخ پھیر دیا

۲۳۔ قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے "محمد" کے "مذمم" کہتے تھے، "محمد" کے معنی ہیں جس کی تعریف کی جائے، اور "مذمم" کے معنی ہیں مذموم اور برا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں حیرت نہیں ہوتی کہ اللہ پاک نے کس طرح قریش کی گالیوں کا رخ مجھ سے پھیر دیا، وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور میں "محمد" ہوں [281]

دوست کی خاطر چہرۂ انور پر تھوک دیا

۲۴۔ عقبہ بن ابی معیط، ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا، ایک روز عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کچھ دیر بیٹھا اور آپؐ کا کلام سنا، ابی کو جب خبر ہوئی تو فوراً عقبہ کے پاس آیا اور کہا مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تو محمد (ﷺ) کے پاس جاکر بیٹھتا ہے اور ان کا کلام سنتا ہے، خدا کی قسم جب تک محمد (ﷺ) کے منہ پر جاکر تھوک نہ آئے تجھ سے بات

١٦ص٤٦٣ المؤلف : الملا علي القاري ، علي بن سلطان محمد (المتوفى : **1014هـ**

[281] - صحيح البخاري ج ٣ ص ١٢٩٩ حديث‌نمبر :٣٣٤٠ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي -*حاشية السيوطي والسندي على سنن النسائي ج ٥ ج ١١٦ المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : **911هـ**

کرنااور تیری صورت دیکھنامجھ پر حرام ہے، چنانچہ بدنصیب عقبہ اٹھااور چہرۂ انور پر تھوک آیا[282]

کافر توہین و تذلیل کی آخری حد تک اتر چکے تھے، آج اس کا تصور بھی ہمارے لئے سوہان روح ہے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کی تسلی واطمینان کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا (27) يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا (28) لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا (29) وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (30) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا (31)[283]

ترجمہ:۔اور اس دن کو یاد کرو جس دن ظالم حسرت وندامت سے اپنے ہاتھ منہ کاٹے گا، اور کہے گا کہ کاش میں رسول کے ساتھ اپنی راہ بناتا اور کاش فلانے کو اپنا دوست نہ بناتا، اس کمبخت نے مجھ کو اللہ کی نصیحت سے گمراہ کیا، اور رسول اللہ کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم

---

[282] - تفسیر مقاتل ج ۲ ص ۴۶۹ المؤلف : مقاتل بن سليمان بن بشير (المتوفى : 150هـ ، الروض الأنف ج ۲ ص ۱۴۶ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ

[283] -الفرقان: ۲۷تا۳۱

نے اس قرآن کو نظر انداز کردیا تھا، اے ہمارے نبی! آپ رنجیدہ نہ ہوں، ہر نبی کے لئے اسی طرح مجرمین میں سے دشمن پیدا کئے گئے ہیں، اور تیرا رب ہدایت و نصرت کے لئے کافی ہے۔

اظہار حیرت

۲۵۔ ولید بن مغیرہ کہاکرتاتھا کہ بڑے تعجب کی بات ہے "محمد(ﷺ) پر وحی نازل ہو اور میں اور ابو مسعود ثقفی چھوڑ دیئے جائیں، حالانکہ ہم دونوں اپنے اپنے شہر کے بڑے معزز لوگ ہیں، میں قریش کا سردار ہوں، اور ابومسعود قبیلۂ ثقیف کا سردار ہے۔[284]

قرآن کے مقابلے میں عجمی داستانیں لائی گئیں

۲۶۔ نضربن حارث قریش کا ایک سردار تھا، تجارت کے لئے فارس جاتااور وہاں سے شاہانِ عجم کے قصے اور داستانیں خرید کرلاتا اور قریش کو سناتا اور کہتاکہ "محمد"(ﷺ)تو تم کو عاد اور ثمود کے قصے سناتے ہیں، اور میں تم کو رستم واسفند پاراور شاہان فارس کے قصے سناتاہوں،

---

[284] - الروض الأنف ج ۲ ص ۱۴۶ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هــ، السيرة النبوية ج ۲ ص ۵۴ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هــ، السيرة النبوية ج ۱ ص ۳۶۰ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هــ ، : البداية والنهاية ج ۳ ص ۱۱۱ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هــ

لوگوں کو یہ افسانے دلچسپ معلوم ہوتے تھے۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ ایک گانے والی لونڈی بھی اس نے خرید رکھی تھی، لوگوں کو اس کے گانے سنواتا اور جس کے متعلق یہ معلوم ہوتا کہ وہ اسلام کی طرف راغب ہے، اس کے پاس اس لونڈی کو لے جاتا اور کہتا کہ اس کو کھلا پلا اور گانا سنا، پھر اس سے کہتا کہ بتا یہ بہتر ہے یا وہ چیز بہتر ہے جس کی طرف محمد(ﷺ) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو اور جنگ کرو۔[285]

اولاد کی موت پر طعن و تشنیع

۲۷۔ انہی دنوں جب ہر طرف سے کفار مکہ طنز کے نشتر چھوڑ رہے تھے، اور لعنت و ملامت کا طوفان برپا تھا، اللہ کی حکمت حضورﷺ کے صاحبزادے کا انتقال ہوگیا، اور خدا کی شانِ بے نیازی کہ حضورﷺ کی ساری اولاد نرینہ بچپن ہی میں اللہ کو پیاری ہوگئ، خوب دل کھول کر اس کا مذاق اڑایا گیا، خوشیاں منائی گئیں، آوازے کسے گئے، اور تالیاں بجائی گئیں[286]

مولانا عبدالماجد دریاآبادیؒ نے خوب لکھا ہے:

---

[285] -روح المعانی:۱/ ۶۹،الروض الأنف ج ۲ص ۵۲ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)

[286] - تفسير البحر المحيط ج ۱۱ ص ۳۹ المؤلف : أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان النحوي الأندلسي (المتوفى : 745هـ

"اللہ اللہ! کیا شانِ بے نیازی، اور کیا جلوۂ حکمت آرائی ہے کہ باغیوں اور سرکشوں کی اولاد اور اولاد در اولاد پھل پھول رہی ہے، اور جو اپنے رب کا نام جپنے والاہے اسے اس نعمت سے بھی محروم کیا جارہاہے، اس کے پاس نہ دولت تھی نہ حکومت، نہ اس کی کوئی بڑی پارٹی تھی نہ اس کے معتقدین کا کوئی وسیع حلقہ، ہر طرف سے مخالفت کا ہجوم، ہر سعی اصلاح میں ناکامی، ہر دعوت حق میں بے اثری، غرض ہر دنیوی نعمت سے محرومی چشم ظاہر کو پہلے ہی سے نظر آرہی تھی، لے دے کے یہ جو آخری نعمت تھی اب یہ بھی چھن کر رہ گئی، دنیا ایسے مواقع پر کیا رائے قائم کرتی؟ اس نے وہی رائے قائم کی جو اندھوں اور بے بصروں نے ہمیشہ قائم کی ہے، وہ ہنسی، وہ مسکرائی، وہ خوشی سے اچھلی اور کودی، عاص بن وائل منکروں کا ایک سردار، اور ناہنجارو ں کا پیشواتھا، اس نے چمک چمک کر اور مٹک مٹک کر اپنے ساتھیوں سے کہاکہ چلو چھٹی ہوگئی، محمد(ﷺ) کی نسل ختم ہوئی اور آگے نہ اس کے کام کو چلانے والا باقی رہا نہ اس کے نام کا لینے والا، دیکھا ہمارے دیوتاؤں سے بے ادبی کرنے کا یہ انجام، جنہوں نے محمدﷺ کو محض گوشت پوست کا مجموعہ سمجھ رکھا تھا، وہ اس طنز میں شاید معذور بھی تھے، کوئی کس طرح دکھا دیتا کہ کس جسم عنصری کا لفافہ اپنے اندر کس روح مطہر کو ڈھانپے اور چھپائے ہوئے ہے”۔ (تفسیرماجدی)

حضورﷺ کو تو صدمہ پہونچاہی، خدا کو بھی ناگوار گزرا اور آپؐ کی

تسلی کے لئے سورۂ کوثر نازل فرمائی، ایک بصیرت نگار کے الفاظ میں:

"کہ یہ بے خبر اور بے بصر، یہ غافل اور جاہل تیرے اوپر طعنہ زن ہیں، ان بدبختوں کو کیا خبر کہ ہم نے تجھے خیر کثیر دے رکھی ہے، بھلائیوں کے خزانے در خزانے تجھے عطا کر رکھے ہیں، ساری اچھائیوں، ساری خوبیوں، ساری محبوبیوں کا مالک تجھے بنا رکھا ہے، تیرے لئے کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے، دنیا میں بھی عقبیٰ میں بھی، جسے دینے والے ہم ہوں اس کی دولتمندی کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے، جسے بخشنے والے ہم ہوں، اس کی نعمت اندوزیاں کس کے شمار میں آسکتی ہیں، جس پر مہربان ہم ہوں اس کے جاہ وجلال، اس کے عز و کمال، اس کے حسن و جمال، اس کے مال و متاع اور اس کے عروج و اقبال کا احاطہ کرنا کس کے بس کی بات ہے؟ انا أعطينك الكوثر۔

یہ خبیث طعنہ زن ہیں کہ تیری نسل ختم ہو رہی ہے، اور تیرا سلسلہ منقطع ہو رہا ہے، تیری نسل بھلا کبھی ختم ہونے والی اور تیرا سلسلہ کبھی قطع ہونے والا ہے؟ یہ بد باطن دیکھنے کو زندہ نہ رہیں گے، لیکن ان کے جانشین دیکھیں گے، زمین و آسمان دیکھیں گے، جن و بشر دیکھیں گے، آفتاب و ماہتاب دیکھیں گے، کہ تیری نسل قائم اور تیرا سلسلہ دائم ہے، بادشاہتیں بنیں گی اور بگڑیں گی، حکومتیں قائم ہونگی اور مٹیں گی، شہر بسیں گے اور اجڑیں گے، قومیں ابھریں گی اور فنا ہونگی، لیکن تیرا نام زندہ اور تیرا کام پائندہ، قیامت تک قائم، اور قیامت کے بعد بھی

قائم، دنیا میں تیرے نام کی وہ عزت ہوگی، جو نہ آج تک کسی بندہ کی ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی، اونچے میناروں سے تیرا نام ہمارے نام کے ساتھ پکارا جائے گا، دشت وجبل، صحراء ودریا، بحروبر، شہروں اور دیہاتوں، آبادیوں اور ویرانوں، سمندروں اور پہاڑوں، وادیوں اور گھاٹیوں میں تیرے نام کی منادی ہوگی، حجاز وعراق، یمن وشام، حبش ومصر، ایران وتوران، بخارا اور ہندوستان، چین وجاپان، روس وافغانستان، جرمنی وانگلستان، فرانس وامریکہ، دنیا کا گوشہ گوشہ اور ہماری وسیع زمین کا چپہ چپہ تیرے نام کی پکار سے گونجے گا[287]

آنکھیں مٹکائی گئیں، سیٹیاں اور تالیاں بجائی گئیں

۲۸۔ اسود بن مطلب اور اسود بن عبدیغوث اور ان کے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دیکھ کر آنکھیں مٹکاتے اور کہتے تھے کہ یہی ہیں وہ لوگ جو روئے زمین کے بادشاہ ہونگے، اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کریں گے، اور خوب سیٹیاں اور تالیاں بجاتے۔[288]

---

[287] ۔ ذکر رسول-مولانا عبدالماجد دریابادی ۳۷ - ۳۹

[288] -ابن اثیر:۲۷-۶۲/۲، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۲ ص۴۶۰المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

صبر کی انتہا

آخر استہزاء و تمسخر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، پانچ(۵) بدبختوں کا نصیب، پیغمبر کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا، اور وہ جلال نبوت کی زد میں آگئے۔

ایک بار آپ(ﷺ) بیت اللہ کا طواف کررہے تھے کہ جبرئیل امین آگئے، آپ نے جبرئیل امین سے ان لوگوں کے استہزاء و تمسخر کی شکایت کی، اتنے میں ولید سامنے سے گزرا، آپؐ نے بتلایا کہ یہ ولید ہے، جبرئیل نے ولید کی شہ رگ کی طرف اشارہ فرمایا، آپؐ نے پوچھا یہ کیا؟ جبرئیل نے کہا اس کے لئے آپ بے فکر رہیں، اللہ کافی ہے، اس کے بعد اسود بن مطلب گزرا، آپ نے بتایا کہ یہ اسود بن مطلب ہے، جبرئیل نے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا، آپ نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل! یہ کیا؟ جبرئیل نے کہا اسود بن مطلب کے لئے بھی آپ بے فکر رہیں، اس کے بعد اسود بن عبد یغوث ادہر سے گزرا، جبرئیل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا، اور حضور ﷺ کے سوال پر جبرئیل نے وہی جواب دہرایا، اس کے بعد حارث گزرا، جبرئیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا، اس کے بعد عاص بن وائل ادہر سے گزرا، جبرئیل نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا، اور سب میں وہی جواب دہرایا کہ آپ کی طرف سے اللہ کافی ہے۔

چنانچہ ولید کا قصہ یہ ہوا کہ ولید ایک مرتبہ قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو تیر بنارہا تھا، اتفاق سے اس کے کسی تیر پر ولید

کا پاؤں پڑ گیا، جس سے ہلکا زخم ہو گیا، اس زخم کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا، اور اسی میں مر گیا، اسود بن مطلب کا قصہ یہ ہوا کہ ایک کیکر کے درخت کے نیچے جاکر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی، بچاؤ مجھ کو بچاؤ، میری آنکھوں میں کوئی شخص کانٹے چبھا رہا ہے، لڑکوں نے کہا ہمیں تو کوئی نظر نہیں آتا، اسی طرح کہتے کہتے اندھا ہو گیا، اسود بن عبد یغوث کا قصہ یہ ہوا کہ جبرئیل امین کے اشارہ کرتے ہی اس کے تمام سر میں پھوڑے اور پھنسیاں نکل آئیں، اور اسی تکلیف میں وہ مر گیا، حارث کے پیٹ میں اچانک ایسی بیماری پیدا ہوئی کہ منہ سے پاخانہ آنے لگا، اور اسی میں وہ مر گیا، عاص بن وائل کا یہ حشر ہوا کہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا، راستہ میں گدھے سے گرا اور کسی خاردار گھاس پر پڑا، جس سے پاؤں میں ایک معمولی کانٹا لگا، مگر اس معمولی کانٹے کا زخم اس قدر شدید ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا اور اسی میں مر گیا۔[289]

قریش کی جاہلانہ پیش کش

۲۹۔ ایک بار قریش نے جمع ہو کر مشورہ کیا اور ابو الولید عتبہ بن

---

[289] - الروض الأنف ج ۲ ص ۲۱۳ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ، السيرة النبوية ج ۲ ص ۸۷ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ ، السيرة النبوية ج ۱ ص ۴۱۰ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)

ربیعہ کو اپنی طرف سے پیغام دیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، عتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور بڑی نرمی کے ساتھ کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم شریف ہو تمہارا خاندان بھی شریف و معزز ہے، مگر تم نے قوم کے اندر فتنہ ڈال رکھا ہے، یہ بتاؤ کہ آخر تمہارا مقصد کیا ہے؟ اگر تم کو مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم تمہارے واسطے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤگے، اگر تم کو حکومت اور سرداری کی خواہش ہے تو ہم سب تم کو اپنا سردار بنالینے اور تمہاری حکومت تسلیم کرنے کو تیار ہیں، اگر تم کو کسی حسین لڑکی کی خواہش ہے تو ہم سب سے اعلیٰ گھرانے کی سب سے زیادہ حسین لڑکی سے تمہاری شادی کرادیتے ہیں، اور اگر ان سب چیزوں کی خواہش ہے تو یہ سب تمہارے لئے فراہم کئے دیتے ہیں، تم اپنا دلی منشا صاف صاف بیان کردو، ہم تمہاری خواہشات پوری کرنے کو تیار ہیں،

عتبہ جب اپنی بات ختم کرچکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے اپنی بات کہہ لی، اب میری بات سنو، مجھ کو نہ تمہارا مال و دولت درکار ہے، اور نہ تمہاری حکومت و سرداری کی لالچ ہے، میں تو اللہ کا رسول ہوں، اللہ نے مجھ کو تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے، اور مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو اللہ کے ثواب کی بشارت سناؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں، میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہونچادیا اور بطور خیر خواہی اس سے تمہیں آگاہ کر دیا، اگر تم اس کو قبول

کرو تو تمہارے لئے باعث سعادت وفلاح ہوگا، اور اگر نہ مانوتو میں صبر کرونگا، یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے، پھر سورہ حم سجدہ کی چند آیات تلاوت فرمائیں:

بِسْمِ اللّهِ الرّحْمَنِ الرّحِيمِ { حم تَنْزِيلٌ مِنَ الرّحْمَنِ الرّحِيمِ كِتَابٌ فُصّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنّةٍ مِمّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ }[290]

آپؐ تلاوت فرماتے رہے، اور عتبہ دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب ٹیکے مبہوت سنتا رہا، جب آپؐ اس آیت پر پہونچے:

{ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ }[291]

ترجمہ: پھراگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسے آسمانی عذاب سے ڈراتاہوں، جیسے قوم عاد اور ثمود پر میں نے نازل کیاتھا۔

یہ سنتے ہی عتبہ کارنگ فق ہوگیااور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، اورکہاکہ ایسا نہ کہو، پھرآپ نے سجدہ کیا اورسجدہ سے فارغ ہوکر کہاکہ تم نے میرا جواب سن لیا؟ عتبہ وہاں سے اٹھااور قریش کے پاس آکر کہا کہ میں نے ایساکلام سناہے جونہ شعر ہے اورنہ

---

[290] -[فُصّلَتْ 1 – 5

[291] - فصلت : 13

جادو کا منتر، میری رائے یہ ہے کہ اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور تم بالکل غیر جانب دار ہوجاؤ، اگر یہ ملک عرب پر غالب آگیا تو چونکہ یہ تمہارا بھائی ہے اس کی کامیابی تمہاری کامیابی ہوگی، اور اگر یہ تباہ ہوگیا تو تم سستے چھوٹ جاؤ گے، یہ سن کر قریش نے عتبہ سے کہا لگتا ہے تم پر محمد نے جادو کر دیا ہے عتبہ نے کہا جو جی چاہے کرو اور کہو، میں نے اپنی رائے ظاہر کر دی [292]

مضحکہ خیز تجویز

۳۰۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک بار قریش نے آپؐ سے یہ کہا کہ آپؐ ہمارے بتوں کی مذمت سے باز آجائیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہمارے اور آپؐ کے درمیان فیصلہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک سال آپؐ ہمارے بتوں کی پرستش اور ایک سال ہم آپؐ کے خدا کی

---

[292] - الروض الأنف ج ٢ ص ٤٦ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ ، : السيرة النبوية ج ١ ص ٧٢ المؤلف : محمد بن إسحاق (المتوفى : 152هـ، السيرة النبوية ج ١ ص٢٩٢ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ ، : عيون الأثرج ١ ص ١٣٩ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ،)

عبادت وبندگی کریں۔ [293]

ایک نبی برحق جو صرف خدائے واحد کی بندگی کی دعوت کے لئے اس دنیا میں آیا تھا اسی سے بت پرستی پر سمجھوتہ کی بات کی جارہی تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

معجم طبرانی میں ہے کہ ان کے جواب میں سورۂ الکافرون نازل ہوئی:

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (1) لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ (2) وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (3) وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ (4) وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (5) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (6) [294]

ترجمہ: اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتاہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو، اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرونگا اور نہ تم میرے معبودکی پرستش کروگے، تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔

ابن جریر طبریؒ کی روایت ہے کہ سورۂ کافرون کے علاوہ یہ

---

[293] - سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج٢ ص ٤٢٥ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ، عيون الأثرج١ ص ١٤٠ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

[294] - سورۂ الکافرون ۱ تا ۶۔

آیات بھی نازل ہوئیں:

قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ (64) وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (65) بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ (66) [295]

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے، اے جاہلو! کیا تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کا مشورہ دیتے ہو، جبکہ بالیقین آپ کی طرف اور تمام گزشتہ پیغمبروں کی طرف یہ وحی بھیجی جاچکی ہے کہ اے مخاطب! اگر تو شرک کریگا تو تیرے تمام اعمال غارت وبرباد ہوجائیں گے اور توخسارہ میں پڑجائے گا، اے مخاطب! کبھی شرک نہ کرنا، بلکہ ہمیشہ اللہ ہی کی عبادت کرنا، اور اللہ کے شکر گزار بندوں میں رہنا۔ [296]

بیہودہ مطالبات

۱۳۔ حضور ﷺ کو اپنے ہم وطن مشرکین کی طرف سے جسمانی

---

[295] ۔سورۃ الزمر ۶۴ تا ۶۶

[296] ۔ جامع البيان في تأويل القرآن ج۲۱ ص ۳۲۲ ،المؤلف : **محمد بن جرير** بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري المتوفى : **310**هـ) المحقق : أحمد محمد شاكر،الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى ، **1420** هـ - **2000** م عدد الأجزاء : ۲۴ ،عيون الأثرج ۱ص ۱۴۰ المؤلف : **محمد بن عبد الله** بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : **734**هـ)

اذیتوں کے علاوہ مختلف مہمل اور بیہودہ سوالات کے ذریعہ روحانی اور دلی صدمے بھی بہت پہونچائے گئے، مثلاً جب حضور ﷺ نے قریش کی مذکورہ تجویز مسترد کردی تو ان لوگوں نے آپ ؐ سے یہ کہا کہ خیر اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو ہم ایک اور تجویز آپ کے سامنے رکھتے ہیں، اس کو منظور کیجئے: وہ یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی قوم انتہائی تنگ دست ہے اور یہ شہر مکہ بھی بہت تنگ ہے، ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں، سبزہ وشادابی کا کہیں نام ونشان نہیں ہے، لہٰذا، آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو پیغمبر بناکر بھیجا ہے، کہئے کہ اس شہر کے پہاڑ وں کو یہاں سے ہٹادے، تاکہ شہر وسیع ہوجائے، اور شام وعراق کی طرح اس شہر میں نہریں جاری کردے، اور ہمارے آباء واجداد خصوصاً قصی بن کلاب کو زندہ فرمادے، تاکہ ہم ان سے آپ کے بارےمیں دریافت کرلیں کہ جو آپ کہتے ہیں وہ حق ہے یانہیں؟۔ اگر ہمارے آباء واجداد نے زندہ ہوکر آپ کی تصدیق کردی، تو ہم سمجھ لیں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ہم بھی آپ کی تصدیق کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا میں اس لئے نہیں بھیجا گیا، خدا نے جو پیام دے کر بھیجا تھا وہ تم تک پہونچادیا، اگر تم اس کو قبول کروتو تمہاری خوش نصیبی ہے، اوراگر نہ مانوتو میں صبر کرونگا، یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمادے، قریش نے کہا اچھا اگر آپ ہمارے لئے ایسا نہیں کرسکتے تو آپ خدا سے اپنے ہی لئے دعا کیجئے کہ اللہ آسمان سے ایک فرشتہ نازل فرمائے جو ہر جگہ آپ کی تائید کے

لئے ساتھ ساتھ پھیرے، نیز اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کہئے کہ وہ آپ کو باغات اور محلات اور سونا چاندی کے خزانے عطا فرمادے، جس سے آپ کی عزت وعظمت ظاہر ہو، ہم دیکھتے ہیں ہماری طرح آپ بھی کسب معاش کے لئے بازاروں میں جاتے ہیں، آپ نے فرمایا، میں خداوند ذوالجلال سے کبھی اس قسم کا سوال نہیں کرونگا، میں اس لئے نہیں بھیجا گیا، میں تو بشیر اور نذیر بناکر بھیجا گیاہوں۔ قریش نے کہا اچھا اللہ سے دعا کروکہ ہم پر کوئی عذاب نازل فرمادے، آپؐ نے فرمایا، اللہ کو اختیار ہے کہ تم پرعذاب نازل فرمائے یا مہلت دے، اس پر آپؐ کا پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابی امیہ برہم ہوکر کھڑا ہوگیا، اور کہاکہ اے محمد! آپ کی قوم نے اتنی باتیں آپؐ کے سامنے رکھیں لیکن آپؐ کو ایک بات بھی پسند نہ آئی، اے محمد! خدا کی قسم اگر تم سیڑھی لگاکر آسمان پر بھی چڑھ جاؤ اور وہاں سے تم اپنی نبوت ورسالت کا پروانہ لکھا لاؤ اور چار فرشتے بھی تمہارے ہمراہ آئیں، اور تمہاری نبوت کی کھلی گواہی دیں، تب بھی میں تمہاری تصدیق نہ کرونگا، (یہ تھی ان کے دل کی اصل بات جو زبان پر آہی گئی، وہ ماننے والے ہرگز نہیں تھے) لاچار حضور صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ہوکر گھر تشریف لے آئے۔ [297]

---

[297] - عيون الأثرج ١ص ١٤١ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحيي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)-البدایۃوالنہایۃ: ٣/ ٥٠، الروض الأنف ج ٢ ص

ان کا ہر انداز توہین آمیز، ہر بات تکلیف دہ، اور ہر سوال وجواب اشتعال انگیز۔۔ ان سوالات سے ان کا مقصد اطمینان و یقین حاصل کرنا نہ تھا، اورنہ وہ ایمان لانے کا ارادہ رکھتے تھے، بلکہ محض حضور ﷺ کو ستانے اور صدمہ پہونچانے کے لئے اس طرح کی باتیں کرتے تھے، ہر دور میں جولوگ کردار کے نہیں ہوتے وہی لوگ طنز کے تیر و نشتر زیادہ چھوڑتے ہیں۔۔ ان کے بعض سوالات قرآن میں شامل ہوکر باطل پرستوں اور سچائی کے دشمنوں کے لئے ابدی داغ کی صورت میں ثبت ہوچکے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا (90) أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا (91) أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا (92) أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (93)[298]

ترجمہ: اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری

۴۶، المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، السيرة النبوية ج ۱ ص ۶۸ المؤلف : محمد بن إسحاق (المتوفى : 152هـ)، السيرة النبوية ج ۱ ص ۴۸۰ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[298] - سورۃ بنی اسرائیل ۹۰ تا ۹۳۔

کردے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ، یا ہوجائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا، پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلاکر یاگرادے آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہاکرتاہے، ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے یا ہوجائے تیرے لئے ایک گھر سنہرا، یا چڑھ جائے تو آسمان میں، اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں، تو کہہ، سبحان اللہ! میں کون ہوں مگرایک آدمی ہوں بھیجا ہوا"

چچا ابوطالب پر دباؤ

۳۲ -جب باہر کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں تو دشمنوں نے گھر کے اندر پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی، اور داخلی سطح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کو نقصان پہونچانے کا ارادہ کیا۔

حضور ﷺ کے پیارے چچا ابوطالب جن کو گھر کی سطح تک سرپرستی کا درجہ بھی حاصل تھا، اور حضور ﷺ کی یتیمی کابڑاحصہ انہی کے زیر سایہ پروان چڑھاتھا، اس لئے بھی ان کو مرکزی اہمیت حاصل تھی، ان کے اثر و رسوخ کی بنا پر حضور ﷺ کو کافی تقویت حاصل تھی، قریش نے پروگرام بنایاکہ ابوطالب کو بھتیجے سے برگشتہ کردیاجائے، چنانچہ ان کا ایک وفد ابوطالب کی خدمت میں پہونچا، اور شکایت کی کہ تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کو برا کہنے سے باز نہیں آنا چاہتا، تم اس کو سمجھاؤ اور اس حرکت سے باز رکھو، ابوطالب نے ان کو معقول جوابات دیئے، اور ان کو توجہ دلائی کہ تم

لوگ بھی ایذارسانیوں میں حد سے بڑھتے جارہے ہو، اس روز تو یہ لوگ ابوطالب کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے لیکن دوسرے روز مشورہ کرکے پھر پہونچے، ان کے آنے پر ابوطالب نے حضور ﷺ کو اپنے مکان پر ان کے سامنے بلوایا اور آپ کے سامنے گفتگو شروع ہوئی، قریش کے سرداروں نے وہی باتیں اس مجلس میں آپؐ سے کہیں جو اس سے قبل بھی مختلف طور پر وہ کہتے رہے تھے، انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اس وقت بعض ضروری باتوں کے لئے بلوایا ہے، بخدا کسی شخص نے اپنی قوم کو اتنی مشکلات میں نہیں ڈالا ہوگا، جس قدر مشکلات میں تم نے قوم کو مبتلا کردیا ہے، اگر تم اپنے اس نئے دین کے ذریعہ مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم اتنا مال جمع کردیتے ہیں کہ کسی دوسرے کے پاس اتنا مال نہ ہو، اگر شرف و عزت کی خواہش ہے تو ہم ابھی تم کو اپنا سردار تسلیم کرلیتے ہیں، اگر حکومت و سلطنت کی تمنا ہے تو ہم تم کو ملک عرب کا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں، اگر تم کو کوئی جن یا آسیب نظر آتا ہے اور اس کے اثر سے تم ایسی باتیں کرتے ہو تو ہم اپنے کاہنوں اور حکیموں سے علاج کرانے کو تیار ہیں۔۔۔ آپؐ نے یہ باتیں سن کر جواباً قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں، اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری طرف اپنا رسول بناکر بھیجا ہے، میں نے خدا کے احکام تم تک پہونچادیئے، اگر تم میری تعلیمات قبول کرلوگے تو تمہارے لئے دین ودنیا کی بہتری کا موجب ہوگا اور اگر انکار پر اصرار کروگے تو میں خدا کے حکم کا انتظار کرونگا، کہ وہ

تمہارے لئے کیا حکم صادر فرماتاہے، یہ سن کر کفار نے کہا کہ اچھا اگر تم خدا کے رسول ہوتو ان پہاڑوں کو ملک عرب سے ہٹادو، اورریگستان کوسرسبز بنادو، ہمارے باپ داداکو زندہ کردواور ان میں قصی بن کلاب کو ضرور زندہ کرو، اگرقصی بن کلاب نے زندہ ہوکر تم کو سچا مان لیا اور تمہاری رسالت کو قبول کرلیا تو ہم بھی تم کو رسول تسلیم کرلیں گے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں ان کاموں کے لئے رسول نہیں بنایاگیا ہوں، میرا کام یہ ہے کہ تم کو خدا کے احکام جو مجھ پر نازل ہوتے ہیں سنادوں، اوراچھی طرح سمجھادوں، میں اپنے اختیارسےخود کچھ نہیں کرسکتا، اس قسم کی باتیں سن کرسردارانِ قریش کافی ناراض اوربرہم ہوئےاورابوطالب کو دھمکیاں دے کر چلے گئے۔

سردارانِ قریش کے جانےکےبعدابوطالب نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم سے کہاکہ بھتیجے! میں بوڑھا ہوگیا ہوں، اوراپنے اندر قریش سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا، تم مجھے ایسی مشقت میں نہ ڈالو جو میری طاقت و استطاعت سے باہر ہو، مناسب یہ ہے کہ تم اپنے دین کا اعلان اور بتوں کی علانیہ برائیاں کرنا چھوڑدو، دشمن ابوطالب کو بگاڑنے میں کامیاب ہوگئے تھے، اور خوف ہی کے وجہ سے سہی مگرابوطالب نے اس حد تک دشمنوں سے اتفاق کرلیاتھا کہ اسلام کا اعلان اور بت پرستی کی کھلی مذمت مناسب نہیں، ابوطالب آج تک ساتھ دیتے آئے تھے، اوران کی وجہ سے حضور ﷺ کو بہت کچھ ڈھارس تھی، آج ان کی یہ مایوسانہ باتیں سن کر آپؐ کادل بھر

آیا، اور آپؐ کو شبہ ہواکہ شاید اب چچاجان بھی میری حمایت سے دستبردار ہوناچاہتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا، چچا! اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں، تب بھی میں اپنے کام سے باز نہیں رہ سکتا، یہ کہتے ہوئے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، اور پھر آپؐ یہ کہکر ابوطالب کے پاس سے چیشم پر آب اٹھ گئے کہ چچا! میں اپنے کام کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ خدا کاکام پوار نہ ہوجائے، یا یہی کام کرتے ہوئے میں ہلاک نہ ہوجاؤں، ابوطالب پر اس کا بہت اثر ہوا، اور انہوں نے آپ کوواپس بلاکر کہاکہ اچھاتم ضرور اپنےکام میں مصروف رہو، جبتک میرے د م میں دم ہے، میں تمہاری حمایت سےباز نہیں رہوں گا، اورتم کو کبھی دشمنوں کے سپرد نہیں کروں گا۔[299]

افسوس ابوطالب نے محض رشتہ کا خیال کرکے یہ بات کہی، اور بڑی حدتک اس کونبھایا بھی مگران کے سینے میں کبھی وہ آگ نہ بھڑک سکی جوان کے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں بھڑک رہی تھی۔

---

[299] -الروض الأنف ج ٢ ص ٦ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، عيون الأثر ج ١ ص ١٣٢ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ) ، السيرة النبوية ج١ ص ٢٦٦ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)

مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت اور دشمنوں کا تعاقب

۳۳۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ نبی ﷺ کے ماننے والوں کو اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے اپنا گھربار، مال و متاع اور اعزاء واقرباء سب چھوڑ کر جلاوطن ہوجانا پڑا، پہلی ہجرت میں گیارہ (۱۱) مرد اور پانچ (۵) عورتیں، اور دوسری ہجرت میں (۸۶) مرد اور سترہ (۱۷) عورتیں تھیں، اس بے سروسامان قافلہ نے نبی ﷺ کے اشارے پر حبشہ کے نجاشی بادشاہ کی حکومت میں پناہ لی، کفار قریش کو جب یہ پتہ چلا تو انہوں نے تعاقب کیا اور آخر کار ان کے قاصد بادشاہ کے دربار تک پہونچ گئے، تاکہ بھگوڑے لوگوں کو واپس لیجا سکیں، نجاشی کی فرمائش پر اس بے سروسامان اور بے وطن کارواں کے ترجمان حضرت جعفر طیارؓ نے دربار حکومت میں بادشاہ اور تمام اعیانِ سلطنت کی موجودگی میں اپنے دین کی حقیقت اور جلاوطنی کے مقصد پر ایسی مؤثر تقریر فرمائی کہ پورے دربار پر سناٹا چھاگیا، حضرت جعفرؓ نے بادشاہ کو مخاطب کرکے کہا:

"اے بادشاہ! ہم جاہل ونادان تھے، بتوں کو پوجتے اور مردار کھاتے تھے، طرح طرح کی بے حیائیوں میں مبتلاء تھے قطع رحمی کرتے، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں جو طاقت والا تھا وہ چاہتا کہ کمزور کو کھاجائیں، ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے ہم پر فضل فرمایااور ہم ہی میں سے اپنا ایک پیغمبر بھیجا، جس کے حسب و نسب، صدق وامانت اور پاکدامنی وعفت سے ہم خوب واقف تھے، اس نے ہم کو اللہ

کی طرف بلایا کہ ہم اس کو ایک مانیں، ایک جانیں، ایک سمجھیں، صرف اسی کی عبادت و بندگی کریں، اور جن بتوں اور پتھروں کی ہم اور ہمارے آباء واجداد پرستش کرتے تھے، ان سب کو بالکل چھوڑدیں، اس نے سچائی، امانت، صلہ رحمی، اور پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کا حکم دیا، خوں ریزی، حرام باتوں، بے حیائیوں، قول ناحق، یتیم کا مال کھانے اور کسی پاک دامن پر تہمت لگانےسے منع کیا، اوریہ حکم دیاکہ صرف اللہ کی عبادت کریں، کسی کو اس کاشریک نہ بنائیں، نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، روزہ رکھیں، اورجان و مال سے خدا کی راہ میں دریغ نہ کریں، (اس کے علاوہ اور بھی تعلیماتِ اسلام کا ذکر کرکے ان پر اپنے ایمان و عمل کا اظہار کیا) اور پھر کہا کہ اس پر ہماری قوم نے ہمیں طرح طرح سے ستایا، بڑی بڑی تکلیفیں پہونچائیں، تاکہ ہم خدائے واحد کی عبادت چھوڑکر پہلے کی طرح پھر بے حیائیوں میں مبتلا ہوجائیں، جب ہم ان کے مظالم سے تنگ آگئے، اور اپنے دین پر چلنا اور ایک خدائے واحد کی بندگی کرنا ہمارے لئے دشوار ہوگیا تو ہم نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور اس امید پر کہ آپ ظلم نہ کریں گے آپ کی ہمسائیگی کو ترجیح دی"

نجاشی نے پیغمبر اسلام پر نازل شدہ چند آیات سنانے کی فرمائش کی، حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا، بادشاہ اور تمام درباریوں کے آنسونکل آئے، روتے روتے بادشاہ کی ڈاڑھی تر ہوگئی، حضرت جعفرؓ تلاوت ختم فرماچکے تو نجاشی نے اپنے خیالات کا اظہار ان

الفاظ میں کیا کہ :

"یہ کلام اسی مخزن سے نکلاہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا ہے،"

نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی ،اس نے کہا مرحبا ہو تم کو اور اس کو بھی جس کے پاس سے تم آئے ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں،اوریقیناًیہ وہی پیغمبر ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے،اوراگر یہ کار سلطنت نہ ہوتا تومیں ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، اور ان کے جوتوں کو بوسہ دیتا، اور مسلمانوں سے کہہ دیاکہ جب تک چاہو میری زمین میں رہو اور کھانے کپڑے کے انتظام کا بھی حکم دیا، نجاشی کو قریش کے قاصدوں کی طرف سے نذرانوں کی صورت میں ان بد حال مسلمانوں کی واپسی کے لئے بہت بھاری رشوت پیش کی گئی تھی،مگر نجاشی نے مسلمانوں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا،اوردرباریوں کی ناراضی کی پرواہ کئے بغیر مسلمانوں سے صاف لفظوں میں کہا کہ تم امن سے رہو، میں ایک سونے کا پہاڑ لیکر بھی تم کو ستانا پسند نہیں کرتا، اور حکم دیا کہ قریش کے تمام تحائف اور نذرانے واپس کردیئے جائیں، مجھ کو ان نذرانوں کی ضرورت نہیں، واللہ خدا نے میرا ملک اور میری سلطنت بغیر رشوت کے مجھے دلائی ہے، اس لئے میں تم سے رشوت لے کر ان لوگوں کو تمہارے سپرد ہرگز نہیں کرسکتا"

حضرت جعفرؓ نے بادشاہ سے کہا کہ ان قاصدوں سے پوچھا جائے کہ کیا ہم غلام تھے؟ جو اپنے آقاؤں سے بھاگ کر آئے ہوں، یا کسی کا خون کرکے آئے ہیں، یا کسی کا مال لے کر آئے ہیں؟ قاصد نے سچ جواب دیا کہ نہیں ان میں سے کوئی بات نہیں ہے، ان کا جرم یہ ہے کہ یہ ہماری برادری کے لوگ ہیں، انہوں نے اپنا آبائی دین چھوڑکر ایک نیا دین اختیار کرلیا ہے۔ غرض کسی طرح دشمن نجاشی کا دل نہ جیت سکے، اور ان مہاجر مسلمانوں کو کچھ دنوں کے لئے چین کی جگہ مل گئی۔[300]

ابوجہل نے پتھر مار کر زخمی کیا

۳۴۔ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر یا اس کے دامن میں بیٹھے تھے کہ ابوجہل اس طرف آگیا،اس نے آپ کو دیکھ کر بہت سخت و سست اورگستاخانہ الفاظ کہے، آپؐ نےجب اس کی بیہودہ سرائی کا کوئی جواب نہ دیاتو اس نےایک پتھراٹھاکر مارا، جس سے آپؐ زخمی ہوئے اور خون بہنے لگا، آپؐ خاموش اپنے گھر چلے آئے، یہی واقعہ حضرت حمزہؓ کے

---

[300] ۔ مجمع الزوائد:۱/ ۲۷-سیرۃ ابن ہشام:۱/ ۱۱۵-عیون الاثر:۱/ ۱۱۸-دلائل ابی نعیم:۱/ ۸۱، الروض الأنف ج۲ ص ۱۱۱ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، : ذخائر العقبى ج ۱ ص ۲۱۰ المؤلف : محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري (المتوفى : 694هـ)

اسلام کا باعث بنا۔[301]

پورے خاندان کا سماجی بائیکاٹ

۳۵ -جب دشمن ہر طرف سے تھک گئے، نہ وہ لوگوں کو دائرہ ٔاسلام میں داخل ہونے سے روک سکے، اور نہ ابوطالب اور شاہ حبشہ کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوسکے، حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہ ؓ جیسی قدآور شخصیتیں بھی آغوش اسلام میں داخل ہونے لگیں، تو قریش بے چین ہوگئے، ان حالات کو دیکھ کر نبوت کے ساتویں سال کی ابتداء یعنی ماہِ محرم میں قریش نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی، مسلمانوں کی روز افزوں جماعت کے خطرات سے قوم کو آگاہ کیا، اور اس خطرہ واندیشہ سے محفوظ رہنے کی تدابیر پر غور کیا گیا، بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب اگرچہ سب کے سب مسلمان نہیں ہوئے ہیں لیکن وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت سے باز نہیں آتے، لہٰذا پہلے ابوطالب سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ محمدؐ (اپنے بھتیجے) کو ہمارے حوالے کر دیں، اگر وہ انکار کریں تو بنوہاشم اور بنو عبدالمطلب سے شادی بیاہ، میل ملاقات، سلام پیام، سب ترک کر دیا جائے،

---

[301] - الروض الأنف ج ٢ ص ٤٣ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، : السيرة النبوية ج ١ ص ٤٤٦ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)، : ذخائر العقبى ج ١ ص ١٧٣ المؤلف : محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري (المتوفى : 694هـ)

کوئی چیز ان کے ہاتھ فروخت نہ کی جائے اور کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے پاس نہ پہونچنے دی جائے، اور اس بائیکاٹ کو اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے سپرد نہ کردیں۔

چنانچہ اس مقاطعہ کے متعلق ایک عہد نامہ لکھا گیا، تمام رؤساء قریش نے اس پر قسمیں کھائیں، اور عہدنامہ پر دستخط کئے، یہ دستخط شدہ عہدنامہ اندرونِ کعبہ لٹکا دیا گیا اور مقاطعہ شروع ہوگیا، حالات سے مجبور ہوکر ابوطالب تمام بنوہاشم اور بنو عبدالمطلب کو لے کر مکہ کے قریب ایک پہاڑی درّے میں جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہوا، جاکر محصور ہوگئے، جتنے مسلمان تھے وہ بھی ان کے ساتھ اسی درّے میں چلے گئے، بنو ہاشم کا صرف ایک شخص ابولہب اس قید و نظر بندی سے آزاد رہا، وہ کفار قریش کے ساتھ تھا، غلہ وغیرہ جو کچھ بنوہاشم اپنے ساتھ لے گئے تھے وہ جلد ختم ہوگیا، اور ان لوگوں کو کھانے پینے کی بڑی تکلیف ہونے لگی، درّے میں جانے کا صرف ایک تنگ راستہ تھا، کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

تین برس تک بنو ہاشم اور مکہ کے ان مسلمانوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیتیں شعب ابی طالب میں برداشت کیں، جن کے تصور سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، بھوک سے بچوں کے بلبلانے کی آوازیں باہر سنائی دینے لگیں، مسلمانوں نے کیکر کے پتے کھاکر دن کاٹے، سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا، اتفاق سے شب

میں میرا پاؤں کسی تر چیز پر پڑا، فوراً زبان پر رکھ کر نگل گیا، اب تک معلوم نہیں وہ کیا چیز تھی، سعد بن ابی وقاصؓ اپنا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو پیشاب کے لئے نکلا، راستہ میں ایک اونٹ کی کھال کا سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ لگا، پانی سے دھوکر اس کو جلایا اور کوٹ چھان کر اس کا سفوف بنایا اور پانی سے اس کو پی لیا، تین راتیں اسی سہارے پر بسر کیں، نوبت یہاں تک پہونچی کہ جب کوئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو ابولہب اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھرتا کہ کوئی تاجر اصحاب محمدؐ کو عام نرخ پر کوئی چیز فروخت نہ کرے، بلکہ ان سے بڑھ چڑھ کر قیمت لے، اور اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار ہوں، صحابہ خریدنے کے لئے آتے، مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس ہوجاتے، الغرض ایک طرف اپنی تہی دستی اور دشمنوں کی چیرہ دستی تھی اور دوسری طرف بچوں کا بھوک سے تڑپنا اور بلبلانا، سنگدل تو سنگدل تھے، مگر کچھ لوگ رحم دل بھی تھے، ہشام بن عمرو نے بنی ہاشم کی اس مصیبت کو سب سے پہلے محسوس کیا، وہ زہیر بن امیہ کے پاس گئے، جو عبدالمطلب کے نواسے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے، اور کہا اے زہیر! کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم جو چاہو کھاؤ اور پہنو اور شادیاں کرو، اور تمہارے ماموں ایک ایک دانہ کو ترسیں، خدا کی قسم اگر ابوجہل کے ماموں اور نانیہال کے لوگ اس حال میں ہوتے تو ابوجہل ہرگز ہرگز ایسے عہد نامہ کی پرواہ نہیں کرتا، غرض

ہشام کی تحریک پر مکہ میں کئی اشخاص جوبنو ہاشم سے قرابت رکھتے تھے، بنوہاشم کومظلوم سمجھ کراس ظالمانہ عہد نامہ کی تنسیخ کے متعلق باتیں کرنے لگے، انہی ایام میں حضور ﷺ نے ابوطالب سے کہاکہ مجھ کو خداتعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے اس عہد نامہ کی تمام تحریروں کو کیڑوں نے کھالیا ہے، اس میں جہاں جہاں اللہ کانام ہےوہ بدستور لکھاہواہے، لفظ اللہ کے سواباقی تمام حروف غائب ہوچکے ہیں، یہ سن کر ابوطالب اپنی گھاٹی سے باہرنکلے اور قریش سے کہاکہ مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)نے یہ خبردی ہے، تم عہد نامہ کو دیکھو، اگر یہ خبر صحیح ہےاور عہدنامہ کی تحریر معدوم ہو چکی ہےتو مقاطعہ ختم ہوجانا چاہیے، چنانچہ اسی وقت قریش خانۂ کعبہ کی طرف دوڑے ہوئے آئے اور دیکھاتو دیمک نے تمام حروف چاٹ لئے تھے اور جہاں جہاں اللہ کانام لکھاتھاوہ محفوظ تھا، یہ دیکھ کرسب حیران رہ گئے، اور بالآخر پورے تین سال کے بعدبائیکاٹ کے خاتمہ کا اعلان کردیاگیا۔[302]

غم کا سال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب سے نکلے تو نبوت کا دسواں سال شروع ہوچکاتھا، قیاس یہ چاہتاتھا کہ اب حضور ﷺ کے ساتھ قریش

---

[302] - تاریخ طبری:۲/ ۲۲۸-سیرۃ ابن ہشام:۱/ ۱۳۰ -فتح الباری:۷/ ۱۴۷ ، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۲ ص ۴۱۳ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

کی طرف سے رعایت اور نرمی کا برتاؤ ہوگا، مگر نہیں، مسلمانوں کی پریشانیاں اور حضورﷺ کے مصائب اور بھی بڑھ گئے، اور جلد ہی ایسے حالات پیش آئے کہ اس سال کا نام ہی عام الحزن (غم کا سال) پڑ گیا، حضور ﷺ کی زندگی میں غموں کی کمی نہیں تھی، لیکن اس سال غم انگیز واقعات و حادثات کا جو تسلسل رہا اس کی بنا پر پورا سال ہی سالِ غم بن گیا۔

چچا کی وفات حسرت آیات

۳۶۔ مشہور قول کے مطابق ہجرت سے تین سال قبل رجب سنہ ۱۰ نبوی میں پیارے چچا ابوطالب فوت ہوئے، [303]

ابوطالب کے فوت ہوتے ہی کفار مکہ یعنی دشمنان دین کی ہمتیں بڑھ گئیں، ابوطالب ہی ایک بااثر اور بنی ہاشم کے ایسے سردار تھے جن کا سب لحاظ کرتے اور ڈرتے تھے، ان کے مرتے ہی بنی ہاشم کا رعب واثر جو مکہ میں قائم تھا باقی نہ رہا، قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے اور نقصان پہونچانے کے لئے میدان خالی پاکر آزادانہ اور بے باکانہ مظالم کا سلسلہ تیز کر دیا، ابوطالب گو کہ حضور ﷺ کی تمامتر کوششوں اور امیدوں کے باوجود مسلمان نہ ہوسکے، لیکن وہ پیغمبر اسلام اور دین کے تحفظ کے معاملے میں

---

[303] - سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ٢ ص ٤٢٨ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

پورے مکہ میں ایک مضبوط ڈھال کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی وفات پر حضور ﷺ نے سخت کمی اور بے بسی کا احساس فرمایا، آپ ؐ کے اس ارشاد عالی میں اس احساس کی پوری عکاسی ہوتی ہے،

ما نالت منى قريش شيئا أكرهه حتى مات أبو طالب "[304]

ترجمہ : قریش کی ناگواریوں کا سامنا میں نے ابوطالب کی موت کے بعد سب سے زیادہ کیا۔

یار غار کا ارادۂ ہجرت

۳۷ -اسی سال حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی مظالم قریش سے تنگ آکر ہجرت کا ارادہ کرلیا، اور رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حبشہ کے ارادے سے نکل پڑے، مکہ سے باہر چار منزل کے فاصلہ پر برک الغماد کے پاس قبیلۂ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ان کی ملاقات ہوگئی اس کے کہنے سننے اور اطمینان دلانے پر واپس ہوئے[305]

---

[304] -دلائل النبوة للبيهقي ج ٢ ص ٢٣٠ حديث نمبر:۶۴۰المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)

[305] - الجامع الصحيح المختصر ج ٢ ص ٨٠٣ حديث نمبر :٢١٧٥ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي -* الروض الأنف ج ٢ ص ١٥٨ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)

اہلیہ محترمہ کا انتقال پُر ملال

۳۸ -ابوطالب کی وفات کے قریب دوماہ اور ایک قول کے مطابق تین دن کے بعد رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔[306]

حضرت خدیجہؓ سے آپ کو بڑی محبت تھی، وہ تمام مصائب وآلام میں حضور ﷺ کی رفیق تھیں، سب سے پہلے وہی آپؐ پر ایمان لائیں، انہوں نے ہمیشہ آپ ﷺ کی ہمت بندھائی اور مصیبتوں میں آپ ﷺ کو تسلی دی، آپ ﷺ کی زندگی میں حضرت خدیجہؓ کی اہمیت کا احساس حضور ﷺ کے ان کلمات سے ہوتا جو آپؐ نے ان کے تعلق سے ارشاد فرمایا:

ما أبدلنى الله خيرا منها قد آمنت بى إذ كفر الناس وصدقتنى إذ كذبنى الناس وواستنى بمالها إذ حرمنى الناس ورزقنى الله ولدها إذ حرمنى أولاد النساء يعنى خديجة (أحمد عن عائشة)أخرجه أحمد ج ۶ ص ۱۱۷ ، رقم ۲۴۹۰۸) ، قال الهيثمى (224/9) : إسناده حسن[307] .

---

[306] - السيرة النبوية ج ۲ ص ۱۳۲ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[307] -: جمع الجوامع أو الجامع الكبير ج ۱ ص ۲۰۴۵۲ للسيوطي (849 - 911 هـ، 1445 - 1505م). كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج

ترجمہ: اللہ پاک نے خدیجہ کا نعم البدل مجھ کو عطا نہیں فرمایا، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگوں نے میرا انکار کیا، جب سب نے مجھے جھٹلایا تو اس نے میری تصدیق کی، اس نے اس وقت اپنا سارا مال مجھ پر نچھاور کیا جب کوئی مجھے دینے والا نہیں تھا، اور اللہ پاک نے مجھے ساری اولادیں اسی کے ذریعہ عطا فرمائیں جب کہ دیگر ازواج اولاد سے محروم رہیں۔

۳۹ -ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ دونوں ایسے رفیق وہمدرد تھے کہ ان کی وفات سے حضورﷺ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اور ساتھ ہی قریش کی ایذارسانیوں میں اضافہ بھی ہونے لگا، ۔۔۔

ایک دفعہ آپﷺ راستہ میں جارہے تھے کہ کسی شریر نے آپ کے سر پر بہت سا کچڑا اٹھا کر ڈال دیا، جس سے ڈاڑھی و سر کے تمام بال آلودہ اور جسم مبارک کے کپڑے گندے ہوگئے، آپ اسی حالت میں اپنے گھر کے اندر تشریف لائے، آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ پانی لے کر آئیں اور آپ کا سر دھلایا، وہ زار وقطار رو رہی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

۱۲ ص ۱۳۲ حدیث نمبر: ۳۴۳۴۴ المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)

« أي بنية ، لا تبكين ، فإن الله عز وجل مانع أباك » [308]

ترجمہ: بیٹی! مت روؤ، خداتعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت کرے گا۔

۴۰ -ایک مرتبہ آپؐ خانۂ کعبہ میں تشریف لے گئے، وہاں بہت سے مشرک بیٹھے تھے، ابوجہل نے آپ کو دیکھ کر تمسخرانہ انداز میں کہا، عبد مناف والو! دیکھو تمہارا نبی آگیا، عتبہ بن ربیعہ نے کہا ہمیں کیا انکار ہے، کوئی نبی بن بیٹھے، کوئی فرشتہ بن جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ تم نے کبھی بھی خدا و رسول کی حمایت نہ کی، اور اپنی ضد پر اڑے رہے، پھر ابوجہل سے کہا کہ تیرے لئے وہ وقت قریب آرہاہے کہ تو ہنسے گا کم اور روئے گا زیادہ، پھر دیگر مشرکین قریش سے فرمایا کہ وہ وقت قریب آرہاہے کہ جس دین کا تم انکار کررہے ہو اسی میں داخل ہونا پڑے گا۔ [309]

طائف کا سفر

۴۱ -طائف کا سفر تو حد سے زیادہ حادثاتی اور غم سے انگیز ہے:
مکہ والوں کا رویہ جب حد سے زیادہ مایوس کن ہوگیاتو حضور ﷺ

---

[308] - دلائل النبوة للبيهقي ج ٢ ص ٢٣٠ حدیث نمبر:۶۴۰المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)

[309] - تاريخ الرسل والملوك ج ١ ص ۴۱۱ المؤلف : محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى : 310هـ)

نے طائف والوں کو دعوت اسلام دینے کا ارادہ فرمایا، جو مکہ سے ساٹھ میل کے فاصلے پر مکہ ہی کی طرح بڑا شہر تھا، وہاں ثقیف کے لوگ آباد تھے، اور لات کے پرستار تھے، وہاں لات کا بڑا مندر تھا، اور سارا شہر اسی مندر کا پجاری تھا، شوال ۱۰؁ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کی وفات کے ایک ماہ بعد آپؐ زید بن حارثؓ کو ہمراہ لے کر پیدل طائف تشریف لے گئے، وہاں سے قبل راستہ میں پہلے آپ قبیلۂ بنی بکر میں گئے، مگر وہ بھی مکہ والوں سے مختلف نہ نکلے، تو قوم قحطان کے پاس گئے، مگر وہ بھی قریش ہی کی طرح سنگدل نکلے، تو وہاں سے آپ نے طائف کا رخ کیا، طائف پہونچ کر پہلے آپؐ نے وہاں کے رؤساء اور معززین سے ملنے کا پروگرام بنایا، طائف کے سرداروں میں عبدیالیل بن عمرو اور اس کے دونوں بھائی مسعود اور حبیب سب سے زیادہ باا ثر اور بنی ثقیف کے رئیس سمجھے جاتے تھے، آپؐ نے تینوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن یہ بڑے معزز اور متکبر تھے، ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر تجھ کو خدا اپنا رسول بناتا تو یونہی پیدل جوتیاں چٹخاتا پھرتا؟ دوسرے نے کہا کہ خدا کو کوئی اور آدمی نہ ملا جو تجھ کو رسول بنادیا؟ تیسرا بولا میں تجھ سے بات ہی کرنا نہیں چاہتا، کیونکہ اگر تم واقعی رسول ہو تو تیری بات کا انکار خطرناک ہوسکتا ہے، اور اگر تو جھوٹا ہے تو ایسا شخص بات کرنے کے لائق نہیں۔

حضور ﷺ کو ان تینوں بھائیوں سے مایوسی ہوئی تو آپؐ نے ان سے کہا کہ اچھا آپؐ ان خیالات کو اپنے ہی تک محدود رکھیں، دوسروں میں

اشاعت نہ کریں، پھر آپؐ ان کے پاس سے اٹھ کر طائف کے دیگر رؤساو اشخاص کو دعوت اسلام دینے کے ارادے سے نکلے، لیکن عبد یا لیل اوراس کے بھائیوں نے اپنے غلاموں اورشہر کے لڑکوں اور اوباشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگادیا، آپؐ جہاں جاتے بدمعاشوں، اوباشوں اور آوارہ لڑکوں کا ایک ہجوم آپؐ کے پیچھے گالیاں دیتا اور پتھر مارتا ہوا جاتا، آپؐ کے وفادار خادم زید بن حارث آپؐ کے ہمراہ تھے، وہ آپؐ کو بچانے اور حفاظت کرنے کی کوشش کرتے رہے، پتھروں اور ڈھیلوں کی بارش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن حارث دونوں زخمی ہوگئے، آپ کے لئے طائف میں ٹھہرنا دشوار ہوگیا، وہاں سے چلے تو طائف کے بازار میں اوباشوں کا ایک ہجوم گالیاں دیتا اور پتھر برساتا ہوا آپ کے ساتھ ساتھ تھا، یہاں تک کہ آپ طائف سے باہر نکل آئے، مگر بدمعاشوں کے ہجوم نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا، اس پر تشدّد ہجوم نے شہر سے باہر تین میل تک آپ کا تعاقب کیا، آپ کی پنڈلیاں پتھروں کی بارش سے لہو لہان ہوگئیں اور اس قدر خون بہا کہ جوتیوں میں خون بھر گیا، اسی طرح تمام جسم لہو لہان ہوگیا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میں طائف سے تین میل تک بھاگا اور مجھے کچھ ہوش نہ تھا کہ کہاں سے آرہاہوں اورکدھر جارہاہوں، طائف سے تین میل کے فاصلے پر مکہ کے ایک رئیس عتبہ بن ربیع کا باغ تھا حضور ﷺ نے اس باغ میں آکر پناہ لی، اور طائف کے اوباشوں کا ہجوم طائف کی طرف واپس ہوا، آپ ﷺ اس باغ کی دیوار

کے سایے میں بیٹھ گئے، اور اپنی بے کسی و بے چارگی کی فریاد بارگاہ رب العالمین میں پیش کی۔

"اللهم إليك أشكو صعف قوتي ، وقلة حيلتي ، وهواني على الناس ؛ يا أرحم الراحمين ، أنت رب المستضعفين ، وأنت ربي؛ إلى من تكلني ! إلى بعيد يتجهمني، أو إلى عدو ملكته أمري؛ إن لم يكن بك علي غضب فلا أبالي ! ولكن عافيتك هي أوسع لي. أعوذ بنور وجهك الذي أشرقت له الظلمات، وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة، من أن ينزل بي غضبك، أو يحل علي سخطك، لك العتبى حتى ترضى، لا حول ولا قوة إلا بك.

"اے اللہ میں تجھ سے اپنی کمزوری، تدبیر کی کمی، اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے عزتی کی شکایت کرتاہوں، اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا خاص مربی و مددگار ہے، تو مجھے کس کے سپرد کرے گا؟ کسی غضبناک اور ترش رو دشمن کو یا کسی دوست کو، کس کو تو میرے معاملات کا مالک بنائے گا، اگر تو مجھ سے ناراض نہ ہو تو پھر مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے، مگر تیری عافیت اور سلامتی میرے لئے باعثِ صد سہولت ہے، میں پناہ مانگتا ہوں تیری بزرگ ذات کے وسیلے سے جس سے تمام ظلمتیں منور ہوئیں، اور اسی نور سے دنیا و آخرت کا کارخانہ چل رہاہے، میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب اور ناراضی مجھ پر اترے اور اصل مقصود تجھ ہی کو سنانا اور راضی کرناہے، بندہ میں کسی شر سے باز رہنے اور کسی

خیر کے کرنے کی قدرت نہیں مگر جتنی تیری بارگاہ سے عطا ہو جائے" (حضور ﷺ کی یہ دعا الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ کئی کتب حدیث میں منقول ہے)

حضور ﷺ کے دل کی کیفیات کا اندازہ کرنا ممکن نہیں، مکہ کے نفرت بھرے ماحول سے بیزار ہوکر محبت کی تلاش میں آپ مختلف قبائل سے ہوتے ہوئے طائف پہونچے تھے، مگر طائف والوں نے تو نفرت و خدا دشمنی کا وہ ریکارڈ بنایا جو رہتی دنیا تک کے لئے بدترین شقاوت کی یادگار بن گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کتنا رویا ہوگا، وہ خدا کے سوا کون جانتا ہے؟

عتبہ بن ربیعہ اس وقت باغ میں موجود تھا اس نے آپ کو دور سے اس حالت میں دیکھا تو عربی شرافت اور مسافر نوازی کے تقاضے سے اپنے غلام عدّاس کے ہاتھ ایک پلیٹ میں انگور کے خوشے رکھ کر آپ کے پاس بھجوائے، یہ غلام نینوا کا باشندہ اور عیسائی تھا، آپ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کھائے اور عداس کو اسلام کی تبلیغ فرمائی، عداس کے قلب پر آپ ﷺ کی باتوں کا اثر ہوا اور اس نے جھک کر آپ ﷺ کے ہاتھ کو چوما، عتبہ نے دور سے غلام کی اس حرکت کو دیکھا، جب عداس واپس گیا تو عتبہ نے اس سے کہا کہ اس شخص کی باتوں میں نہ آجانا اس سے بہتر تو تیرا دین ہے"

کوئی پناہ دینے والا نہیں

تھوڑی دیر عتبہ کے باغ میں آرام کرنے کے بعد مقامِ نخلہ ہوتے

ہوئے آپ کوہِ حرا پر تشریف لائے، اور یہاں ٹھہرکرآپ نے بعض سرداران قریش کے نام پیغام بھیجا، مگر کوئی شخص آپ کو اپنی ضمانت اور پناہ دینے کے لئے تیار نہ ہوا، **مطعم** بن عدی کے پاس جب آپ کا پیغام پہونچاتو وہ بھی اگرچہ مشرک اور کافرتھا، مگر عربی شرافت اور قومی حمیت کے جذبہ سے متاثر ہوکر فوراً اٹھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدھا کوہِ حراء پر پہونچا اور آپ کو اپنے ہمراہ لیکر مکہ آیا، **مطعم** کے بیٹے ننگی تلوار لے کر خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوگئے، آنحضرت ﷺ نے خانہ کعبہ کاطواف کیا، اس کے بعد **مطعم** اور اس کے بیٹوں نے ننگی تلواروں کے سایے میں آپ ﷺ کو گھر تک پہونچایا، قریش نے **مطعم** سے پوچھاکہ تم کومحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیاواسطہ؟ **مطعم** نے جواب دیا مجھ کو واسطہ تو کچھ نہیں، لیکن میں محمد کا حمایتی ہوں، جبتک وہ میری حمایت میں ہیں کوئی ترچھی نظر ان کو نہیں دیکھ سکتا، **مطعم** کی یہ ہمت اور حمایت دیکھ کر قریش خاموش ہوگئے۔[310]

---

[310] ۔ فتح البارى:٦/ ٢٢٥ جامع الأحاديث ج ٣٥ ص ۴٠٩ جلال الدين السيوطي (849 – 911 هـ، 1445 – 1505م). ،تاريخ الرسل والملوك ج ١ ص ۴١١ المؤلف : محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى : 310هـ ، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج ٢ ص ٦٩٨ حديث نمبر: ٥١١٧ المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)

مکہ چھوڑنا چاہا وہ بھی منظور نہیں

۴۲۔ ظلم اپنی آخری حد بھی پار کر گیا، اور حضور ﷺ اور آپ کے ماننے والوں کا مکہ میں رہنا دوبھر ہو گیا، تو آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانے کی عام اجازت دے دی، مدینہ کے کچھ لوگ مختلف مواقع پر آکر مسلمان ہو چکے تھے، اور وہاں ایک مختصر اسلامی نظام قائم ہو چکا تھا، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا، کفار کو یہ بھی گوارہ نہ تھا کہ مسلمان کسی دوسری جگہ بھی اطمینان سے رہ سکیں، اس لئے انہوں نے ہجرت کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں کھڑی کیں۔

☆حضرت ام سلمہ ؓ کہتی ہیں میرے شوہر ابو سلمہ ؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا، مجھ کو اونٹ پر بیٹھایا، میری گود میں میرا چھوٹا بچہ سلمہ تھا، جب ہم روانہ ہوئے تو میرے قبیلہ کے لوگوں نے ابو سلمہ ؓ کو گھیر لیا، اور کہا کہ تم جاسکتے ہو لیکن ہماری لڑکی کو نہیں لے جاسکتے، اتنے میں ابو سلمہ ؓ کے قبیلہ والے بھی آگئے، انہوں نے کہا کہ تم جانا چاہو تو جاؤ لیکن بچہ ہمارے قبیلے کا ہے، اسے نہیں لے جاسکتے، چنانچہ بنو عبد الاسد بچہ چھین کر لے گئے، اور بنو مغیرہ ام سلمہ ؓ کو لے گئے، اور ابو سلمہ ؓ مدینہ کی طرف تنہا روانہ ہوئے، ام سلمہ ؓ سے خاوند اور بچہ دونوں بچھڑ گئے، اور ابو سلمہ ؓ کو ہجرت کیلئے بیوی اور بیٹا دونوں کو چھوڑ دینا پڑا، حضرت ام سلمہ ؓ ایک سال تک اپنے شوہر اور بچہ کے فراق میں مکہ سے باہر نکل کر روز ایک پہاڑی پر بیٹھ کر روتی رہیں، یہاں تک کہ ایک دن اللہ کے بھروسے تن تنہا نکل پڑیں اور پھر حضرت عثمان بن ابی طلحہ (جو

اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) کی مدد سے مدینہ پہونچیں۔ [311]

☆حضرت صہیب رومیؓ جب مکہ سے جانے لگے تو ان کا تمام مال واسباب مکہ والوں نے یہ کہہ کر چھین لیا، کہ تم تو مفلس وحقیر یہاں آئے تھے ،ہمارے پاس آنے کے بعد دولت والے ہوگئے ،اوران کو خالی ہاتھ مدینہ جانا پڑا، [312]

حضرت ہشام بن العاصؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا، مشرکین کو خبر ملی،انہوں نے حضرت ہشامؓ کو پکڑ کر قید کردیا، اورطرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں، [313]

☆حضرت عیاش بن ابی ربیعۃؓ ہجرت کرکے مدینہ پہونچ گئے تھے،

---

[311] - الروض الأنف ج ٢ ص ٢٩٠ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ) : السيرة النبوية ج ٢ س ٢١٥ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) السيرة النبوية ج ١ ص ۴٦٨ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ) البداية والنهاية ج ٣ ص ٢٠٧ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[312] - الروض الأنف ج ٢ ص ٣٠٠المؤلف:أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ) عيون الأثرج ١ ص ٢٣٠ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

[313] - عيون الأثرج ١ ص ٢٢٩ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

ابو جہل اور حارث بن ہشام (یہ دونوں ان کے چچازاد بھائی تھے) ان کے پیچھے مدینہ پہونچے اور دھوکہ سے مکہ لے آئے، اور یہاں قید کردیا۔[314]

لیکن ان رکاوٹوں کے باوجود مسلمان ایک ایک دودو کرکے مکہ چھوڑتے رہے، یہاں تک کہ مکہ میں صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ اور ان کے اہل وعیال بچ گئے، یا چند نہایت ہی کمزور و ضعیف لوگ جو ہجرت کی طاقت نہ رکھتے تھے، ان کے سوا تمام مسلمان مکہ چھوڑ چکے تھے، اور مکہ کے بہت سے مکانات جن میں مسلمان آباد تھے خالی ہوگئے تھے

حضور ﷺ اپنی آنکھوں سے مکہ سے مسلمانوں کے اجڑنے اور ایک اجنبی دیس کی طرف نکل جانے کا منظر دیکھتے رہے، خود حضور ﷺ اپنی ہجرت کے لئے وحیِ الٰہی کے منتظر تھے۔

دارالندوہ میں حضور ﷺ کے خلاف میٹنگ

۴۳ -ادھر نبی ﷺ کے ماننے والے مکہ خالی کررہے تھے، دوسری طرف خدا اور رسول کے دشمن مکہ کے سب سے بڑے پارلیمانی ہال

---

[314] - الروض الأنف ج ۲ ص ۲۹۸ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ) جوامع السيرة وخمس رسائل أخرى لابن حزم ج ۱ ص ٦٦ المؤلف : أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى : 456هـ)المحقق : إحسان عباس الناشر:دارالمعارف–مصرالطبعة : 1 ، 1900 م عدد الأجزاء : 1)

دارالندوہ میں بیٹھ کر رسالت کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی فکر میں سر جوڑ کر بیٹھے تھے، جس میں تمام مشہور قبائل کے سردار جمع تھے اور ایک بوڑھا نجدی شیطان اس میٹنگ کی سربراہی کر رہا تھا، مختلف تجاویز زیر بحث تھیں:

☆ایک نے کہا محمد کو پکڑ کر زنجیروں سے جکڑ دو اور ایک کوٹھری میں بند کر دو کہ وہیں جسمانی اذیت اور بھوک و پیاس کی تکلیف سے مر جائے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ رائے اچھی نہیں، کیونکہ اس کے رشتہ دار اور ماننے والے یہ سن کر اس کو چھڑانے کی کوشش کریں گے، اور فساد بھڑک اٹھے گا۔

☆دوسرے شخص نے اپنی رائے دی کہ محمد کو مکہ سے جلاوطن کر دو اور پھر مکہ میں داخل نہ ہونے دو،

اس رائے کو بھی شیخ نجدی نے دلیلوں سے رد کر دیا، غرض اسی طرح اس جلسہ میں تھوڑی دیر تک بھانت بھانت کی بولیاں لوگ بولتے رہے، اور شیخ نجدی ہر رائے کا غلط اور نامناسب ہونا ثابت کرتا رہا۔

☆بالآخر ابوجہل بولا میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلے سے ایک ایک شمشیر زن کا انتخاب کیا جائے، اور تمام لوگ بیک وقت چاروں طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گھیر کر ایک ساتھ وار کریں، اس طرح قتل کا عمل انجام پانے سے خون تمام قبائل پر تقسیم ہو جائیگا، بنو عبد مناف تمام قبائل

قریش کا مقابلہ نہیں کرسکتے، اس لئے وہ مجبوراً بجائے قصاص کے دیت قبول کریں گے، اور دیت بڑی آسانی سے سب مل کر ادا کردیں گے۔

ابوجہل کی اس رائے کو شیخ نجدی نے بہت پسند کیا، اور تمام شرکاء مجلس نے باتفاق رائے اس تجویز کو قرارداد (Resolution) کی صورت میں پاس کردیا، ادہر دارالندوہ میں یہ میٹنگ چل رہی تھی ادہر کاشانۂ نبوت میں حضرت جبرئیل میٹنگ کی ساری رپورٹ دے رہے تھے، اور خدا کی جانب سے ہجرت کا حکم لیکر آئے تھے۔

بالآخر نبی کریم ﷺ نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کی ہمراہی میں اپنے پیارے وطن کی سرزمین کو ہزاروں جذباتی لگاؤ کے باوجود خدا کیلئے چھوڑ دیا، حضور ﷺ اپنے وطن سے کتنے دل شکستہ ہوکر نکلے، اس کا اندازہ حضور ﷺ کے اس الوداعی جملے سے ہوتا ہے، جو اپنے وطن کی طرف مڑ کر آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔:

ما أطيبك من بلدوأحبك إلي ولولا أن قومي أخرجوني منك ما سكنت غيرك، قال أبو عيسى هذاحديث حسن غريب من هذا الوجه[315]

---

[315] - الجامع الصحيح سنن الترمذي ج٥ ص ٧٢٣ حدیث نمبر: ٣٩٢٦، المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي -* مسند الإمام أحمد بن حنبل ج۴ص۳۰۵حدیث نمبر:۱۸۷۳۹ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني -* صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ج ٩ ص ٢٣ حدیث نمبر : ٣٧٠٩ المؤلف

ترجمہ: اے مکہ! تو کتنا پاکیزہ اور محبوب شہر ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی سرزمین کو اپنا مسکن نہ بناتا۔

پھر غار ثور سے مدینہ تک آٹھ روز کا مشکل ترین اور پر خطر سفر، اور ہجرت کی دیگر تفصیلات کتب سیرت میں موجود ہیں، وہ بجائے خود عبرت انگیز اور سبق آموز ہیں۔ [316]

: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى : 354هـ) ترتيب : علي بن بلبان بن عبد الله، علاء الدين الفارسي، المنعوت بالأمير (المتوفى : 739هـ) -* المستدرك على الصحيحين ج ١ ص ٦٦١ حديث نمبر : ١٧٨٧ المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري- * المعجم الكبيرج ١٠ ص٢٦٧حديث نمبر:١٠٦۴٦ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني-

[316] - الروض الأنف ج ٢ ص ٣٢٧ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، السيرة الحلبية ج ٣ ص ٢٠٣، السيرة النبوية ج ٢ ص ٢٩٢ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ٣ ص ٢٣٩ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ) ، عيون الأثر ج ١ ص ٢٣٩ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ) ،

مدنی زندگی کے حادثات

منافقت کا آغاز

۴۴ ۔ مدینہ منورہ پہونچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو کچھ تقویت وطمانینت میسر ہوئی، مگر آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا یہ بھی کوئی معمولی حادثہ نہیں کہ وہاں داخلی سازشوں کا آپ ﷺ کو بہت زیادہ سامنا کرنا پڑا، مقامی یہودی آبادی کو حضور ﷺ اور مسلمانوں کا یہ اقتدار بالکل پسند نہ آیا، اور یہیں سے منافقت کا آغاز ہوا، مکہ میں آپ ﷺ کے کھلے دشمن مشرکین تھے، تو مدینہ میں چھپے دشمن منافقین، مدینہ کے یہ دشمن مکہ والوں سے زیادہ خطرناک تھے، مکہ کے مشرک حربی دشمن تھے اور مدینہ کے منافق سازشی دشمن۔

جنگیں

۴۵۔ المیہ یہ تھا کہ اسی کے ساتھ باہر کے دشمنوں کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا، تمام دشمن قبائل بالخصوص مکہ کے لوگ مسلمان اور مرکز اسلام پر ہر طرف سے حملہ آور ہوگئے، اور حضور ﷺ کی تبلیغی مساعی میں رکاوٹیں پیدا کیں، حضور ﷺ نے مکہ میں رہتے ہوئے اپنے دفاع کیلئے جنگ کی اجازت نہ دی تھی، لیکن مدینہ میں آپ ﷺ نے نہ صرف اجازت دی بلکہ خود بھی بہت سی جنگوں میں قائدانہ شرکت فرمائی، ہر جنگ بجائے خود حادثہ تھی، جو نبی ساری دنیاکیلئے سراپا رحمت بن کر

آیا، جس نے ساری انسانیت سے پیار کیا، جس نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، اور جس کے وجود کی برکت سے ساری کائنات وجود میں آئی، لوگ اسی کی جان کے درپے اور اسی پر ہر طرف سے حملہ آور ہوگئے تھے، سوچئے تو یہ اتنا شدید حادثاتی موقع تھا، جس پر انسانیت جتنی شرمسار ہو کم ہے۔

بے سروسامانی کی جنگ

جنگیں بھی بہت زیادہ مسلح ہوکر نہیں بلکہ زیادہ تر بے سروسامانی کے عالم میں لڑی گئیں، ایک غزوۂ بدر کو ہی لیجئے، ایک طرف جنگی ہتھیاروں اور جانوروں سے لیس ایک ہزار(۱۰۰۰) کا لشکر جرار تھا، تو دوسری طرف صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) یاچودہ یا سترہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے، اور بے سروسامانی کا عالم یہ تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر (۷۰) اونٹ تھے، ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوامؓ کا اور دوسرا حضرت مقداد بن اسودؓ کا تھا، اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں میں مشترک تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بدر میں جاتے وقت ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا، باری باری لوگ سوار ہوتے تھے، حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنویؓ اور حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے، (غالباً کچھ دور کے بعد حضرت مرثدؓ کی جگہ پر حضرت ابولبابہؓ کو یہ سعادت ملی جیساکہ متعدد روایات میں انہی کا نام ملتا ہے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی نوبت آتی تو ابولبابہؓ

اور علیؓ عرض کرتے یارسول اللہ !آپ سوار ہوجائیں، ہم آپ کے بدلے میں پیادہ پا چل لیں گے، آپ ﷺ فرماتے:

ما أنتما بأقوى منى وما أنا بأغنى عن الأجر منكما[317]

ترجمہ:تم چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو، اور میں تم سے زیادہ خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی کیفیات کا اندازہ میدانِ جنگ کے ایک جھونپڑے میں رات کے سناٹے کی اس دعا سے ہوتاہے، جو آپ نے اللہ کے سامنے رو رو کر مانگی تھی:

اللّهُمّ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ بِخُيَلَائِهَا وَفَخْرِهَا ، تُحَادّكَ وَتُكَذّبُ رَسُولَكَ ، اللّهُمّ فَنَصْرُكَ الّذِي وَعَدْتنِي ، اللّهُمّ أَحِنْهُمْ

---

[317] - : مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ١ ص ۴١١حدیث نمبر :٣٩٠١ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني -* سنن النسائي الكبرى ج ٥ ص ٢٥٠ حدیث نمبر : ٨٨٠٧ المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي -* صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ج ١١ ص ٣٦حدیث نمبر:۴٧٣٣ المؤلف : محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى : 354هـ) -* المستدرك على الصحيحين ج ٣ ص ٢٣ حدیث نمبر: ۴٢٩٩ المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري -* مسند أبي يعلى ج ٩ ص ٢۴٢حدیث نمبر : ٥٣٥٩ المؤلف : أحمد بن علي بن المثنى أبو يعلى الموصلي التميمي -

الْغَدَاةَ[318]

ترجمہ: اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے، جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ پر آمادہ ہے، تیری مخالفت کرتا ہے، اور تیرے رسول کو جھٹلاتا ہے، اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما، جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا، اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔

بلکہ شدت جذبات میں مقامِ ناز پر آپ اپنے پرور دگار سے یہ بھی کہہ گئے:

اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ[319]

---

[318] - **دلائل النبوة للبيهقي ج ٣ ص ۴** حدیث نمبر: **۸۷۴ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي** (المتوفى : **458هـ**)**الروض الأنف ج ٣ ص ٦٣ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي** (المتوفى : **581هـ**) **: زاد المعاد في هَدْي خير العباد ج ٣ ص ١٥٣ المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية** (المتوفى : **751هـ**) **مغازي الواقدي ج ١ص٦٠ المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن واقد الواقدي** (المتوفى : **207هـ**)

[319] - **الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٥ ص ١٥٦** حدیث نمبر: **۴٦٨٧ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري -*** **الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ٥ ص ٢٦٩** حدیث نمبر **:٣٠٨١ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي**

ترجمہ: اے اللہ تونے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا فرما، اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی۔

قلب نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی وہ کیفیات تھیں جن کی بنا پر مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اتر پڑے ، حضور ﷺ نے بشارت سنائی:

هذا جبريل آخذ برأس فرسه عليه أداة الحرب[320]

ترجمہ: دیکھو یہ جبرئیل آلات حرب سے لیس اپنے گھوڑے کا سر تھامے آپہونچے ہیں۔ بہت سے شرکاء جنگ نے فرشتوں کی شرکت محسوس کی، گھوڑوں کے ہنہنانے کی ان دیکھی آوازیں سنیں، اور دشمنوں پر وار کرنے والی آہٹوں کا احساس کیا،[321]

داماد اور چچا پابہ زنجیر لائے گئے

۴۶۔ بدر میں اللہ نے اپنے کرم سے فتح عطافرمائی اور دشمن کی فوج کے بہت سے لوگ مارے گئے، اور بہت سے قید ہوکر آئے، یقینا

---

[320] - الجامع الصحيح المختصر باب شهود الملائكة بدراج ۴ ص۱۴۶۸ لمؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

[321] - دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ج ۲ ص ۱۷۳ حديث نمبر : ۵۳۱ المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ) : دلائل النبوة للبيهقي ج ۳ ص ۳۸ حديث نمبر: ۹۰۴ .: جامع الأصول في أحاديث الرسول ج ۸ ص ۱۸۷ حديث نمبر:۶۰۱۶ المؤلف : مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ)

حضور ﷺ کو اس سے خوشی ہوئی ہوگی، لیکن جب قیدی حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے تو یہ موقعۂ خوشی بھی اپنے جلو میں چند در چند غم لے کر آیا تھا، اس لئے کہ قیدیوں میں حضور ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع اور چچا عباس بھی تھے۔

داماد کا فدیہ

ابوالعاص مالدار، امانت دار اور بڑے تاجر تھے بعثت کے بعد حضرت خدیجہ ؓ اور آپ کی کل صاحبزادیاں ایمان لائیں، مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہے، قریش نے ابوالعاص پر بہت زور دیا کہ ابولہب کے بیٹوں کی طرح تم بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو طلاق دے دو، جہاں چاہوگے وہاں ہم تمہارا نکاح کردیں گے، لیکن ابوالعاص نے صاف انکار کردیا، اور کہدیا کہ زینب جیسی شریف عورت کے مقابلے میں دنیا کی کسی عورت کو میں پسند نہیں کرتا (اس وقت تک اختلاف مذہب کو مانع نکاح نہیں قرار دیا گیا تھا)۔[322]

جب قریش جنگ بدر کیلئے روانہ ہوئے تو ابوالعاص بھی ان کے ہمراہ تھے، اور لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے، اہل مکہ نے جب اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب ؓ

---

[322] - الروض الأنف ج ٣ ص ١٠٣ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)

نے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہؓ نے شادی کے وقت ان کو دیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور صحابہ سے فرمایا، اگر مناسب سمجھو تو اس ہار کو واپس کردو اور اس قیدی کو چھوڑدو۔

صحابہ تو تسلیم و رضا کے پیکر تھے ان کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا، قیدی بھی رہا کردیا گیا، اور ہار بھی واپس ہوگیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لیا کہ مکہ پہونچ کر زینب کو مدینہ بھیج دیں، ابوالعاص نے مکہ جاکر حضرت زینبؓ کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی اور ان کو اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کے ہمراہ روانہ کردیا۔[323]

صاحبزادی زینبؓ کو ڈرایا دھمکایا گیا

۴۷ ۔ حضرت زینبؓ کی واپسی کا مرحلہ بھی انتہائی درد ناک ہے، حضرت زینبؓ عین دوپہر کے وقت کنانہ کے ساتھ روانہ ہوئیں، ان کا اس طرح علی الاعلان مکہ سے نکلنا کفار کے لئے چیلنج بن گیا، ابوسفیان وغیرہ نے ذی طویٰ کے مقام پر آکر اونٹ روک لیا، اور کہا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ

---

[323] - سنن أبي داود ج ۳ ص ۱۴ حدیث نمبر: ۲۶۹۴ ، المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني- * المعجم الكبير ج ۲۲ ص ۴۲۶ حدیث نمبر :۱۸۹۰۲ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني -* الأوسط لابن المنذر ج ۱۰ ص ۱۰۳ حدیث نمبر : ۳۲۵۰ المؤلف : أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري (المتوفى : 319هـ)

علیہ وسلم) کی بیٹی کو روکنے کی ضرورت نہیں، لیکن اس طرح علانیہ لیجانا ہماری توہین ہے، اس لئے ابھی واپس چلو، اور جانا ہی ہوتو رات کے وقت چلے جانا، ابوسفیان سے قبل ہبار ابن اسود نے جاکر اونٹ روک لیا تھا اور حضرت زینبؓ کو کافی دھمکیاں دیں، حضرت زینب حاملہ تھیں، خوف کی بنا پر ان کا حمل ساقط ہو گیا، اور بالآخر اسی سے بیمار ہو کر مدینہ میں ان کی وفات ہوئی، کنانہ نے تیر کمان سنبھال لی اور کہا کہ جو شخص اونٹ کے قریب آئیگا تیروں سے اس کا جسم چھلنی کر دونگا، بالآخر ابوسفیان کی تجویز کے مطابق علانیہ کے بجائے شب کے سناٹے میں حضرت زینبؓ مکہ سے نکل سکیں [324]

چچا کی کراہ

۴۸۔ دوسرے قیدی حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ تھے، جو کافی جسیم اور ڈیل ڈول والے تھے، ان کو ایک نحیف و نزار مسلمان حضرت کعب بن عمروؓ نے گرفتار کیا تھا، تمام قیدیوں کے ساتھ حضرت عباسؓ کو بھی باندھ دیا گیا، مگر ایک تو وہ کافی لحیم و شحیم تھے، دوسرے ان کی بندش بھی ذرا سخت تھی، رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کی کراہ سنی تو آپ کی نیند اڑگئی، انصار کو جب اس کا علم ہواتو عباس کی گرہ ڈھیلی کردی، اور یہ بھی درخواست کی کہ اگر حضور ﷺ اجازت دیں تو ہم اپنے

---

[324] ۔ المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۴۲۶حدیث نمبر :۱۸۹۰۲ المؤلف : سلیمان بن أحمد بن أیوب أبو القاسم الطبراني ۔

بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑدیں، آپ نے جواب دیا، خدا کی قسم ان کا ایک درہم بھی معاف نہ کرنا۔[325]

غزوۂ احد کے بعض واقعات

عہد نبوی کے غزوات میں، مجموعی طورپر غزوۂ احد سب سے زیادہ حادثاتی ہے، اس میں کئی ناخوشگوار واقعات پیش آئے، جن میں ہر واقعہ بجائے خود ایک حادثہ ہے۔

عین جنگ سے قبل دھوکہ

۴۹ ۔ آپ ﷺ ایک ہزار کے مختصر لشکر کے ساتھ مدینہ سے احد کے لئے روانہ ہوئے، لیکن عین احد کے قریب پہونچ کر منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے دھوکہ دیا اور اپنے تین سو (۳۰۰) آدمیوں کو یہ کہکر واپس لے گیا، کہ آپ نے میدانِ جنگ کے انتخاب میں میری رائے نہیں مانی، ہم بے وجہ کیوں اپنی جان ہلاکت میں ڈالیں، یہ جنگ نہیں خود کشی ہے، اگر ہم اس کو جنگ سمجھتے تو ضرور آپ کا ساتھ دیتے، اس طرح حضور ﷺ کے ساتھ صرف سات سو(۷۰۰) صحابہ رہ گئے، جن میں صرف سو(۱۰۰) آدمی زرہ پوش تھے،اور پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے، ایک آپ ﷺ کا اور ایک ابوبردہ بن بنار حارثیؓ کا۔(طبری:

---

[325] ۔ فتح الباری: ۷/ ۲۴۸، السیرة الحلبیة ج ۴ ص ۵۰ ، ذخائر العقبى ج ۱ ص ۱۹۱ المؤلف : محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري (المتوفى : **694**هـ)

۳/ ۱۲)جب کہ دشمن کی تعداد تین ہزار(۳۰۰۰) تھی، جن میں سات سو(۷۰۰) زرہ پوش، دوسو(۲۰۰) گھوڑے، اور تین ہزار(۳۰۰۰) اونٹ تھے، اور اشراف مکہ کی پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں جو اشعار پڑھ کر مردوں کو جوش دلاتی تھیں۔[326]

قرآن کریم نے بھی اس ناخوشگوار واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ (166)وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ [327]

ترجمہ: دو جماعتوں کے ملنے کے دن تم کو جو کچھ پیش آیا وہ اللہ کی مرضی سے ہوا، اللہ جاننا چاہتا ہے کہ مومن کون ہے اور منافق کون ہے؟ جب ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے راستے میں قتال کرو یا کم از کم دشمن کو دفع کرو، تو وہ بولے کہ اگر ہم اس کو جنگ جانتے تو ہم تمہارا ضرور ساتھ دیتے دراصل یہ لوگ ابھی ایمان کے بجائے کفر کے زیادہ قریب ہیں، اپنے منہ سے جو بولتے ہیں وہ ان کے دل

---

[326] - زرقانی:۲/ ۶۲، السيرة النبوية ج ۳ ص ۲۴ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج۴ ص ۱۸۵ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

[327] - آل عمران : 167

میں نہیں ہے، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ چھپاتے ہیں”

فتح کے بعد شکست

۵۰۔ جنگ شروع ہوئی تو آغاز جتنا خوشگوار تھا، انجام اتنا ہی ناخوشگوار رہا، بعض مسلم سپاہیوں کی غفلت اور حضور ﷺ کی حکم عدولی کی بناپر جنگ کا پاسہ پلٹ گیا، اور ابتدائی فتح شکست میں بدل گئی، بہت سے مسلمان اور بڑے بڑے صحابہ شہید ہوگئے، خود حضور ﷺ شدید زخمی ہوئے، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی شہادت کی افواہ اڑگئی اور مسلمانوں میں افراتفری مچ گئی۔

چچا کی شہادت کا دل آزار منظر

۵۱ – حضور ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ ؓ شہید ہوئے، جنگ کے بعد ان کی لاش بطن وادی میں ملی، لاش کو مسخ کردیا گیا تھا، ناک اور کان کٹے ہوئے تھے، اور شکم اور سینہ چاک تھا، بعد میں پتہ چلا کہ ہندہ نے اپنے باپ کے انتقام میں حضرت حمزہ ؓ کا پیٹ اور سینہ چاک کرکے جگر نکالا اور چبایا ہے، لیکن حلق سے نہ اتر سکا، اسلئے اس کو اگل دیا، اور اس خوشی میں قاتلِ حمزہ وحشی کو اپنا زیور اتار کر دیا۔

اس جگر خراش اور دل آزار منظر کو دیکھ کر بے اختیار حضور ﷺ کا دل بھر آیا، اور فرمایا کہ حمزہ! تم پر اللہ کی رحمت ہو، جہاں تک مجھے معلوم ہے، تم بڑے صاحب خیر اور صلہ رحمی کرنے والے تھے،

اگر عورتوں کے رنج و ملال کا خیال نہ ہوتا تو میں تم کو اسی طرح چھوڑ دیتا، درند و پرند تم کو کھا جاتے، اور پھر قیامت کے دن انہیں کے شکم سے اٹھائے جاتے، اور پھر اسی جگہ کھڑے کھڑے آپ ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم اگر خدا نے مجھ کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا تو تیرے بدلے ستر (۷۰) کافروں کا مثلہ کروں گا، لیکن خدا کی طرف سے ممانعت آجانے کے بعد آپ ﷺ نے صبر فرمایا، اور قسم کا کفارہ ادا کیا۔[328]

حضرت جابرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے الگ الگ سندوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حمزہؓ کو دیکھا تو رو پڑے اور ہچکی بندھ گئی، اور فرمایا:

سيد الشهداء عند الله يوم القيامة حمزة ، صحيح الإسناد و

---

[328] -: **دلائل النبوة للبيهقي ج ۳ ص ۳۳۹** حدیث نمبر: **۱۱۶۸ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي** (المتوفى : **458هـ**) **المستدرك على الصحيحين ج ۳ ص ۲۱۸** حدیث نمبر: **۴۸۹۵ المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري- -* المعجم الكبير المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني -* مُصنف ابن أبي شيبة** ج۱۴ ص۴۰۴ حدیث نمبر: ۳۷۹۴۱ ـ☆ **المصنف : أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي** (**159 ــ 235 هــ**) **-* ،ذخائر العقبى ج ۱ ص ۱۸۱ المؤلف : محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري** (المتوفى : **694هــ**)، **الروض الأنف ج ۳ ص ۲۸۳ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي** (المتوفى : **581هــ**)

لم يخرجاه ،تعليق الذهبي قي التلخيص : صحيح ۔ [329]

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہ ہونگے۔

حضور ﷺ کے لئے یہ صدمہ کتنا دیر پا ثابت ہوا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب قاتل حمزہؓ وحشی مسلمان ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا، اگر ہوسکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو، اس لئے کہ تم کو دیکھ کر چچا کا صدمہ تازہ ہوجاتا ہے، چنانچہ اس کے بعد سے وحشی کبھی حضور ﷺ کے سامنے نہیں بیٹھے، ہمیشہ آپ کے پس پشت بیٹھتے تھے۔[330]

---

[329] **- المستدرك على الصحيحين ج ٣ص ٢١٩** حدیث نمبر **: ۴٩٠٠ المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري -* المعجم الكبير ج ٣ ص ١٥١** حدیث نمبر **:٢٩٥٩ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني-* المعجم الأوسط ج ۴ ص ٢٣٨ المؤلف : أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني ۔**

[330] **- سنن البيهقي الكبرى ج ٩ ص ٩٧** حدیث نمبر**:١٧٩٨٧ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي -* الآحاد والمثاني ج ١ ص ٣٩۴ المؤلف : أحمد بن عمرو بن الضحاك أبو بكر الشيباني (المتوفى : 287هـ) المحقق : د. باسم فيصل أحمد الجوابرة الناشر : دار الراية – الرياض الطبعة : الأولى ، 1411 – 1991 عدد الأجزاء : 6 -*مسند أبي داود الطيالسي – المشكول ج ٢ ص ٦۴٩** حدیث نمبر**: ١۴١٠ المؤلف : سليمان**

حضور ﷺ شدید زخمی ہوئے

۵۲۔ اس جنگ میں سب سے بدترین حادثہ یہ پیش آیا کہ عقب سے خالد بن ولید کے ناگہانی حملے سے لشکر اسلام میں سخت افرا تفری پھیل گئی، زیادہ تر مسلمان میدان چھوڑ کر ادھر ادھر نکل گئے، البتہ حضور ﷺ میدان میں ڈٹے رہے اور آپ کے پاس صرف چودہ (۱۴) جاں نثار صحابہ باقی رہ گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن حضور ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے،

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب قریش کا آپ پر ہجوم ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ، کون ہے جو ان کو مجھ سے دور کرے؟ اور جنت میں میرا رفیق بنے، انصار کے سات (۷) آدمی اس وقت آپ کے پاس تھے، ساتوں انصاری باری باری لڑکر شہید ہوگئے۔[331]

بن داود بن الجارود المتوفى سنة 204 هـ تحقيق : الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية بدار هجر الناشر : هجر للطباعة والنشر الطبعة : الأولى سنة الطبع : 1419 هـ – 1999 م عدد الأجزاء : 4 مصدر الكتاب : مكتبة أبي المعاطي)

[331] ـ الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج۵ ص ۱۷۸ حدیث نمبر: ۴۷۴۲ باب غزوۃ احد، المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري ـ

ایک عاشق نے قدموں پہ جان دے دی

۵۳ -آخری انصاری صحابی زیاد بن السکنؓ (اور ایک قول کے مطابق یہ عمارۃ بن یزید بن السکنؓ تھے) جب زخم کھاکر گرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو میرے قریب لاؤ، لوگوں نے ان کو آپ ﷺ کے قریب کردیا، انہوں نے اپنا رخسار آپ ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ دیا، اور جان اللہ کے حوالے کردی، انا للہ وانا الیہ راجعون :[332]

؎ جان ہی دے دی جگرؔ نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

دندان مبارک شہید، لب پاک زخمی

۵۴ -عتبہ بن ابی وقاص نے موقع پاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر پھینکا جس سے نیچے کا دندانِ مبارک شہید اور نیچے کا ہونٹ زخمی ہوگیا، عتبہ بن ابی وقاص کے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے تھے

---

[332] - الروض الأنف ج ٣ ص ٢٦٨ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ) : السيرة النبوية ج ١ ص ١١٦ المؤلف : محمد بن إسحاق (المتوفى : 152هـ) جوامع السيرة وخمس رسائل أخرى لابن حزم ج ١ ص ١٦١ المؤلف : أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى : 56هـ)

کہ میں جس قدر اپنے بھائی عتبہ کے قتل کا حریص اور خواہشمند رہا کسی دوسرے کے قتل کا نہیں رہا۔[333]

چہرۂ انور لہولہان

۵۵ -عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کا بہت مشہور پہلوان تھا، آپؐ پر اس زور سے حملہ کیا کہ رخسار مبارک زخمی ہوگئے، اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے، عبداللہ بن شہاب زہری نے پتھر مار کر پیشانی مبارک کو زخمی کیا، چہرۂ انور پر جب خون بہنے لگا تو ابوسعید خدریؓ کے والد ماجد مالک بن سنانؓ نے تمام خون چوس کر چہرۂ انور کو صاف کیا، آپؐ نے

---

[333] - فتح الباری:۱۸۲/۷) السيرة النبوية ج ۳ ص ٦٠ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)-* سنن البيهقي الكبرى ج ٦ ص۳۰۸حدیث نمبر :١٢٥٥٠ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي -* المستدرك على الصحيحين ج ٣ ص ٣٤٠ ،**حديث نمبر : ٥٣٠٧** ، المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري -*مصنف عبد الرزاق ج ٥ ص ٢٩١ المؤلف : عبد الرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى : 211هـ) : -* السيرة النبوية ج ١ ص ١١٧ المؤلف : محمد بن إسحاق (المتوفى : 152هـ) -* السيرة النبوية ج ٣ ص ٤٦ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

فرمایا، لن تمسک النار: تجھ کو جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی۔[334]

حضور ﷺ ایک گڑھے میں گر پڑے

۵۶ - جسم مبارک پر چونکہ دو آہنی زرہوں کا بوجھ تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گڑھے میں گر پڑے، جس کو ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کے لئے بنایا تھا، حضرت علیؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہؓ نے کمر تھام کر سہارا دیا، تو آپ کھڑے ہوئے، اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص زمین پر چلتا پھرتا زندہ شہید کو دیکھنا چاہے، وہ طلحہ کو دیکھ لے، حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی آنکھوں دیکھی بات بیان کرتے ہیں کہ چہرۂ انور میں زرہ کی جو دو کڑیاں چبھ گئی تھیں، ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے ان کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس میں ابو عبیدہؓ کے بھی دو دانت شہید ہو گئے۔[335]

---

[334] - فتح الباری: ۷/ ۲۱۸ -۔☆زرقانی: ۲/ ۳۸) -* السيرة النبوية ج ۳ ص ۴۶ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[335] - زرقانی:۲/ ۲۸-۔☆ السيرة النبوية ۲ ص ۷۹ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)-* السيرة النبوية ج ۳ ص ۴۶ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) ، -* سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله

جاں نثاروں نے حضور ﷺ کے لئے خود کو جھونک دیا

۵۷ -حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پہاڑ پر چڑھنے لگے تو ضعف و نقاہت اور دو دو زرہوں کی بوجھ کی بناپر پریشان ہوگئے، حضرت طلحہؓ آپ ﷺ کے نیچے بیٹھ گئے، آپ ﷺ ان پر اپنے پاؤں رکھ کر اوپر چڑھے[336]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ:

سمعت النبي صلى الله عليه و سلم يقول أوجب طلحة ۔[337]

ترجمہ:میں نے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ طلحہ نے جنت واجب کرلی۔

حضرت قیس بن ابی حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہؓ کا وہ ہاتھ دیکھا جس سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن

وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج۴ ص ۱۹۹ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

[336] ـ السيرة النبوية ج ۳ ص ۷۱ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[337] ـ الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ ص ۲۰۱ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي ـ

بچایا تھا، وہ بالکل شل تھا۔ [338]

روایت میں ہے کہ اس روز حضرت طلحہ ؓ کے پینتیس(۳۵)یا انتالیس(۳۹)زخم آئے [339]

☆حضرت ابو دجانہ ؓ ڈھال بن کر آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے، اور پشت دشمنوں کی جانب کرلی، تیر پر تیر چلے آرہے تھے، اور ابو دجانہ ؓ کی پشت ان کا نشانہ بنی ہوئی تھی، مگر اس خوف سے کہ کہیں کوئی تیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ لگ جائے، ذرا بھی جنبش نہ فرماتے تھے۔ [340]

حضرت انس ؓ راوی ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ انور سے خون پوچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے، جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کیا، اور وہ ان

---

[338] - الجامع الصحيح المختصر ج ۳ ص ۱۳۶۳ حديث نمبر : ۳۵۱۸ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

[339] - فتح الباری:۷/ ۲۷۸) :-* صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ج ۱۵ ص ۴۳۸ المؤلف : محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى : 354هـ)

[340] - زرقانی:۲/ ۴۳، الروض الأنف ج ۳ ص ۲۶۷ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)

کو ان کے پروردگار کی طرف بلاتا ہے۔ [341]

ایک صحابی کی آنکھ باہر نکل آئی

☆حضرت قتادہ بن نعمان ؓ فرماتے ہیں کہ میں احد کے دن آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہوگیا، اور اپنا چہرہ دشمنوں کے مقابل کردیا، تاکہ دشمنوں کے تیر میرے چہرے پر پڑیں، اور آپ کا چہرۂ انور محفوظ رہے، دشمنوں کا آخری تیر میری آنکھ پر ایسا لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل آیا، جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے، اور میرے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ جس طرح قتادہؓ نے تیرے نبی کے چہرہ کی حفاظت کی اسی طرح تو اس کے چہرہ کی حفاظت فرما، اور اس کی آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا اور آنکھ اسی جگہ رکھ دی، اسی وقت آنکھ بالکل صحیح و سالم بلکہ پہلے سے بہتر اور تیز ہوگئی۔ [342]

---

[341] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٥ ص ٧٩ حديث نمبر:۴۷۴۶ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري -

[342] - الاصابہ:۳/ ۲۲۵) عيون الأثرج ١ ص ۴۱۹ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ) السيرة النبوية ج ٢ ص ٨٢ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)

حضور ﷺ نے دفاعی وار کیا

۵۸ -ابی بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہواآپ کے پاس آپہونچا جس کو دانہ کھلاکر اس امید پر موٹا کیاتھا کہ اس پر سوار ہوکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرونگا، آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے اسی وقت فرمایاتھا کہ انشاء اللہ میں ہی اس کو قتل کرونگا، جب وہ آپ ﷺ کی طرف بڑھاتو صحابہ نے اجازت چاہی کہ ہم اس کا کام تمام کردیں، آپ ﷺ نے فرمایا قریب آنے دو، جب قریب آگیاتو حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر ایک کوچہ دیا جس سے وہ بلبلا اٹھا، اور چلاتا ہوا واپس ہوا کہ خدا کی قسم مجھ کو محمدؐ نے مار ڈالا۔۔۔لوگوں نے کہا کہ یہ تو ایک معمولی خراش ہے کوئی کاری زخم نہیں ہے، جس سے تو اس قدر چلا رہاہے، ابی نے کہا: تم کو معلوم نہیں کہ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ ہی میں کہاتھا کہ میں ہی تجھ کو قتل کرونگا، اس خراش کی تکلیف کو میرا د ل ہی جانتاہے، خدا کی قسم اگریہ تکلیف حجاز کے تمام باشندوں پر تقسیم کردی جائے تو سب ہلاک ہوجائیں گے،وہ اسی طرح بلبلاتا رہا، اور مقام سرف پر پہنچ کر مر گیا۔[343]

آپ ﷺ گھاٹی پر پہونچے تو لڑائی ختم ہوچکی تھی وہاں جاکر بیٹھ

---

[343] -(البدایہ والنہایۃ:۴/ ۳۵) الروض الأنف ج ۳ ص ۲۶۸ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)

گئے ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لائے اور چہرۂ انور سے خون کو دھویا اور کچھ پانی سر پر ڈالا، اس کے بعد آپؐ نے وضو فرمایا اور بیٹھ کر ظہر کی نماز پڑھائی[344]

حضور ﷺ کی شہادت کی غلط افواہ

۵۹۔ مسلمانوں میں افرا تفری، ناگہانی حملے اور حضور ﷺ کی شہادت کی غلط افواہ پھیل جانے کی بنا پر پیدا ہوئی، حضور ﷺ نگاہوں سے اوجھل تھے، حضرت انس بن مالک ؓ کے چچا حضرت انس بن نضر ؓ نے کہا کہ اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے، جس کے لئے حضور ﷺ نے جان دی اسی پر جان دے دو، یہ کہکر دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور مقابلہ کیا اور شہید ہوگئے، ان کے جسم پر ستر (۷۰)زخموں کے نشانات تھے۔[345]

کعب بن مالک ؓ نے پہچانا

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[344] ۔ زرقانی:۲/ ۴۴،الروض الأنف ج ۳ ص ۲۷۲ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)

[345] ۔ زرقانی:۲/ ۴۴، السيرة النبوية ج ۳ ص ۴۵ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)، زاد المعاد في هَدْي خير العباد ج ۳ ص ۱۷۲ المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى : 751هـ)

کو پہچانا، آپؐ خود پہنے ہوئے تھے، چہرۂ انور مستور تھا، کعبؓ کہتے ہیں: میں نے خود میں سے آپ ﷺ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر آپ کو پہچانا، اسی وقت میں نے باآواز بلند پکار کر کہا، مسلمانو! تمہارے لئے بشارت ہو یہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، حضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو، اس لئے حضرت کعبؓ نے دوبارہ اعلان تو نہیں کیا، مگر ان کی آواز پر ہی بہت سے صحابہ پروانہ وار آپ ﷺ کے گرد جمع ہوگئے، [346]

کعبؓ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ مجھ کو پہنادی اور میری زرہ آپؐ نے پہن لی، دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے مجھ پر تیر برسانا شروع کیا، بیس (٢٠) سے زیادہ زخم آئے [347]

---

[346] - جوامع السيرة وخمس رسائل أخرى لابن حزم ج ١ ص ١٦٢ المؤلف : أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى : 456هـ)- * الروض الأنف ج ٣ ص ٢٦٨ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى :581هـ)

[347] - المعجم الكبيرج ١٩ ص ١٠٠ حديث نمبر: ١٥٨٧١ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني - * سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۴ ص ٢٠٧ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

کفن کی پوری چادر بھی نصیب نہیں

۶۰۔ جنگ کے بعد کا وہ نظارہ بھی بڑا تکلیف دہ تھا جب پیغمبرؐ اپنے اصحاب کے ساتھ شہداء کی لاش ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کر رہے تھے، اس جنگ میں ستر (۷۰) صحابہ شہید ہوئے، جس میں اکثر انصار تھے، بے سروسامانی کا عالم یہ تھا کہ کفن کی پوری چادر بھی شہداء کو نصیب نہ تھی، حضرت مصعب بن عمیرؓ کے کفن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھکے جاتے تو سر کھل جاتا، بالآخر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: سر ڈھانک دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔[348]

حضرت حمزہؓ کے ساتھ بھی یہی ہوا، اور بعض کو یہ بھی میسر نہ ہوا، دو دو آدمیوں کو ایک ہی چادر میں کفن دیا گیا، اور دو دو اور تین تین کو ملاکر ایک قبر میں دفن کیا گیا، دفن کے وقت حضور ﷺ دریافت فرماتے کہ ان میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے؟ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا، اس کو قبلہ رخ لحد میں آگے رکھا جاتا اور حضور ﷺ کی زبان نبوت سے ارشاد ہوتا:

أنا شهيد على هؤلاء يوم القيامة.

ترجمہ: قیامت کے دن میں ان لوگوں کے حق میں گواہ ہونگا،

---

[348] - الجامع الصحيح المختصر ج ۴ ص ۱۴۹۸احدیث نمبر: ۲۸۵۴ المؤلف : **محمد** بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

تمام شہداء کو بلا غسل خون آلود دفن کردیا گیا[349]

دھوکہ سے دس معلمین کو شہید کیا گیا

۶۱ ۔صفر سنہ ۴ھ میں قبیلۂ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کرلیا ہے، لہٰذا ایسے چند لوگ ہمارے ساتھ کردیں جو ہم کو قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام کی تعلیم دیں، آپ نے حضرت عاصم بن ثابتؓ (اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرت مرثد بن ابی المرثد الغنویؓ) کی قیادت میں دس(۱۰)(یا چھ(۶) علی اختلاف الاقوال)آدمی ان کے ہمراہ کردیئے، یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہونچے جومکہ اور عسفان کے درمیان واقع ہے، تو ان لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور بنولحیان کو اشارہ کردیا، بنو لحیان دوسو(۲۰۰)آمی لے کر جن میں سو (۱۰۰)تیر انداز تھے، پہونچ گئے، قصہ طویل ہے، مختصر یہ کہ حضرت عاصمؓ اپنے سات رفقاء کے ساتھ اسی وقت لڑکر شہید ہوگئے، باقی تین اشخاص (عبداللہ بن طارقؓ، زید بن الدثنہؓ، اور خبیب بن عدیؓ) دھوکہ سے ان کی قید میں آگئے، بعد میں حضرت عبداللہ بن طارقؓ تو فوراً قتل کردیئے گئے، اور خبیبؓ اور زیدؓ کو وہ مکہ لے گئے، قریش نے گرفتار کرنے والوں کو کافی

---

[349] ۔ الجامع الصحيح المختصر ج ۱ص۴۵۰حدیث نمبر: ۱۲۷۸، المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي ۔

انعامات سے نوازا، اور دونوں قیدیوں کو حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا، ایک روز حارث کا چھوٹا بچہ چھری لئے ہوئے کھیلتا ہوا حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا، انہوں نے بچہ کو اپنے زانوں پر بیٹھالیا، اور چھری لے کر الگ رکھ دی، بچہ کی ماں نے جب دیکھا کہ بچہ قیدی کے پاس پہنچ گیا ہے اور تیز چھری بھی وہیں موجود ہے، تو وہ بے اختیار چیخ مار کر رونے لگی، حضرت خبیبؓ نے فرمایا میں تمہارے بچے کو ہرگز قتل نہ کرونگا، اطمینان رکھو، چند روز کے بعد ان قیدیوں کو بازار میں فروخت کر دیا گیا، حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے لیا اور اپنے باپ کے (جو بدر میں مارا گیا تھا) خون کا بدلہ لینے کیلئے اپنے غلام نسطاس کے حوالہ کیا کہ حدود حرم سے باہر تنعیم میں لیجاکر قتل کردے، وہ حضرت زیدؓ کو باہر لے گیا، قریش اور اہل مکہ اس قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے آکر جمع ہوگئے، تماشائیوں میں ابوسفیان نے آگے بڑھ کر کہاکہ زید تم بھوکے پیاسے قتل ہورہے ہو، کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ اسوقت تم اپنے اہل و عیال میں آرام سے ہوتے اور ہم تمہارے بجائے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی (نعوذ باللہ) گردن مارتے، زید نے نہایت سختی اور بہادری سے جواب دیاکہ واللہ! ہم یہ ہرگز گوارا نہیں کرسکتے کہ ہم اپنے اہل و عیال میں ہوں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے، ابوسفیان نے کہا، واللہ میں نے آج تک کوئی کسی کا دوست ایسا نہیں دیکھا، جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں، اس کے بعد حضرت زیدؓ کو شہید کر دیا گیا، ۔۔۔

حضرت خبیبؓ کو حجیر بن ابی اہاب التمیمی نے لیا تھا، حضرت زیدؓ کے بعد حضرت خبیبؓ قتل گاہ میں لائے گئے، انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت چاہی، اور یہ اجازت مل گئی، انہوں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، بعد نماز انہوں نے مشرکین سے کہا کہ میں نماز کو طویل کرنا چاہتا تھا مگر صرف اس خیال سے کہ تم یہ نہ کہو کہ قتل سے ڈرتا ہے اور ڈر کر نماز کے بہانے دیر لگاتا ہے، میں نے نماز جلد پڑھ لی ہے، مشرکوں نے حضرت خبیبؓ کو سولی پر لٹکا دیا اور ہر طرف سے نیزے لے لے کر ان کے جسم کو کچوکے دینا اور چھیدنا شروع کیا، یہاں تک کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، ان بزرگوں نے جس بہادری کے ساتھ اپنی جانیں دیں، ان کی مثالیں تاریخ عالم میں کہیں دستیاب نہیں ہو سکتیں [350]

---

[350] - السيرة النبوية ج ۳ ص ۱۳۱ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) -* عيون الأثر ج ۲ ص ۱۱ تا۱۴ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ) -* مغازي الواقدي ج ۱ ص ۳۵۴ المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن واقد الواقدي (المتوفى : 207هـ)-* سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج۱۰ ص ۲۴۵ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

ستر (۷۰) علماء و قراء کی اجتماعی شہادت

۶۲ -اسی مہینے میں اسی طرح کا ایک حادثہ اور پیش آیا۔۔۔ عامر بن مالک ابوبراء جو ملاعب الاسنۃ کے نام سے مشہور تھا، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ہدیہ پیش کیا، لیکن آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا، اور ابوبراء کو اسلام کی دعوت دی، لیکن ابوبراء نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ یہ کہا کہ اگر آپ اپنے چند اصحاب دعوت اسلام کی غرض سے ہمارے یہاں بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ لوگ اس دعوت کو قبول کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اہل نجد پر اطمینان نہیں ہے، ابوبراء نے کہا کہ میں ضمانت لیتا ہوں ---ان کے کہنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر (۷۰) منتخب، پاک پاز، شب بیدار، قراء صحابہ کو ان کے ہمراہ بھیج دیا، اور اس کاروانِ علم وتقویٰ کا امیر حضرت منذر بن عمرو ساعدیؓ کو بنایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط قوم بنی عامر کے رئیس اور ابوبراء کے بھتیجے عامر بن طفیل کے نام لکھوا کر حضرت انسؓ کے ماموں حرام بن ملحانؓ کے حوالہ فرمایا۔

یہ لوگ بیئر معونہ پر پہونچے جو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک مقام ہے، اور جس کے قرب و جوار میں ہذیل بن سلیم اور بنی عامر کے قبائل آباد تھے، حرام بن ملحانؓ حضور ﷺ کا خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے عامر بن طفیل نے خط پڑھے بغیر ہی ان کو شہید کروادیا، آخری وقت میں حضرت حرام بن ملحانؓ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

الله أكبر، فُزْتُ ورب الكعبة .

ترجمہ: اللہ اکبر ! قسم ہے پرور دگارِ کعبہ کی میں تو کامیاب ہو گا۔

اس کے بعد اس نے بقیہ صحابہ کو قتل کرنے کیلیئے بنی عامر کو اکسایا، لیکن ابوبراء کی حمایت کی بناپر بنی عامر نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کیا، پھر اس نے بنو سلیم سے مدد مانگی اور عصیہ، رعل اور ذکوان کے لوگ اسکی مدد کے لئے تیار ہوگئے، اور انہوں نے مل کر تمام صحابہ کو بلا قصور شہید کردیا، صرف کعب بن زید بن النجار انصاریؓ باقی بچ گئے، ان میں حیات کی کچھ رمق باقی تھی، انہوں نے مردہ سمجھ کر ان کو چھوڑ دیا، بعد میں وہ ہوش میں آگئے اور مدت تک زندہ رہے، اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے، ان کے علاوہ دو آدمی اور بھی بچ گئے منذر بن عقبہؓ اور عمرو بن امیہ ضمریؓ، یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے ہوئے تھے، یکا یک آسمان کی طرف پرندے اڑتے نظر آئے، یہ دیکھ کر وہ گھبرا گئے اور کہا کہ کوئی بات ضرور ہے، جب قریب پہونچے تو دیکھاکہ تمام رفقاء خون میں نہائے ہوئے بسترِ شہادت پر سو رہے ہیں، دونوں نے باہم مشورہ کیا کہ کیاکریں، عمرو بن امیہؓ نے کہا مدینہ چلیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاکر اس کی خبر کردیں، منذرؓ نے کہا خبر تو ہوتی رہی گی، شہادت کیوں چھوڑدیں؟ دونوں آگے بڑھے، حضرت منذرؓ تو لڑکر شہید ہوگئے، اور عمرو بن امیہؓ کو انہوں نے گرفتار کرلیا، اور عامر بن طفیل کے پاس لے گئے، عامر نے ان کے سر کے بال کاٹے پھر جب اسے معلوم ہوا کہ یہ قبیلۂ مضر کا آدمی

ہے تو اس نے یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذرمانی تھی، میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر کبھی اتنا صدمہ نہیں ہوا، اور ایک ماہ تک صبح کی قنوت میں قاتلوں کے لئے بددعا فرماتے رہے، اور صحابہ کو اس واقعہ کی خبر دی کہ تمہارے اصحاب و احباب شہید ہوگئے، اورانہوں نے خدا تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہونچادیں کہ ہم اپنے رب سے جاملے اور ہم اس سے راضی ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہے۔[351]

آپؐ کوشہید کرنے کا منصوبہ

۶۳۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن معاذؓ، اسید بن حضیرؓ، اور سعد بن عبادہ

---

[351] - السيرة الحلبية ج ۵ ص ۴۷۰تا۴۷۳ -* السيرة النبوية ج ۳ ص ۱۴۳ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) :-* زاد المعاد في هَدْي خير العباد ج ۳ ص ۲۲۱ المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى : 751هـ) -*سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۶ ص ۵۸ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ) : عيون الأثر ج ۲ ص ۱۸ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

ؓ کی ہمراہی میں بنو نظیر کے پاس دیت کے تعلق سے شرکت و مدد حاصل کرنے کیلئے تشریف لے گئے اور ایک دیوار کے سایے میں بیٹھ گئے، بنو نظیر نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے آپ ﷺ کا استقبال کیا، اور خون بہا میں شرکت واعانت کا وعدہ کیا، لیکن اندورنی طور پر یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بھاری پتھر حضور ﷺ پر گرادے تاکہ آپ دب کر شہید ہوجائیں (معاذاللہ)۔ جبریل امین نے حضور ﷺ کو یہود کے مشورے سے باخبر کیا، آپ فوراً ہی اٹھ کر وہاں سے مدینہ تشریف لے آئے، آپ وہاں سے اس طرح اٹھے جیسے کوئی ضرورت کے لئے اٹھتا ہے، اس لئے ہمراہی صحابہ وہیں بیٹھے رہے، یہود کو آپ کے اٹھ کر چلے جانے کا علم ہوا تو بہت نادم ہوئے، کنانہ بن صویراء یہودی نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں اٹھ کر چلے گئے، خدا کی قسم ان کو تمہاری غداری کا علم ہوگیا، بخدا وہ اللہ کے رسول ہیں، جب آپ ﷺ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو اصحاب آپ ﷺ کی تلاش میں مدینہ آئے، آپ ﷺ نے ان کو یہودیوں کی غداری سے مطلع فرمایااور بنو نضیر پر حملہ کرنے کا حکم فرمایا۔[352]

---

[352] - زاد المعاد في هَدْي خير العبادج ٣ ص ١١٥ المؤلف : **محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية** (المتوفى : 751هـ)۔* سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ٤ ص ٣١٧ تا ٣١٩ المؤلف : **محمد بن يوسف**

ایک اور سازش

٦۴۔ بنو نضیر نے ایک غداری اور کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیام بھیجا کہ آپ تین آدمی اپنے ہمراہ لائیں، ہمارے تین عالم آپ سے گفتگو کریں گے، اگر وہ ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے، اور اندر اندر ان تین عالموں کو یہ ہدایت کردی کہ اپنے کپڑوں میں خنجر چھپاکر لے جائیں تاکہ موقع پاکر آپ ﷺ کو قتل کردیں، مگر حضور ﷺ کو ملاقات سے قبل ہی بنو نضیر کی ایک مخلص خاتون کے ذریعہ ان کی اس چالاکی اور عیاری کا علم ہوگیا۔[353]

اکیلا پاکر تلوار سونت لی

٦۵ - سنہ ۴ھ میں غزوۂ ذات الرقاع سے واپس ہوتے ہوئے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیلولہ کے لئے لیٹ گئے اور اپنی تلوار درخت میں لٹکادی، غورث بن حارث نامی ایک شخص نے موقع غنیمت پاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچ گیا، اور

الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ) :-* مغازي الواقدي ج ١ ص ٣٦۴ المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن واقد الواقدي (المتوفى : 207هـ)

[353] - مصنف عبد الرزاق ج ۵ ص ٣۵٩ المؤلف : عبد الرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى : 211هـ) -* سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۴ ص ٣١٧ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

تلوار سونت لی، اور حضور ﷺ سے دریافت کیا: بتاؤ اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے اطمینان سے فرمایا "اللہ" ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے اس کے سینہ پر ایک گھونسہ رسید کیا، فوراً تلواراس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی، اور حضور ﷺ نے اٹھالی، اور فرمایا: بتا !اب میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا؟ اس نے کہا کوئی نہیں، آپ ہی بہتر پکڑنے والے ہیں، آپ ﷺ نے اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، اس نے قبول کرنے سے انکار کیا، البتہ وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی آپ سے جنگ نہیں کروں گا، پھر آپ ﷺ نے اسے معاف فرمادیا، [354]

واقدیؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہوگیا، اور اپنے قبیلے میں پہنچ کر اسلام کی دعوت دی، بہت سے لوگ اس کی دعوت پر مسلمان ہوئے، حافظ ذہبیؒ اور صاحب الاکمالؒ بھی واقدی کے مطابق اس کو مسلمان تسلیم کرتے ہیں، محمد یوسف صالحیؒ نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، [355]

---

[354] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۳ ص۳۶۴حدیث نمبر:۱۴۹۷۱ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني- -* السيرة النبوية ج ۳ ص ۴ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[355] - سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعادج ۵ ص ۱۸۳ المؤلف: محمد بن يوسف الصالحي الشامي(المتوفى : 942هـ)-* الإكمال في رفع الارتياب عن المؤتلف

البتہ ابن کثیرؒ نے بیہقیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر یہ درست ہے تو وہ کوئی اور واقعہ ہے، اس لئے کہ یہ بات تاریخی طور پر معلوم ہے کہ غورث بن الحارث حضور ﷺ کی دعوت کے باوجود مسلمان نہیں ہوا، بلکہ تاحیات اپنے دین پر قائم رہا [356]

قاضی عیاضؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا خیال یہ ہے کہ یہ مسلمان ہوجانے والا شخص غورث کے بجائے دعثور بن الحارث تھا، یعنی اس نے بھی کسی موقعہ پر اسی طرح کی گستاخی کی تھی اور اسی نے اپنی قوم میں جاکر یہ بیان دیا تھا کہ ایک فرشتہ نے میرے سینہ پر گھونسہ مارا اور اسی مشاہدہ کی بنا پر وہ مسلمان ہوگیا اور قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی[357]

ابن سید الناسؒ نے بھی نقل واقعہ دعثور بن الحارث ہی کے حوالہ سے کیا ہے [358]

والمختلف في الأسماء والكنى والأنساب ج ٧ ص ۴١ المؤلف : أبو نصر علي بن هبة الله بن جعفر بن ماكولا (المتوفى : 475هـ)

[356] - السيرة النبوية ج ٣ ص۴ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[357] - الشفا بتعريف حقوق المصطفى – مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء ج ١ ص ٣۴٧ المؤلف : أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (المتوفى : 544هـ) الحاشية : أحمد بن محمد بن محمد الشمنى (المتوفى : 873هـ) الإصابة في معرفة الصحابة ج ١ ص ٣٢٩ المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ)

[358] - عيون الأثرج ٢ ص ٣٠ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

علامہ ابن الاثیرؒ کا بھی یہی خیال ہے، غورث کے اسلام کو وہ التباس قرار دیتے ہیں[359]

زوجۂ مطہرہ پر بدترین الزام

٦٦ - سنہ ۵ ہجری میں غزوۂ مریسیع سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس عظیم صدمے سے دوچار ہونا پڑا وہ اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے، حضوراکرم ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر زنا کی تہمت لگائی گئی، اور اس کو کافی اچھالا گیا، جس کی بناپر مسلسل ایک ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خسر محترم اور یارِ غار حضرت صدیق اکبرؓ، اور خواشدامن صاحبہؓ اور تمام مخلص مسلمان سخت بے چین اور پریشان رہے۔

حضرت عائشہؓ کو علالت کے باعث ابتداء میں اس واقعہ کی خبر نہ ہوسکی، ایک دن ام مسطحؓ کے ساتھ رات میں قضائے حاجت کے لئے جارہی تھیں، کہ ام مسطحؓ نے راستہ میں ان کو اس کی خبر دی، خبر سن کر ایسا لگا جیسے جان نکل جائے گی، صدمہ سے ضرورت کا احساس بھی جاتارہا، اور بلا قضائے حاجت راستہ ہی سے واپس چلی آئیں اور حضور ﷺ سے اپنے ماں باپ کے یہاں جانے کی اجازت مانگی، تاکہ میکہ جاکر صحیح صورت حال معلوم کریں، اجازت ملنے کے بعد میکہ آئیں اور اپنی والدہ ماجدہ

---

[359] ـ أسد الغابة ج ١ ص ٣٣٦ المؤلف: عز الدين أبو الحسن علي بن أبي الكرم بن محمد بن الأثير (المتوفى: 630هـ)

سے پوچھا کہ ماں! تم کو معلوم ہے کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں، ماں نے کہا بیٹی رنج نہ کر، دنیاکا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جو عورت خوبصورت، خوب سیرت، اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند حیثیت ہوتی ہے، حسد کرنے والی عورتیں اس کے درپئے آزار ہوجاتی ہیں۔۔۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، کہ میں نے کہا، سبحان اللہ! کیا لوگوں میں اس کا چرچا ہے، ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا، کیا میرے والد کو بھی اس کا علم ہے؟، ماں نے کہا ہاں! ابن سحاق کی روایت میں ہے، میں نے کہا، اماں جان! اللہ تم کو معاف کرے، لوگوں میں اس کا چرچاہے لیکن تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا، یہ کہتے ہوئے سینہ پھٹ پڑا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور چیخیں نکل گئیں، حضرت ابوبکرؓ بالاخانہ پر قرآن کی تلاوت کررہے تھے، چیخ سن کر نیچے آئے، اور میری ماں سے دریافت کیا، ماں نے کہاکہ اس کو واقعہ کی خبر ہوگئی ہے، یہ سن کر ابوبکرؓ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔۔۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: مجھ کو اس شدت سے لرزہ آیا کہ میری والدہ ام رومانؓ نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیئے، تمام شب روتے گزری، ایک لمحہ کے لئے بھی آنسو نہیں تھمتے تھے۔۔۔[360]

حضور ﷺ کی بے چینی کا عالم یہ تھاکہ نزولِ وحی میں تاخیر ہوتی جارہی تھی، کبھی حضرت علیؓ سے مشورہ فرماتے، تو کبھی حضرت اسامہؓ سے

---

[360] - مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۹ ص ۲۳۱ المؤلف : نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى : 807هـ)

لوگ آپ کو تسلی دیتے، حضرت علیؓ کے مشورہ پر آپ نے گھر کی خادمہ حضرت بریرہؓ کو بھی بلاکر پوچھا، بریرہ! کیا تم گواہی دیتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، بریرہؓ نے کہا، ہاں! آپ ﷺ نے فرمایامیں تم سے کچھ دریافت کرناچاہتاہوں، چھپاؤگی تو نہیں؟ حضرت بریرہؓ نے کہا کہ بالکل نہیں چھپاؤں گی، آپ ﷺ پوچھیں کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے عائشہ میں کوئی غلط یا کھٹکنے والی بات دیکھی؟ اپنی زوجۂ مطہرہ ہیں، ایک ایک حال سے واقف ہیں، لیکن بے چینی کا عالم یہ ہے کہ گھر کی خادمہ سے تحقیق حال فرماتے ہیں۔۔۔ بریرہؓ کہتی ہیں: قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا، میں نے عائشہ میں کوئی قابل اعتراض یا معیوب بات نہیں دیکھی، بس یہ ہے کہ وہ کمسن لڑکی ہیں، گوندھاہواآٹا چھوڑ کرسوجاتی ہیں، جسے بکری کا بچہ آکر کھاجاتا ہے۔۔۔ یعنی اتنی بھولی بھالی لڑکی بھلایہ سب حرکت کیاجانے۔

اس کے بعد حضور ﷺ منبر پر کھڑے ہوگئے اور لوگوں کو خطاب فرمایا: مسلمانو! کون ہےاس شخص کے مقابلے میں میری مدد کرے جس نے میرے اہل بیت کے بارے میں مجھ کو ایذاء پہونچائی ہے، خداکی قسم میں نے اپنے اہل و عیال میں سوائے نیکی اور پاکدامنی کے کچھ نہیں دیکھا، اسی طرح جس شخص کا یہ لوگ نام لے رہے ہیں اس میں بھی سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا”

پھر اس بے چینی میں حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے، اور

حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"اے عائشہ مجھ کو تیرے بارے میں ایسی ایسی خبر ملی ہے، اگر تو پاکدامن ہے تو بہت جلد اللہ تجھ کو بری کردے گا اور اگر تونے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے توبہ و استغفار کر، اس لئے کہ بندہ جب اپنے گناہ کااقرار کرتاہےاور اللہ کی طرف رجوع ہوتاہے تو اللہ اس کو قبول فرماتاہے" حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی گفتگو کے آخری جملے تک میرے آنسو تھم چکے تھے اور آنسو کا ایک قطرہ بھی میری آنکھ میں باقی نہ بچاتھا، میں نے اپنے باپ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیجئے، باپ نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں؟ پھر میں نے یہی بات اپنی ماں سے کہی، ماں نے بھی یہی جواب دیا، اس کے بعد میں نے خود جواب دیاکہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ میں بالکل پاک ہوں، لیکن یہ بات آپ لوگوں کے دلوں میں اتنی بیٹھ چکی ہے کہ اگر میں کہوں کہ میں پاک اور بے قصور ہوں، اور اللہ خوب جانتاہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگوں کو یقین نہ آئے گا، اور اگر بالفرض میں اقرار کرلوں حالانکہ خدا خوب جانتاہے کہ میں پاک ہوں تو آپ فوراً یقین کرلیں گے، اس جملہ پر پھر آنسوؤں کا سیلاب امڈپڑا اور میں نے روکر کہا، خداکی قسم میں اس چیز سے کبھی توبہ نہ کرونگی، جو یہ لوگ میری طرف منسوب کرتے ہیں، بس میں وہی کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہاتھا۔ **فصبر جمیل واللہ**

المستعان علی ما تصفون - اور یہ کہکر بستر پر جاکر لیٹ گئیں۔

پھر پورے ایک ماہ کے بعد اسی مجلس میں نزولِ وحی کے آثار نمودار ہوئے، شدید سردی کا موسم تھا، اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے موتی کی طرح پسینہ کے قطرات ٹپکنے لگے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جس وقت آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا، خدا کی قسم میں بالکل نہیں گھبرائی، کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بالکل بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائیں گے، لیکن میرے ماں باپ کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھ کو خدشہ ہوا کہ ان کی جان نہ نکل جائے، ان کو یہ خوف تھا کہ کہیں وحی خدانخواستہ لوگوں کے کہنے کے مطابق نہ نازل ہوجائے۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ حال تھا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور کبھی میری طرف، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ نہ معلوم آسمان سے کیا حکم نازل ہو، جو پھر قیامت تک نہ ٹل سکے گا، اور جب میری طرف دیکھتے تو میرے سکون و اطمینان کو دیکھ کر ان کو کچھ امید ہوتی، سوائے عائشہ صدیقہ کے سارا گھر اسی خوف ورجا اور امید و بیم میں تھا کہ وحی کا سلسلہ ختم ہوا، اور چہرۂ انور پر مسرت وبشاشت کے آثار نمودار ہوئے، مسکراتے ہوئے اور دستِ مبارک سے جبینِ منور کو پوچھتے ہوئے حضرت عائشہؓ کی طرف متوجہ ہوکر پہلا کلمہ جو زبانِ مبارک سے نکلا وہ یہ تھا کہ عائشہ! تجھ کو بشارت ہو، اللہ نے تیری برأت نازل کردی ہے، پھر نازل شدہ آیات

کی تلاوت فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (11) لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُبِينٌ (12) لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ (13) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (14) إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ (15) وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ (16) يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (17) وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (18) إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (19) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (20) [361]

والدہ نے کہا: عائشہ! اٹھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر، حضرت عائشہؓ نے کہا، خدا کی قسم میں سوائے خداتعالیٰ کے جس نے میری برأت نازل کی، کسی کا شکریہ ادا نہ کرونگی۔

آیات برأت سننے کے بعد صدیق اکبرؓ بے تابانہ اٹھے اور اپنی

---

[361] ۔ سورۃ النور: ۱۱ تا ۲۰

لختِ جگر کی پاک پیشانی کو بوسہ دیا، بیٹی نے شوہر کی طرح باپ پر بھی ناز کیا اور کہا "الاعذرتنی" پہلے ہی مجھ کو معذور اور بے قصور کیوں نہیں سمجھا؟

صدیق اکبرؓ نے معذرت کے انداز میں بیٹی سے کہا:

بیٹی! کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالتا اور کون سی زمین میرا بوجھ اٹھاتی اور تھامتی، اگر میں اپنی زبان سے وہ بات کہتا جس کا مجھ کو علم نہیں تھا۔[362]

ایسی تہمت جس سے پوراگھر ہل گیا، تمام پاکوں کے پاک پر تہمت، جس نے ساری دنیاکو پاکدامنی کا درس دیا، اس کے گھر پر ایسا الزام، سوچیے اتنا بڑا حادثہ، کہ آسمان پھٹ سکتا تھااور زمین شق ہوسکتی تھی۔۔۔۔

سخت فاقہ کے عالم میں خندق کی کھدائی

٦٧ ۔ شوال ۵ھ میں خندق کی جنگ لڑی گئی، جس میں عرب کے تمام قبائلِ متحدہ نے حصہ لیا، حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر مرکز

---

[362] ۔ الجامع الصحيح المختصر ۲ ص ۹۴۲ حدیث نمبر :۲۵۱۹ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي ۔* فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ۸ ص ۴۷۷ المؤلف : أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي الناشر : دار المعرفة – بيروت ، 1379 تحقيق : أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي عدد الأجزاء : 13

اسلام مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے اس کے اطراف میں خندقیں کھودی گئیں، سخت سردی کا موسم تھا، سرد ہوائیں چل رہی تھیں، اور مسلمانون کے پاس سامانِ رسد کی بڑی کمی تھی، فاقے پر فاقے چل رہے تھے، ایک مرتبہ ایک صحابی نے بھوک کی شکایت کی، اور کرتہ اٹھاکر دکھایا کہ پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے، تاکہ فاقہ کی وجہ کر کمر جھکنے نہ پائے، آپ ﷺ نے بھی اپنا کرتا اٹھاکر دکھایا تو دو پتھر پیٹ پر بندھے ہوئے تھے۔

لیکن اسی عالم میں خندق کی کھدائی بھی چل رہی تھی، خود حضور ﷺ بھی اس میں برابر کے شریک رہے، بلکہ پہلی کدال آپ ہی نے زمین پر ماری، مٹی ڈھونے میں بھی شریک رہے، یہاں تک کہ شکم مباک گرد آلود ہو گیا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی، ہم نے آپ ﷺ سے جاکر عرض کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھہرو میں خود اترتا ہوں اور بھوک کی وجہ سے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی، آپ ﷺ نے کدال دستِ مبارک میں پکڑی اور چٹان پر ضرب لگائی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔[363]

---

[363] -فتح الباری:۷/ ۳۰۴،۳۰۵-روض الانف: ۳/ ۱۸۹-زرقانی:۲/ ۱۱۰-تاریخ طبری:۳/ ۴۵-طبقات ابن سعد:۲/ ۴۷

حدیبیہ کی شکست آمیز صلح

٦٨۔ ذی قعدہ ٦؁ھ میں حضور ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے کچھ اصحاب مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کرکے بعض اصحاب نے سر منڈایا، اور بعض نے کتروایا وغیرہ.......

یہ خواب سنتے ہی دلوں میں بیت اللہ کی دبی محبت جاگ اٹھی اور زیارت بیت اللہ کے شوق نے سب کو بے چین کر دیا، چنانچہ یوم دوشنبہ یکم ذی قعدہ ٦؁ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے پندرہ سو (١٥٠٠) اصحاب کے ہمراہ روانہ ہوئے، قربانی کے جانور ساتھ لئے، ذوالحلیفہ پر عمرہ کا احرام باندھا، ارادہ جنگ کا نہ تھا، صرف عمرہ کا تھا، اس لئے سامان حرب و جنگ ساتھ نہ لیا گیا، بلکہ صرف اتنے ہتھیار ساتھ رکھے گئے جتنا کہ اس دور میں مسافر کے لئے ضروری سمجھے جاتے تھے، وہ بھی نیام میں تھے۔

لیکن حدیبیہ تک پہونچنے کے بعد آگے جانے کی کوئی صورت نہ بن سکی، مکہ کے لوگ جنگ کیلئے تیار ہوگئے، اور پاسبانِ حرم کو حرم میں داخل ہونے سے روک دیا گیا، مسلمانوں نے لاکھ سمجھایا کہ ہم جنگ کیلئے نہیں بلکہ عمرہ کے لئے آئے ہیں، مگر قریش نے اس کو اپنی عزت کا مسئلہ بنالیا، اور مکہ سے نکالے ہوئے افراد کے مکہ میں دوبارہ داخلہ کو اپنے لئے چیلنج سمجھ لیا، بات چیت کی تمام تر کوششوں کے باوجود حرم میں داخلہ کی

کوئی صورت نہ بن سکی۔

حضور ﷺ نے اپنی طرف سے حضرت عثمان غنیؓ کو بات چیت کے لئے مکہ بھیجا، لیکن اہل مکہ کا ایک ہی جواب تھا کہ اس سال تو تمہارے رسول مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتے، تم اگرچاہوتو تنہا طواف کرسکتے ہو، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کبھی طواف نہ کرونگا، قریش یہ سن کر خاموش ہوگئےاور حضرت عثمانؓ کو روک لیا، لیکن مسلمانوں کے پاس یہ غلط خبر پہونچ گئی کہ عثمانِ غنی قتل کردیئے گئے، یہ خبر جنگ کی آگ کی طرح پورے قافلے میں پھیل گئی، حضور ﷺ تو صدمہ سے نڈھال ہوگئے، آپ ﷺ نے فرمایا جب تک میں عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لونگا یہاں سے حرکت نہ کرونگا، اور وہیں کیکر کے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں آپ فروکش تھے، بیعت لینی شروع کی کہ جب تک جان میں جان ہے، کافروں سے جہاد وقتال کریں گے، مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔۔۔یہی بیعت، بیعۃالرضوان کہلاتی ہے، جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

لیکن بعد میں معلوم ہواکہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی، قریش کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو بہت زیادہ مرعوب اور خوف زدہ ہوگئے، اور صلح و مصالحت کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کردیا۔[364]

---

[364] ۔فتح الباری: ۷/ ۳۴۵

اسی موقعہ پر صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے بے پناہ جذباتی لگاؤ کا جو مظاہرہ کیا وہ تاریخ انسانی میں ایک ریکارڈ ہے، قریش کے نمائندے جنہوں نے کبھی کسی نبی اور اس کی امت کے تعلقات کا براہِ راست مشاہدہ نہیں کیا تھا، اور جو یہ سمجھتے تھے کہ یہ مختلف قبائل کا وقتی اتحاد بہت جلد ٹوٹ جائے گا اور لوگ رسول کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، وہ اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

جولوگ قریش کے نمائندے بن کر آئے تھے انہوں نے واپس جاکر قریش سے کہا، اے قوم! واللہ میں نے قیصر و کسریٰ، نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں، مگر خداکی قسم عقیدت و محبت اور تعظیم و اجلال کا یہ عجیب و غریب منظر کہیں نہیں دیکھا، "محمد" بادشاہ معلوم نہیں ہوتے۔

معاہدہ کی تین ناگوار باتیں

غرض کافی طویل اور صبر آزما مذاکرہ کے بعد شرائط صلح طے ہوئے، اور معاہدہ نامہ تحریر کیا جانے لگا، اس آخری مرحلے میں قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو نمائندگی کر رہے تھے۔۔۔ معاہدہ نامہ میں تین باتوں پر اختلاف ہوا اور تینوں میں نبی ﷺ کے حکم پر مسلمانوں کو پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ ۱۔ سب سے پہلے بسم اللہ ہی میں اختلاف ہوگیا، حضرت علیؓ کتابت فرمارہے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا لکھو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے اس پر اعتراض کیا، عرب کا قدیم دستور سر نامہ

پر ”باسمک اللہم“ لکھنے کا تھا، اس لئے سہیل نے کہا کہ میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کو نہیں جانتا، قدیم دستور کے مطابق ”باسمک اللہم“ لکھا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یہی لکھو۔

۲۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا لکھو:

هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله.

یعنی یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت کی ہے،

سہیل نے کہا یہی تو ہمارا اور آپ کا بنیادی اختلاف ہے، اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو آپ کو بیت اللہ سے کیوں روکتے، اور آپ سے کیوں لڑتے؟...... اس لئے بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھئے، حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں تم تسلیم کرو یا نہ کرو، اور حضرت علیؓ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر ان کی خواہش کے مطابق صرف میرا نام لکھ دو، حضرت علیؓ بے حد جذباتی ہوگئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہرگز آپ کا نام نہیں مٹاؤں گا، آپ نے فرمایا اچھا وہ جگہ بتاؤ جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے، حضرت علیؓ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتائی، آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اس لفظ کو مٹا دیا، اور پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اب لکھو ”محمد بن عبداللہ“۔

شرائط صلح

۳۔ تیسرا مرحلہ شرائط صلح کا تھا، شرائط کا عمومی رخ بظاہر مسلمانوں

کی شان کے خلاف تھا، جو مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت تھا، مگر مسلمان کیا کرسکتے تھے، خود رسول اللہ ﷺ ان شرائط کو منظور فرمارہے تھے، شرائط صلح کی دفعات یہ تھیں:

۱۔ دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔

۲۔ قریش کا جو شخص اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے بغیر مدینہ جائے گا وہ واپس کردیا جائے گا، اگرچہ وہ مسلمان ہوکر جائے۔

۳۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی مدینہ سے مکہ آجائے اس کو واپس نہ کیا جائے گا۔

۴۔ اس دوران کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا۔

۵۔ محمد (ﷺ) اس سال بغیر عمرہ کے مدینہ واپس جائیں گے، مکہ میں داخل نہ ہونگے، آئندہ سال صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کے بعد واپس ہوجائیں گے اور تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار شامل نہ ہوگا، اور تلواریں بھی نیام میں ہونگی۔

۶۔ قبائل متحدہ کو اختیار ہوگا کہ جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ و صلح میں شامل ہوجائیں۔

ابو جندل کفار کے حوالے

ابھی صلح نامہ کی تکمیل بھی نہیں ہوئی تھی کہ سہیل کے بیٹے ابو جندلؓ پابہ زنجیر کفار کی قید سے بھاگ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو پہلے سے مشرف باسلام ہوچکے تھے، اور کفار مکہ کے بدترین

مظالم کے شکار تھے، سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے جو عہدنامہ کے مطابق واپس ہونا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی صلح نامہ مکمل کہاں ہوا ہے، کتابت اور دستخط وغیرہ کے مراحل باقی ہیں، صلح نامہ کی تکمیل سے قبل اس پر عمل کا مطالبہ کہاں مناسب ہے؟ حضور ﷺ نے بار بار سہیل سے کہا کہ ابوجندل کو ہمارے حوالہ کردیں، مگر سہیل کچھ بھی سننے کو تیار نہ تھے، آخر حضور ﷺ نے ابوجندل کو سہیل کے حوالہ کردیا .... حضور ﷺ کی زندگی میں صلح حدیبیہ ایک ایسا منفرد واقعہ ہے جس میں ہر مرحلے پر آپ نے بالارادہ شکست کو قبول فرمایا۔

ابوجندل مکہ والوں کے بہت ستائے ہوئے تھے، انہوں نے نہایت حسرت کے ساتھ مسلمانوں سے کہا افسوس! مجھے کافروں کے حوالہ کیا جارہاہے .....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ابوجندل کو تسلی دی اور فرمایا:

"ابوجندل! صبر کرو اور اللہ سے امید رکھو، ہم خلاف عہد کرنا پسند نہیں کرتے، یقین رکھو اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہاری نجات کی کوئی سبیل پیدا کرے گا"

ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا

مگر عام مسلمانوں پر سہیل کی واپسی بہت شاق گزری .....شرائط صلح، پسِ منظر، اور حالات کے تعلق سے عام مسلمانوں میں جو شدید بے چینی پائی جاہی تھی اس کے لئے حضور ﷺ کے پاس حضرت عمرؓ کے اظہارِ

جذبات کو علامتی اظہار کہا جاسکتا ہے، .... حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہوسکا، اور حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، میں یقینا نبی برحق ہوں، حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک، حضرت عمرؓ نے کہا: پھر یہ ذلت کیوں گوارا کی جارہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، حکم الٰہی کے خلاف نہیں کرسکتا، وہی میرا معین و مددگار ہے، حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہ! آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا لیکن میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے پاس سے اٹھ کر صدیق اکبرؓ کے پاس گئے اور جاکر ان سے بھی یہی گفتگو کی، ابوبکر صدیقؓ نے بعینہٖ وہی جوابات دیئے جو حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے حضرت عمرؓ سن چکے تھے۔

حضرت عمرؓ کو بعد میں اپنی اس گستاخی کا بڑا احساس رہا، اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقہ و خیرات کی، اور بہت سے غلام آزاد کیئے۔ الغرض ذلت وشکست کے تمام تر احساسات کے باوجود یہ صلح نامہ مکمل ہوگیا، اور فریقین کے دستخط بھی ہوگئے۔[365]

---

[365] - الجامع الصحیح المختصر ٢ ص ٩٧۴حدیث نمبر: ٢٥٨١ المؤلف : محمد

مسلمانوں کے نزدیک یہ صلح ایک زبردست سانحہ اور ذلت آمیز شکست تھی، لیکن خداکے نزدیک یہ عظیم الشان فتح مبین کی تمہید تھی، جیسا کہ بعد کے حالات سے ثابت ہو گیا۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا (سوره الفتح :1)

ترجمہ: ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح سے نوازا۔

خسروپرویز نے نامہ مبارک پھاڑ ڈالا

٦٩۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایران کے بادشاہ خسروپرویز کسریٰ کے نام ایک دعوتی خط تحریر فرمایا:۔

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله النبي الأمي إلى كسرى عظيم فارس سلام على من اتبع الهدى وآمن بالله ورسوله وشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله ، أدعوك بدعاية الله فإني أنا رسول الله إلى الناس كافة ؛ لأنذر من كان حيا ويحق القول على الكافرين فأسلم تسلم ، فإن أبيت فإن إثم المجوس عليك"

ترجمہ :"بسم اللہ الرحمن الرحیم .محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کی طرف .سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی

بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي۔ * طبقات ابن سعد:٢/ ١٧ ، عيون الأثر ج ٢ ص١٣٠ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے . اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں . وہ ایک ہے . کوئی اس کا شریک نہیں . اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں . میں تجھ کو اللہ کے حکم کے مطابق اس دین کی دعوت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف ، تاکہ ڈراؤں اس شخص کو جس کا دل زندہ ہے . اللہ کی حجت پوری ہو کافروں پر . اسلام لا سلامت رہے گا . اور اگر تو نے روگردانی کی تو سارے مجوس کا گناہ تجھ پر ہوگا"

عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو یہ خط دیکر حضور ﷺ نے روانہ فرمایا، کسریٰ آپ کا خط دیکھتے ہی برہم ہوگیا، اور خط کو چاک کرڈالا، اور کہاکہ یہ شخص مجھ کو خط لکھتا ہے کہ مجھ پر ایمان لے آؤ، حالانکہ یہ شخص میرا غلام ہے، عبداللہ بن حذافہ نے آکر آپؐ سے سارا واقعہ بیان کیا، تو حضور ﷺ کو تکلیف پہونچی، اور فرمایا کسریٰ کا ملک بھی ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہوجائے گا، ......ادہر کسریٰ نے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ فوراً دو مضبوط سپاہی حجاز روانہ کردو تاکہ اس شخص کو جس نے ہم کو یہ خط لکھا ہے، گرفتار کرکے میرے پاس حاضر کرے۔۔ باذان نے فوراً دو سپاہیوں کو آپ ﷺ کے نام گرفتاری کا وارنٹ (warrant) دیکر روانہ کیا، جب یہ دونوں آدمی باذان کا وارنٹ لے کر بارگاہِ نبوت میں پہونچے، تو آپ کی خداداد عظمت و ہیبت کو دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے، اور اسی حالت میں باذان کا وارنٹ آپ ﷺ کو دیا، وارنٹ سن کر آپ مسکرائے اور دونوں کو

اسلام کی دعوت دی، اور فرمایا کل آنا، اگلے روز یہ دونوں پھر حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا آج کی شب فلاں وقت اللہ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کردیا، اور شیرویہ نے کسریٰ کو قتل کرڈالا، یہ سہ شنبہ کی شب اور ۱۰ /جمادی الاولیٰ ۷؁ھ کی تاریخ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا واپس جاؤ اور باذان سے جاکر یہ سب حالات بیان کرو اور فرمایا کہ باذان سے یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میری سلطنت وہاں تک پہونچے گی جہاں تک کسریٰ کی حکومت ہے..... باذان نے اپنے آدمیوں سے جب یہ ساری رپورٹ (Report) سنی تو کہا کہ یہ بات بادشاہوں کی سی نہیں ہے اگر یہ خبر صحیح ہے تو خدا کی قسم وہ بلا شبہ نبی ہیں، چنانچہ کسریٰ کے قتل کی خبر کی تصدیق ہوجانے کے بعد باذان اپنے خاندان اور رفقاء و احباب سمیت مسلمان ہوگیا اور حضور ﷺ کو اپنے اسلام کی اطلاع بھی بھیجوادی۔[366]

کھانے میں زہر دیا گیا

۷۰۔ ۷؁ھ میں فتح خیبر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں مقیم تھے کہ ایک دن سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث

---

[366] - دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ج ١ ص ٢٧٩ حديث نمبر : ٢٣٥ المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ) -* البدایہ والنہایہ:۴/ ۲۶۸،۲۶۷-زرقانی:۳/ ۳۴۲)

نے ایک بھنی ہوئی بکری ہدیہ میں آپ ﷺ کو پیش کی، جس میں زہر ملاہواتھا، آپ ﷺ نے چکھتے ہی ہاتھ روک لیا، بشر بن براء بن معرور بھی آپؐ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے، انہوں نے کچھ کھالیا، حضور ﷺ نے فرمایافوراً ہاتھ روکو! اس میں زہر ملاہواہے۔

زہر دینے والی عورت کو بلاکر پوچھا گیا تو اس نے زہر ملانے کا اقرار کیا، اور کہاکہ میں نے ایسا اس لئے کیاکہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو بتادے گا، اور آپ کو اس سے کوئی نقصان نہ پہونچے گا، اور اگر جھوٹے ہیں تو لوگ آپ سے نجات پاجائیں گے۔

حضور ﷺ چونکہ اپنی ذات کے لئے کوئی انتقام نہیں لیتے تھے، اس لئے آپ نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، لیکن بعد میں جب بشر بن براءؓ اس زہر کے اثر سے انتقال کرگئے، توزینب کو ان کے وارثوں کے حوالہ کردیاگیا، اور پھر وہ قصاصاً قتل کی گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ زینب اقرار جرم کے بعد اسلام لے آئی، اور کہاکہ مجھ پر آپ کی صداقت بالکل ظاہر ہوچکی ہے، اسلئے آپ کو اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ بناکر اقرار کرتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔[367]

---

[367] ۔ فتح الباری:۷/ ۳۸۰)۔☆ الروض الأنف ج ۴ ص۸۱ المؤلف : أبو

حضور ﷺ پر زہر کا فوری کوئی مہلک اثر تو نہیں ہوا، لیکن بیماریوں اور جسمانی تکالیف کی صورت میں آخرِ عمر تک اس کا اثر رہا۔

اپنے ہی شہر میں اپنا کوئی مکان نہیں

۷۱۔ سنہ ۸ ھ میں حضور ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے، یہ دینا کی سب سے عظیم تاریخی فتح تھی، جو نبی آخرالزماں ﷺ کے ہاتھوں انجام پائی تھی...... جس نبی کو مکہ والوں نے بے یارو مددگار نکلنے پر مجبور کردیا تھا، اور جو چھپتے ہوئے تن تنہا صرف ایک ساتھی کے ہمراہ مکہ سے جلاوطن ہوا تھا، آج وہ قریب دس ہزار (۱۰۰۰۰) کے لشکرِ جرار کے ساتھ مکہ میں داخل ہورہا تھا، کل اس کے دشمن اس کے تعاقب میں نکلے تھے اور اس کے سر کی قیمت لگائی گئی تھی، آج وہ لوگ خود اپنا منہ چھپائے پھر رہے تھے، مگر نبی کسی کے سر کی قیمت نہیں لگاتا، سب کو آزادی کا پروانہ دیتا ہے، ..... لیکن اس عظیم فتح کے بعد کا یہ لمحہ کتنا حادثاتی ہے، حجۃ الوداع

القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)،-* زاد المعاد في هَدْي خير العباد ج ۳ ص ۲۹۷ المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى : 751هـ) -*سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ۵ ص ۱۵۵ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ) -* جمع الوسائل في شرح الشمائل ج ۱ ص ۲۱۴ المؤلف : علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى : 1014هـ)-

کے موقعہ پر خدام نے حضور ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! آپ کا قیام کہاں رہے گا؟ ...... حضور ﷺ اس سوال کا کیا جواب دیتے؟ آپؐ کے اپنے پیدائشی شہر میں اپنا کوئی مکان نہیں تھا، جو مکان چھوڑ کر گئے تھے اس پر کفار کا قبضہ ہو چکا تھا۔

عن أسامة بن زيد قال : قلت يا رسول الله أين تنزل غدا ؟ في حجته قال (وهل ترك لنا عقيل منزلا) . ثم قال (نحن نازلون غدا بخيف بني كنانة المحصب حيث قاسمت قريش على الكفر[368]

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یارسول اللہ! کل آپ کا قیام کہاں ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، عقیل نے میرے لئے کوئی گھر تو نہیں چھوڑا، ہم کل خیف بنی کنانۃ المحصب کے پاس قیام کریں گے، جہاں قبائل قریش نے کفر پر اتحاد کیا تھا۔

شعب ابی طالب میں میرا خیمہ لگادو، جہاں مکی دور میں خانوادۂ ہاشمی کو بائیکاٹ کے تین سال گزارنے پڑے تھے، اور جہاں سارے قبیلے کے لوگ دانے دانے کو ترس گئے تھے۔[369]

حنین میں صدمے

۸ھ میں غزوۂ حنین کے موقعہ پر حضور ﷺ کو دو شدید

---

[368] - الجامع الصحيح المختصر ج ٣ ص ١١١٣ حدیث نمبر :٢٨٩٣ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي -

[369] -زرقانی:۲/ ۳۲۴-فتح الباری:۸/ ۱۶

حادثات پیش آئے: ایک تو آغاز جنگ میں، اور دوسرا جنگ کے بعد۔

۴۷ - آغاز جنگ میں یہ ہوا کہ لشکر اسلام شام کے وقت وادئ حنین میں داخل ہوا، ہوازن و ثقیف کے لوگ دونوں جانب کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے تھے، مخالف فوج کے سپہ سالار مالک بن عوف نے ان کو پہلے سے یہ ہدایت کردی تھی کہ تلواروں کے نیام توڑ کر پھینک دو، اور مسلمانوں کا لشکر جوں ہی ادھر سے گزرے، بیس ہزار(۲۰۰۰۰) تلواروں سے ایک دم ان پر ہلّہ بول دو، چنانچہ ایساہی ہوا، صبح کے جھٹپٹے میں جب لشکر اسلام اس درہ سے گزرنے لگاتو بیس ہزار(۲۰۰۰۰) تلواروں اور نیزوں کی بارش ہوگئی، جس سے مسلم افواج میں افراتفری مچ گئی، اس ناگہانی حملے سے ان میں سراسیمگی پھیل گئی، سب لوگوں نے میدان چھوڑدیا، صرف حضور ﷺ کے ساتھ دس بارہ اصحاب، ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، عباسؓ، فضل بن عباسؓ، اسامہ بن زیدؓ، اور کچھ لوگ باقی رہ گئے، حضرت عباسؓ آپ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے، اور ابوسفیان بن حارثؓ رکاب پکڑے ہوئے تھے۔

اس موقعہ پر جولوگ مکہ سے محض قومی حمیت یا حضور ﷺ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ ہو لئے تھے مگران کے دلوں نے حضور ﷺ کوپوری طرح قبول نہیں کیاتھا،......ان کی زبانیں کھل گئیں:

ابوسفیان بن حرب نے کہا:اب یہ شکست تھمنے والی نہیں

ہے..... کلدۃ بن حنبل (یا جبلۃ بن حنبل علیٰ اختلاف الاقوال) نے خوشی میں چلا کر کہا "آج سحر کا خاتمہ ہوگیا"............ شیبہ بن عثمان نے کہا آج میں "محمد سے اپنے باپ کا بدلہ لوں گا" اس کا باپ جنگ احد میں مارا گیا تھا، لیکن جب وہ آپ ﷺ کی طرف بڑھا تو فوراً غشی طاری ہوگئی، اور حضور ﷺ تک نہیں پہونچ سکا۔

سب لوگ میدان چھوڑ چکے تھے، مگر حضور ﷺ اپنی جگہ قائم تھے، آپ ﷺ عین اس عالم میں بآواز بلندڑھ رہے تھے۔ **أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب -**

ترجمہ: میں نبی برحق ہوں، اللہ نے مجھ سے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے اس میں ذرا بھی شائبۂ کذب نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ حضرت عباسؓ بلند آواز تھے، ان کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مہاجرین وانصار کو آواز دیں، انہوں نے بآواز بلند یہ نعرہ لگایا:۔

أين المهاجرون الأولون أين أصحاب سورة البقرة، يامعشر الانصار! يا اصحاب الشجرة!

ترجمہ: اے مہاجرین اولین! اے سورۂ بقرہ والو! اے جماعت انصار! اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگو!

اس آواز کا کانوں میں پہونچنا تھا کہ ایک دم سب پلٹ پڑے، آپ ﷺ نے مشرکین پر حملہ کا حکم دیا، اور پھر جب میدانِ کارزار گرم ہوگیا تو ایک مشت خاک کافروں کی طرف پھینک دی اور فرمایا:۔

"قسم ہے ربّ محمد کی، یہ لوگ ہار گئے"

نصرت الٰہی نازل ہوئی اور دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے، اور بہت سا مال غنیمت وہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے[370]

قرآن کریم نے اس واقعہ کا ذکر کیاہے:۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ (25) ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (26)[371]

ترجمہ:۔اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو فریب میں ڈالدیا، لیکن وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی، اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کربھاگ کھڑےہوئے،اس

---

[370] - المعجم الكبيرج ٧ ص ٢٩٨ حديث‌نمبر : ٧٢٠٨ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني -* الروض الأنف ج ۴ ص ٢١٢ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ) -* عيون الأثر ج ص ٢١٦ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)-* زاد المعاد في هَدْي خير العباد ج ٣ ص ۴٠٨ المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى : 751هـ)

[371] -توبہ: ۲۵،۲۶

کے بعد اللہ نے اپنی خاص تسکین نازل کی اپنے رسول پر، اور اہل ایمان کے قلوب پر، اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور کافروں کو سزا دی، اور یہی سزا ہے کافروں کی۔

اقرباء نوازی کا الزام

۷۳ - دوسرا حادثہ جنگ کے بعد پیش آیا، اس غزوہ میں کافی مال غنیمت حاصل ہوا، چھ ہزار (۶۰۰۰) قیدی، چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) اونٹ، چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) بکریاں، اور چار ہزار (۴۰۰۰) اوقیہ چاندی۔

اموال غنیمت کی تقسیم میں آپؐ نے یہ لحاظ فرمایا کہ معززین قریش ابھی نو مسلم تھے، اسلام پوری طرح ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا تھا، حضور ﷺ سے ان کو بارہا ذلتوں اور شکستوں کا سامنا ہوا تھا، جس کی بنا پر محبت و عقیدت پوری طرح پیدا نہیں ہوئی تھی، مسلمانوں سے لڑائیوں میں سب سے زیادہ جانی و مالی نقصانات قریش ہی کو اٹھانے پڑے تھے، ان اسباب کی بنا پر حضور ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم میں ان کو ترجیح دی، بلکہ بعض لوگوں کو ان کے حصے سے دوگنا تین گنا دیا، ان کے مقابلے میں انصار کو کچھ نہیں ملا۔ اس پر انصار کے بعض نوجوانوں میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ قریش کو تو خوب ملا اور ہم محروم رہے، حالانکہ ہماری تلواریں اب تک ان کے خون سے ٹپک رہی ہیں، بعض یہ بھی بول گئے کہ ضرورت تھی تو ہم کو بلایا گیا، اور آج جب مال غنیمت کی تقسیم کا موقع آیا تو اپنے ہم وطنوں اور رشتہ داروں کو نوازا جا رہا ہے۔

شدہ شدہ اس کی بھنک حضور ﷺ کے کان تک پہونچی، ظاہر ہے کہ ان چہ می گوئیوں سے حضور ﷺ کو سخت صدمہ پہونچا ہوگا، آپ ﷺ نے تمام انصار کو جمع کیا اور اس مجمع میں جس میں ایک بھی غیر انصاری نہیں تھا، دریافت فرمایا، یہ میں کیا سن رہا ہوں، انصار نے کہا یارسول اللہ! ہمارے سمجھ دار اور ذی ہوش لوگوں میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے، بعض ناسمجھ نوجوان جذبات میں یہ بول گئے ہیں، آپؐ نے فرمایا:-

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ : مَا قَالَة بَلَغَتْنِي عَنْكُمْ وَجْدَةٌ وَجَدْتُمُوهَا عَلَيّ فِي أَنْفُسِكُمْ ؟ أَلَمْ آتِكُمْ ضلّالًا فَهدَاكُمْ اللّه ، وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمْ اللّهُ وَأَعْدَاءَ فَأَلّفَ اللّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ " قَالُوا : بَلَى ، اللّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنّ وَأَفْضَلُ ثُمّ قَالَ " أَلَا تُجِيبُونَنِي يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ؟ " قَالُوا : بِمَاذَا نُجِيبُك يَا رَسُولَ اللّهِ ؟ لِلّهِ وَلِرَسُولِهِ الْمَنّ وَالْفَضْلُ قَالَ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ " أَمَاوَاللّهِ لَوْشِئْتُمْ لَقُلْتُمْ فَلَصدَقْتُمْ وَلَصُدّقْتُمْ أَتَيْتَنَامُكَذّبًا فَصَدّقْنَاك ، وَمَخْذُولًا فَنصَرْنَاك ،وَطَرِيدًا فَآوَيْنَاك ،وَعَائِلًا فَآسَيْنَاك . أَوَجَدْتُمْ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ فِي أَنْفُسِكُمْ فِي لُعَاعَةٍ مِنْ الدّنْيَا تَأَلّفْت بِهَا قَوْمًا لِيُسْلِمُوا ، وَوَكَلْتُكُمْ إلَى إسْلَامِكُمْ أَلَا تَرْضَوْنَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ، أَنْ يَذْهَبَ النّاسُ بِالشّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَرْجِعُوا بِرَسُولِ اللّهِ إلَى رِحَالِكُمْ ؟ فَوَالّذِي نَفْسُ مُحَمّدٍ بِيَدِهِ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْت امْرَأً مِنْ الْأَنْصَارِ ، وَلَوْ سَلَكَ النّاسُ شِعْبًا وَسَلَكَتْ الْأَنْصَارُ شِعْبًا ، لَسَلَكْت شِعْبَ الْأَنْصَارِ . اللّهُمّ ارْحَمْ الْأَنْصَارَ ، وَأَبْنَاءَ الْأَنْصَارِ ، وَأَبْنَاءَ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ "

ترجمہ: اے گروہ انصار! کیا تم گمراہ نہ تھے، اللہ تعالیٰ نے تم کو

میرے ذریعہ ہدایت دی، آپس میں تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ نے میرے ذریعہ تمہارے دلوں کو جوڑدیا، تم فقیر اور کنگال تھے، اللہ نے میرے ذریعہ تم کو مالا مال کیا، انصار نے کہا: آپ درست فرماتے ہیں، بے شک اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، تم میری تقریر کا یہ جواب دے سکتے ہو کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا توہم نے آپ کی تصدیق کی، جب آپ بے یارو مددگار تھےتوہم نے آپ کی مدد کی، جب آپ بے سہارا اور بے ٹھکانا تھے تو ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا، جب آپ مفلس تھے تو ہم نے آپ کے ساتھ غمگساری کی، ....اے جماعت انصار! کیا تمہیں اس سے رنج پہونچا کہ میں نے اس (دنیائے دون) میں سے جس کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں، کچھ مال قریش کے بعض لوگوں کو ان کی دلجوئی کے لئے دے دیئے، اور تم کو تمہارے ایمان کے بھروسہ چھوڑدیا، قریش قتل و قید کی مصیبتوں سے دوچار ہوئے ہیں، اور طرح طرح کی ذلتوں اور شکستوں سے یہ ہمکنار رہے ہیں، جن سے اللہ نے تم کو محفوظ رکھا، اسلئے تالیف قلب کیلئے ان کو مال دینا زیادہ مناسب معلوم ہوا، تم تو اہل ایمان ہو، ایمان و یقین کی لازوال دولت سے تم مالامال ہو، .....کیاتم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکریاں لے کر اپنے گھر واپس ہوں،اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر ہجرت امر تقدیری نہ

ہوتاتو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر لوگ ایک گھاٹی سے چلیں اور انصار دوسری گھاٹی سے، تومیں انصار کی گھاٹی کو اختیار کروں گا، اے اللہ تو انصار پر اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر رحم فرما، اور مہربانی کا معاملہ فرما۔

یہ سن کر انصار جاں نثار چیخ اٹھےاور روتے روتے ان کی ڈاڑھیاں تر ہوگئیں، اور کہا کہ ہم اس تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں کہ دولت دوسروں کے حصے میں گئی اور ہمارے حصے میں اللہ کا رسول آیا، اس کے بعد جلسہ برخواست ہوگیا[372]

---

[372] - الروض الأنف ج ۴ص۲۷۶ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ) -* زاد المعاد في هَدْي خير العباد ج ٣ ص ۴۰۸ المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى : 751هـ) السيرة النبوية ج ٢ ص ۴۹۷ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)-* عيون الأثر ج ٢ ص ٢٢١ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)-* مغازي الواقدي ج ١ ص ٩٩٧ المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن واقد الواقدي (المتوفى : 207هـ) -* الدرر في اختصار المغازي والسير ج ١ ص ٢٥٠ المؤلف : أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى : 463هـ) تحقيق : الدكتور شوقي ضيف الناشر : وزارة الأوقاف المصرية - المجلس الأعلى للشئون الإسلامية - لجنة إحياء التراث الإسلامي – القاهرة الطبعة : الأولى 1415 هـ - 1995 م عدد

تبوک کی طرف بے سروسامانی کا سفر

۷۴۔ سنہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک پیش آیا، سخت پریشانی کا عالم تھا، گرمی اپنے شباب پر تھی، فصل پکنے اور کٹنے کا وقت آچکا تھا، مسافت دور، قحط کا زمانہ، ہوش ربا گرانی، اور فقر وفاقہ اور بے سروسامانی کا عالم، ایسے حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ شاہ روم ہرقل کے مقابلے کے لئے نکلنا ہے، مخلص تو بہر حال مخلص تھے، منافق ہر بار کی طرح اس بار بھی شرارت سے باز نہ آئے، جنگ میں نہ جانے کے ہزار بہانے ڈھونڈنے لگے، اور دوسروں کو بھی بہکانے لگے، کہ ایسی گرمی میں مت نکلو... ایک مسخرے نے کہا: لوگوں کو معلوم ہے کہ میں حسین و جمیل عورتوں کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتا ہوں مجھ کو ڈر ہے کہ روم کی حسیناؤں کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑ جاؤں۔[373]

مسجد ضرار کا فتنہ

۷۵ -ایک طرف ان کی جانب سے یہ حیلے بہانے تھے، دوسری طرف ابو عامر فاسق کے مشورہ پر مکہ کے دار الندوہ ٹائپ کی ایک عمارت کی تعمیر بھی وہ کر رہے تھے، جس کا نام انہوں نے مسجد" رکھا تھا، اور قرآن اس

الأجزاء : 1) -* تاريخ الرسل والملوك ج ٢ ص ٦٩ المؤلف : محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى : 310هـ)

[373] ۔عیون الاثر:۲/ ۲۱۵

کو مسجد ضرار کہتا ہے، یہ مسجد نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سازشی سرگرمیوں کے اڈہ کے طور پر بنائی جارہی تھی، تعمیر مکمل ہونے کے بعد اسی غزوۂ تبوک کے موقعہ پر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور مسجد کا افتتاح کرنے کی درخواست پیش کی، جرأت کی انتہا یہ تھی کہ مخالفانہ سرگرمیوں کے مرکز کا افتتاح خود نبی پاک ﷺ سے کرنے کی فرمائش کی جائے، ...... حضور ﷺ نے اس وقت تو کچھ نہیں کہا، اس کو تبوک سے واپسی پر ٹال دیا، واپسی پر آپ ﷺ نے اس مسجد کو جلادینے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ وہ مسجد اور منافقوں کا ایک اور اڈہ سویلم یہودی کا مکان بھی نذر آتش کردیا گیا۔[374]

قرآن میں اس واقعہ کا ذکر موجود ہے:۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (107) لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا

---

[374] - دلائل النبوة للبيهقي ج ۵ ص ۳۴۰ حدیث نمبر :۲۰۰۹ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ) تفسير القرآن العظيم ج ۴ ص ۲۱۲ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (108)[375]

ترجمہ:۔ اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی، مسلمانوں کو ضرر پہونچانے کے لئے اور کفر کرنے کیلئے، اور اہل ایمان میں تفرقہ ڈالنے کے لئے، اور ان لوگوں کی قیام گاہ بنانے کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی سے برسر پیکار ہیں، اور قسمیں کھائیں گے، کہ ہماری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، آپ اس مسجد میں جاکر کبھی کھڑے بھی نہ ہوں، البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی، یعنی "مسجد قبا" وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ اس میں جاکر کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں، اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو"

اس غزوہ میں منافقوں کے علاوہ تین مخلص مسلمان کعب بن مالکؓ، مرارۃ بن الربیعؓ، اور ہلال بن امیہؓ بھی پیچھے رہ گئے تھے، جن کو پچاس یوم تک قطع کلام کے ذریعہ سزادی گئی، جو بجائے خود ایک حادثہ تھا۔[376]

نبوت میں شرکت کی کوشش

۷۶۔ سنہ ۹ھ میں بنی حنیفہ کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر

---

[375] ۔توبہ: ۱۰۷،۱۰۸

[376] ۔ الجامع الصحیح المختصرج ۴ص ۱۶۰۳حدیث نمبر: ۴۱۵۶ ،المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

ہوا، جس میں مشہور چالاک اور فتنہ پرداز مسیلمہ کذاب بھی تھا، مگر مسیلمہ غرور سے حاضر بارگاہ نہ ہوا، وہ نہ آیا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، ثابت بن قیس بن شماسؓ آپ کے ہمراہ تھے، مسیلمہ نے کہا اگر آپ مجھ کو اپنا قائم مقام مقرر کریں، تو میں بیعت کے لئے تیار ہوں، حضور ﷺ کے دست مبارک میں اس وقت کھجور کی ایک چھڑی تھی، آپؐ نے فرمایا اگر تو یہ چھڑی بھی مانگے گا تو نہ دوں گا، اور خدا کے فیصلے سے آگے تو ایک انچ بھی نہ بڑھ سکے گا، اور غالباً تو وہی ہے جو مجھکو خواب میں دکھلایا گیا، اور یہ ثابت بن قیس تجھ کو جواب دیں گے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن لاکر رکھے گئے، جس سے میں گھبرا گیا، پھر خواب ہی میں مجھ سے کہا گیا کہ ان میں پھونک مارو، میں نے پھونک ماری تو وہ فوراً اڑ گئے، جس کی تعبیر یہ ہے کہ دو کذاب ظاہر ہونگے ......چنانچہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی صورت میں یہ دونوں ظاہر ہوئے۔

اسود عنسی آپ ﷺ کی حیات ہی میں قتل ہوا، اور مسیلمہ صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں قتل ہوا۔[377]

---

[377] ۔ الجامع الصحيح المختصر ج ۴ ص ۱۵۹۱ المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

۱۰ھ میں مسیلمہ نے حضور ﷺ کے پاس ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:۔

من مسيلمة رسول الله إلى محمدرسول الله صلى الله عليه وسلم أمابعد ، فإني أشركت في الأمر معك ، وإن لنا نصف الأرض ولقريش نصف الأرض ، ولكن قريشا يعتدون [378]

ترجمہ: مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف، میں آپ کے ساتھ کام میں شریک کردیا گیاہوں، نصف زمین ہمارے لئے اور نصف قریش کے لئے، مگر قریش زیادتی کرتے ہیں۔

نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کتنا بڑا چیلنج تھا، جس نے اپنی زندگی میں بار بار اس حقیقت کا اعلان کیا کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، اسی کی زندگی کے آخری دور میں ایک کذاب نبوت میں شرکت کا دعویٰ کرتاہے ......منصب نبوت کے لحاظ سے یہ حضور ﷺ کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ تھا۔

حضور ﷺ نے اس کے خط کا یہ مختصر جواب لکھوادیا:۔

" بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى

---

[378] - **مستخرج أبي عوانةج ۱۳ ص ۴۸۰ المؤلف : أبو عوانة يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم النيسابوري الأسفراييني (المتوفى : 316هـ)۔* مسند أبي عوانة ج ۴ص۲۶۴ الإمام أبي عوانة يعقوب بن إسحاق الاسفرائني سنة الولادة / سنة الوفاة 316هـ الناشر دار المعرفة مكان النشر بيروت عدد الأجزاء 5)**

مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ " [379]

ترجمہ:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف سلام ہو اس کے لئے جو ہدایت کا اتباع کرے، یقینا زمین اللہ کی ہے، جس بندہ کو چاہے عطاکرے، اور اچھا انجام خداسے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

مناظرہ و مباہلہ کا سامنا

٧٧ -اسی سال نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا، جس میں بعض گستاخ حضور ﷺ سے بحث و مباحثہ اور مناظرہ و مباہلہ پر تل گئے۔

ارکانِ وفد کی تعداد ساٹھ(٦٠) تھی،امیر کارواں عبدالمسیح عاقب تھا،اور منتظم کارواں سید ایہم،حبرواسقف ابوحارثہ بن علقمہ.......یہ لوگ مدینہ پہونچے تو عصر کی نماز ہوچکی تھی، حضور ﷺ نےان کو مسجد نبوی میں اتارا، تھوڑی دیر بعد ان لوگوں نے بھی اپنے مذہب کے مطابق اپنی نماز پڑھنی چاہی، صحابہ نے روکا، مگر حضور ﷺ نے فرمایا، پڑھنے دو، ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی۔

---

[379] - شعب الإيمان ج ٣ ص ٤٠ **حديث نمبر : ١٣٧٠** المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)

انہوں نے حضور ﷺ سے سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت وابنیت پر مباحثہ کیا، حضور ﷺ کی طرف سے اس کے انتہائی مسکت اور تشفی بخش جوابات دیئے گئے، اور بات بھی ان کی سمجھ میں آگئی، لیکن ضد وعناد نے ان کو قبول حق سے روک دیا، واقعہ بہت مفصل ہے،......پھر حضور ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انہوں نے کہا ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اسلام کیسے صحیح ہوسکتاہے، جبکہ تم خداکے لئے بیٹا تجویز کرتے ہو، صلیب کی پرستش کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو،.....وہ کہنے لگے آپ حضرت مسیحؑ کو اللہ کابندہ بتاتے ہیں، کیا آپ نے حضرت عیسیٰ جیسا بھی کسی کو دیکھا یا سنا؟ اس کا جواب خداکی طرف سے دیا گیا، اور ساتھ ہی ان کی دعوت مباہلہ قبول کرنے کی بھی اجازت دی گئی۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (59) الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (60) فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (61)[380]

ترجمہ:بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ مٹی سے ان کو پیدا کیا گیا، پھر کہاکہ ہوجا تو وہ ہوگیا، یہ بات

---

[380] ۔آل عمران: ۵۹ تا۶۱

اللہ کی طرف سے حق ہے اس لئے شک کرنے والوں سے نہ ہونا۔ اگر اس علم اور حقیقت کے بعد بھی عیسیٰ کے بارے میں کوئی آپ سے جھگڑا کرے تو کہہ دیجئے کہ آؤ بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو۔ اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو اور مباہلہ کریں۔ اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں"

ان آیات کے نزول کے بعد آپ ﷺ مباہلہ کے لئے تیار ہوگئے، اور اگلے روز حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو اپنے ہمراہ لے کر باہر تشریف لے آئے، عیسائی ان مبارک اور نورانی چہروں کو دیکھ کر مرعوب ہوگئے، اور آپ سے مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کرلیں اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونگے.....وہ لوگ علیحدہ جاکر مشورہ کے لئے بیٹھ گئے، سید ایہم نے عاقب عبدالمسیح سے کہا کہ خدا کی قسم تم کو خوب معلوم ہے کہ یہ شخص نبی مرسل ہے، تم نے اگر اس سے مباہلہ کیا تو یقینا ہلاک و برباد ہوجاؤ گے، خدا کی قسم میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کے ٹلنے کی بھی دعا مانگیں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں، خدا کی قسم تم نے ان کی نبوت و رسالت کو خوب پہچان لیا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل قول فیصل ہے، خدا کی قسم، کسی نبی سے مباہلہ کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے، لہٰذا تم مباہلہ کرکے اپنے کو ہلاک مت کرو، اگر تم اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو صلح کرکے واپس ہوجاؤ، آخرکار انہوں

نے مباہلہ سے گریز کیا، اور سالانہ جزیہ دینا منظور کیا،

حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، عذاب اہل نجران کے سروں پر آگیا تھا، اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر اور سور بنا دیئے جاتے، اور تمام وادی آگ بن کر ان پر برستی اور تمام اہل نجران ہلاک ہوجاتے، حتیٰ کہ درختوں پر ایک پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔[381]

حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح پر منافقوں کا ردعمل

۷۸۔ حضرت زینب بنت جحشؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، نہایت شریف، حسین و جمیل، اور صاحب کمال تھیں، حضور ﷺ نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ سے کرادیا، حضرت زینبؓ اور ان کے گھر والے اس کے لئے تیار نہ تھے، لیکن حضور ﷺ کے حکم کی بناپر وہ لوگ بخوشی تیار ہوگئے اور نکاح ہوگیا، لیکن خاندانی اور سماجی تفاوت کی بناپر میاں بیوی کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدانہ ہوسکے، حضرت زیدؓ کو ہمیشہ اپنی بیوی کی بے التفاتی کا شکوہ رہا، وہ بار بار حضور ﷺ کے پاس آکر شکایت کرتے اور طلاق کی اجازت

---

[381] - الروض الأنف ج٣ ص ٣ ، ١٦، ١٧، المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، شرح المواہب: ۴/ ۴۳) السيرة النبوية ج ١ ص ٥٧٨ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)

چاہتے.....لیکن حضور ﷺ ہمیشہ ان کو منع فرماتے رہے، .....یہ نکاح حضور ﷺ کے حکم پر ہوا تھا، طلاق کے واقعہ سے حضور ﷺ کی بھی بدنامی ہوتی، اور حضرت زینبؓ کو بھی چوٹ پہونچتی.... لیکن آخر زبردستی کی گاڑی کب تک چلتی ، خدا کو منظور یہی تھا..... حضرت زیدؓ نے آخر حضرت زینبؓ کو طلاق دے ہی ڈالی.... پھر خدا کا حکم ہوا کہ حضرت زینبؓ کی شادی خود حضور ﷺ سے ہو.....حضرت زینبؓ حضرت زیدؓ کی منکوحہ ہو جانے کے بعد عرب کے قدیم تصور کے مطابق حضور ﷺ کی بہو کے درجے میں ہو چکی تھیں، اور عرب حقیقی بیٹے کی طرح منہ بولے بیٹے کی بیوی سے بھی نکاح جائز نہیں سمجھتے تھے، اور اب خدا کا منشا یہ تھا کہ اس جاہلانہ تصور کا خاتمہ ہو اور حضرت زینبؓ حضور ﷺ کے حرم میں داخل ہوں، پھر خدا نے اس نکاح کو کسی دوسرے پر نہیں چھوڑا بلکہ خود ہی نکاح کرادیا۔

فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا[382]

ترجمہ: جب زید کی ضرورت زینب سے پوری ہوگئی اور زید نے ان کو طلاق دے دی تو اے نبی !ہم نے آپ کا نکاح زینب سے کردیا۔

اب تو مخالفوں اور منافقوں کی زبان کھل گئی، کہ لو اپنے بیٹے کی بیوی ہی کو گھر میں رکھ لیا، وغیرہ، بہت اچھالا گیا اس کو، لیکن حضور ﷺ

---

[382] ۔الاحزاب: ۳۷

نے خداکے حکم کے سامنے تمام رسوائیوں اور بدنامیوں کوبرداشت فرمایا، .....اور یوں بھی کسی جاہلانہ رسم وروایت کا خاتمہ کسی بڑی کوشش، اور عزم مصمم کے بغیر ممکن نہیں، حضور ﷺ کے لئے یہ سخت بدنامی کامقام تھا، لیکن حقیقت کے سامنے مصنوعی ذلتوں، اور جھوٹی بدنامیوں کی پرواہ نہیں کی جاسکتی تھی۔[383]

قرآن نے صاف صاف کہہ دیا:۔

وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ [384]

ترجمہ: آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں. اورڈرنا زیادہ خداسے مناسب ہے۔

خانگی صدمات

۷۹ -حضور ﷺ کی زندگی میں گھریلوحادثات کی بھی کمی نہیں ہے، حضرت خدیجہؓ آپ کی واحد بیوی تھیں جن سے اولاد ذکور ہوئی، ایک حضرت ابراہیمؓ ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے، اور جو بھی اولاد ذکور

---

[383] - زرقانی:۳/ ۲۴۵-الاصابہ: ۴/۳۱۳): الدر المنثور في التأويل بالمأثور ج ٨ ص ١٦٨ المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ) السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي، ج ٧ ص ١٣٦حديث نمبر :١٤١٥٥ المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني -

[384] -الاحزاب: ۳۷

ہوئی وہ سب بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئیں، حضرت ابراہیمؓ نے حضور ﷺ کی گود میں دم توڑا تو حضور ﷺ رو پڑے اور فرمایا:

یاابراھیم انابک لمحزنون۔

اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی پر بہت غمزدہ ہیں،

صاحبزادیاں چار ہوئیں، اور یہ بھی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے، باقی کسی زوجۂ مطہرہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، صاحبزادیاں زندہ رہیں، جوان ہوئیں، شادیاں ہوئیں، مگر چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے سوا کسی صاحبزادی سے کوئی نسل نہیں چلی۔

شمار کیجئے تو صرف گھر میں کتنے حادثات اور غم انگیز واقعات ہیں، لیکن اللہ کے فیصلے کے سامنے کوئی بات نہیں۔

ازواج مطہرات کا مشترکہ مطالبہ

۸۰۔ ایک بار تمام ازواج مطہرات نے مشورہ کیا کہ اب تنگیوں کا دور ختم ہو چکا ہے، اور فتوحات کا دروازے کھل چکے ہیں، لوگ مالامال ہو رہے ہیں، غلام پر غلام، باندیوں پر باندیاں، اور ضروریات زندگی کی ایک سے بڑھ کر ایک چیزیں لوگوں کو مل رہی ہیں، پھر ایک ہم ہی کیوں محروم ہوں؟ اور ہماری پریشانیوں کا دور ہی ختم کیوں نہ ہو؟

آخر کار تمام ازواج مطہرات نے مل کر حضور ﷺ کے سامنے اپنے مطالبات رکھے، حضور ﷺ کو اس سے ایسی سخت تکلیف پہونچی کہ ایک ماہ تک بیویوں سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی، اور بالاخانہ پر تشریف لے

گئے۔

ایک ماہ کے بعد خدا کی طرف سے یہ فیصلہ کن آیت نازل ہوئی کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (28) وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (29 9 ------ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ ------- (32)[385]

یعنی: اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم کو دنیا کا زیب و زینت مطلوب ہے، تو آؤ تم کو اسی انداز سے میں رخصت کردوں، اور اگر تم کو اللہ اور اس کا رسول چاہیئے تو تم کو دنیا سے آنکھیں بند کر کے اسی کانٹوں بھری زندگی پر صبر کرنا ہوگا، اللہ نے تمہارے لئے جو درجات و مقامات رکھے ہیں وہ بہت آسانی کے ساتھ نہیں مل سکتے، اس کے لئے بہت کچھ قربانیوں اور صبر کی ضرورت ہے، تم دنیا کی عام عورتوں کی طرح نہیں ہو کہ ان کی آسائشوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو۔

خیر بیویاں تو حضور ﷺ کی بیویاں تھیں، سارے مسلمانوں کی عالی مرتبت مائیں، ذرا سی تنبیہ ان کے لئے کافی تھی، ان میں سے ایک نے

---

[385] ۔ الاحزاب ۲۹ – ۳۲

بھی خدا اور رسول کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار نہیں کیا۔[386]

زوجیت سے الگ کرنے کا ارادہ

۸۱ ۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ حضور ﷺ کی پہلی بیوی ہیں جو بچوں کی نگراں کی حیثیت سے حرم نبوی میں داخل ہوئیں، وہ عمر دراز تھیں، لیکن حضور ﷺ کو ان سے محبت تھی، مگر ایک موقعہ پر کسی ناموافقت کی بنا پر حضور ﷺ کو ایسی تکلیف پہونچی کہ حضور ﷺ نے ان کو اپنی زوجیت سے الگ کرنے کا ارادہ فرمالیا، لیکن حضرت سودہؓ سنبھل گئیں اور معذرت کی کہ یارسول اللہ! میں تو بوڑھی ہوگئی ہوں، لیکن میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ کے حرم میں اٹھائی جاؤں، میں اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دیتی ہوں، میں صرف اپنا نام آپ کی ازواج کی فہرست میں باقی رکھنا چاہتی ہوں، اس کے سوا مجھ کو کچھ نہیں چاہیۓ، اس طرح معاملہ ختم ہوگیا۔[387]

کون ہے جو اپنا حادثہ حضور ﷺ کے حادثات کے بالمقابل لائے؟

اس طرح دیکھیۓ تو حضور ﷺ کی زندگی میں حادثات کی کمی نہیں تھی، لوگ ایک دو حادثے ہی میں ٹوٹ اور بکھر کر رہ جاتے ہیں، یہاں ہر

---

[386] ۔ تفسير القرآن العظيم ج ۶ص۴۰۱تا۴۰۴ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[387] ۔الاصابہ: ۴/ ۴۳۸

قدم پر حادثے ہی حادثے ہیں، ایک دو نہیں بلکہ بڑے بڑے اکیاسی (۸۱) حادثات (جن میں چھوٹے موٹے حادثات شمار نہیں کیے گئے ہیں) ان حادثات عظیمہ کو حضور ﷺ کی تریسٹھ (۶۳) سالہ زندگی پر تقسیم کیا جائے تو اوسطاً ہر سال ایک سے زائد حادثے پڑتے ہیں، سوچیے جس شخص کو ہر سال ایک سے زائد بڑے حادثے کی چوٹ لگے اس کے دل کا کیا حال ہو گا؟.... کیا اس انسانی دنیا میں حضور ﷺ کے سوا کوئی اور بھی بڑی ہستی اتنے بڑے حادثات کی شکار ہوئی ؟۔۔ اور مولانا عبدالماجد دریابادی کے الفاظ میں (تھوڑی ترمیم کے ساتھ):

"جتنے بھی مصلحین دین کی فلاح و بہبود کا نقشہ لے کر اٹھے کسی کی آؤ بھگت گالیوں، رسوائیوں سے تکفیر و تفسیق سے، ضرب و بند سے نہیں ہوئی..... لیکن کیا ان سب کی مصیبتیں اور بپتائیں الگ الگ نہیں، ملاکر اور سب ایک میں شامل کرکے بھی اس ایک انسان کے مقابلے میں لائی جاسکتی ہیں، جو مخلوق کے اولین و آخرین میں سب سے بڑا بناکر بھیجا گیا تھا، لیکن جس کو دن، دو دن ہفتہ دو ہفتہ، مہینہ دو مہینہ بھی نہیں، سالہا سال تک مسلسل و یک لخت دنیا کے شریروں، اور رذیلوں سے، گندوں اور کمینوں سے، شرابیوں اور جواریوں سے، لٹیروں اور حرامکاروں سے، پتھروں کے پوجنے والوں اور درختوں کے سجدہ کرنے والوں سے، انسانی سانپوں اور اژدہوں سے، انسان صورت بھیڑیوں اور درندوں سے دب کر اور جھک کر رہنا پڑا، آج شہر کے کسی رئیس، کسی حاکم، کسی چودھری کو

کوئی چوہڑ، چمار زاد گالی دیکر تو دیکھے، یہاں گالیاں کھلوائی گئیں، اسے جو سارے معززین سے معززتر، سارے وجاہت والوں سے بڑھ کر وجیہ، اور سارے شریفوں سے اشرف تھا، ان کی زبانوں سے جو ذلیلوں سے بڑھ کر ذلیل، گندگی میں اپنی آپ نظیر، اور رذیلوں میں بھی ارذل تھے، اور جس جسد مبارک کو ادب و احترام کے ساتھ مس کرنا نور کے بنے ہوئے فرشتوں کے لئے بھی باعث فخر و شرف تھا، اس کے ساتھ کیسی کیسی گستاخیاں اور دراز دستیاں وہ جہنم کے کندے کرتے رہے جنہیں آگ میں جلنا اور آگ میں ملنا تھا، جسے آسمان والے نے "محمد" بناکر بھیجا تھا، گندہ دہن زمینی مخلوق اس کے ساتھ کس طرح پیش آئی، کیا اسے جی بھر کر چڑھایا نہیں،؟ طرح طرح کے آوازے نہیں کسے؟ ڈھیلے نہیں برسائے؟ ساق مبارک کو لہولہان نہیں کیا؟ کھانا پانی بند نہیں کیا؟ ہر طرف سے گھیر کر ایک غار میں بند کر کے فاقہ کشی کی نوبت نہیں پیدا کر دی؟ دوستوں اور مخلصوں، جاں نثاروں اور سرفروشوں پر کیا کیا قیامتیں برپا ہو کر نہیں رہیں؟ غرض تکلیف و تعذیب، توہین و تحقیر، آزار جسمانی و روحانی کا کوئی پہلو باقی نہیں رہا؟ تاریخ کے کس واقعہ سے انکار ہو گا؟ اور پھر اس ذات پاک کے صبر میں، ہمت میں، استقامت و استقلال میں کس وقت، کس لمحہ، کس آن فرق پڑنے پایا ہے؟ لوگ اپنی تکلیف کو جھینکتے پھرتے ہیں، ہے کوئی جو اس بڑی مثال کے سامنے اپنے کو پیش کر سکے؟ اس پہاڑ کے سامنے اپنے ریت کے گھروندے کو لائے؟ اس بے مثال، مثال کو سامنے رکھ کر ارشاد ہو،

کہ کس نے دین کی راہ میں کیا کیا ہے؟ کیا سہا؟ کیا کھویا؟ کیا لٹایا؟ کیا اٹھایا ہے؟

رحمتیں اور بے شمار رحمتیں نازل ہوں اس ذات گرامی پر جس کے وجود نے امت کے غریبوں پر اور ضعیفوں، دکھیاروں اور ناچاروں، بیماروں اور سوگواروں، غمزدوں اور ناداروں سب کی تسکین کا سامان رہتی دنیا کے لئے کر دیا۔[388]

ے یارب صل و سلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیرالخلق کلھم
ے سلام اس پر کہ جس نے دشمنوں پر بھی عطائیں کیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

---

[388] ۔ذکر رسول ص

باب پنجم

عالمی انقلاب

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا (الفتح :۲۸)

اللہ پاک ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام مذاہب پر غلبہ عطا کرے اور اللہ کی گواہی بہت کافی ہے۔

حضور ﷺ بحیثیت پیغمبر انقلاب

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایسی کامل ومکمل اور چند در چند کمالات کی جامع زندگی ہے کہ ان میں سے کسی ایک پہلو کو ممتاز کرنا بہت مشکل ہے، تمام انبیاء کرام میں جو الگ الگ کمالات تھے وہ آپ میں بیک وقت جمع ہو گئے تھے، انبیاء کرام کی خصوصیات وکمالات کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ان میں بنیادی طور پر مرکزی کمالات چار قسم کے نظر آتے ہیں:

(۱) علم (۲) عمل (۳) جلال (۴) اور جمال۔

میرے ناقص مطالعہ کے مطابق انبیاء کرام بلکہ تمام ہادیوں کے کمالات وخصوصیات کی جملہ تفصیلات انہیں چاروں اوصاف میں سمٹ آتی ہے، یہ چاروں اوصاف ہادیوں اورنبیوں کی تاریخ میں کسی ایک فرد کے اندر بیک وقت جمع نہیں ہوئے، کوئی جلال کا مظہر تھا، تو کسی پر رنگ جمال غالب تھا، کوئی علم کا پرتو تھا تو کوئی قدرت کا عملی ظہور تھا، غرض:

ے ہر گلے رارنگ وبوئے دیگر است

علم وعمل سے مراد

علم وعمل سے میری مراد علم تشریع یا علم تکوین نہیں ہے، اس لئے کہ علم تکوین کا تعلق عام انبیاء کرام سے نہیں ہے، رہا علم تشریع تو ہر نبی کو اس کی اپنی شریعت کے تمام قوانین اور ان کے اسرار ورموز سے واقفیت ضرور ہوتی ہے، اگر نبی بھی قانون الٰہی سے واقف نہ ہو تو دوسرا

کون ہوسکتا ہے، اسی طرح عمل سے مراد عمل صالح اور غیر صالح نہیں ہے، اس لئے کہ عمل غیر صالح کا تصور بھی کسی نبی کیلئے گناہ عظیم ہے، اور رہا عمل صالح تو ہر نبی اپنی قوم کے لئے عمل صالح کے لحاظ سے ایک مثالی اور معیاری نمونہ ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ یقینی بات ہے کہ نبی سے بڑھ کر عمل صالح کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا، بلکہ یہاں علم و عمل سے مراد وہ علم و عمل ہے جو مزاج نبوت کا جزو بنتا ہے، یہ علم و عمل الگ سے کوئی چیز نہیں ہوتی بلکہ نبی کی تعلیمات و ہدایات اور معجزات و کرامات میں اسی طرح رچی بسی رہتی ہے جس طرح کہ شربت میں شکر ملی ہوئی ہوتی ہے، اس کو تعلیمات سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کے لئے کوئی جدا پس منظر ہوتا ہے، بلکہ ایک بصیرت مند مؤرخ جب انبیاء کی زندگیوں کا مطالعہ کرتا ہے تو، وہ شعوری طور پر محسوس کرتا ہے کہ کس نبی کی تعلیمات و معجزات میں عمل کا غلبہ ہے؟ اور کس میں علم کا؟

گزشتہ مذاہب فکری انقلاب سے خالی

اس معنی کے لحاظ سے ہم غور کرتے ہیں تو ہم کو زیادہ تر انبیاء عمل ہی کے پیکر نظر آتے ہیں، جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں علم کا شعور بھی عمل کے ظہور کے برابر بلکہ بڑھ کر تھا۔۔۔۔۔

حضرت موسیٰؑ کی لائی ہوئی کتاب "تورات" ہاتھ میں لے لیجئے اگرچہ اس میں بہت کچھ تحریف ہوچکی ہے، لیکن جس حال میں بھی وہ آج موجود ہے اس میں عملی قوانین کثرت سے مل جائیں گے کہ طہارت کا

قانون یہ ہے اور عبادت کا یہ، معاشرت کے اصول یہ ہیں تو جنگ وجہاد کے یہ، وغیرہ۔۔۔۔۔یہی حضرت عیسیٰؑ کی پیش کردہ کتاب "انجیل" کا حال ہے، مذہبی اعمال کے اصول وضوابط موجود ہیں، حیات انسانی کے پر امن احوال کے قوانین بھی ملتے ہیں، مگر ان کے اسرار وحکم اور اسباب وعلل سے بحث کم کی گئی ہے، اس سے بحث نہیں کہ خود ان دونوں جلیل القدر پیغمبروں کے پاس علم الاسرار تھا یا نہیں؟ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بالیقین تھا لیکن بحث ان کے ذاتی علوم سے نہیں بلکہ تعلیماتی علوم اور ہدایات سے ہے، یہ ان کی مذہبی کتابوں اور تعلیمات میں موجود نہیں ہے، اور فی نفسہ عملی زندگی کیلئے چنداں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، لیکن اس کا تذکرہ کرنے سے قوم کے فکر وخیال کو مہمیز لگتی ہے، اس میں غور وفکر کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، چنانچہ قرآن اٹھاکر دیکھ لیجئے قرآن کا کوئی صفحہ نہیں ملے گا جس میں اسباب وعلل کی کوئی نہ کوئی نوع موجود نہ ہو، قرآن ہر حکم دینے کے بعد یا پہلے علمی وفکری طور پر مسلمانوں کا ذہن بھی اسی کے مطابق تیار کرتا ہے، تاکہ دل کے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ ذہن وفکر بھی مسلمان ہوجائے اور روح کو عقل کی پاسبانی بھی حاصل ہوجائے اس لئے کہ عام طور پر گو کہ دل کو غلبہ حاصل رہتا ہے، اس لئے کہ دل انسان کے اندر بادشاہ کے مانند ہے، لیکن قلب وعقل کے ٹکراؤ کے وقت کبھی عقل دل کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے، اسی حقیقت کو ڈاکٹر اقبالؒ نے ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

ے بے دھڑک کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑدے

علم کی ضرورت

لیکن کبھی ایسا بھی ممکن ہے کہ عقل کو عقلیت کاماحول مل جائے اور اس کے معاون اسباب جمع ہوجائیں اس وقت عقل، قلب و ضمیر پرغالب آسکتی ہے، جیسا کہ موجودہ دور جو خالص عقلیت پرستی کادور ہے، اس میں دل کی حکمرانی عقل سے بے نیاز ہوکر نہیں چل سکتی اور چونکہ عقلیت و سائنس کے دور کا آغاز خود قرآن اور اسلام کررہاتھااس لئے اس کیلئے ضروری تھا کہ قوم کے قلوب کو مسلمان بنانے کے ساتھ ان کی عقلوں کو بھی مسلمان بنایا جائے اور ان کے دلوں میں بھی ایمان کی روح ڈالتے ہوئے ان کے افکار و خیالات کو بھی ایمان کی لذتوں سے آشنا کردیاجائے اس کے لئے اس سے بہتر صورت کوئی نہ تھی کہ جب دل کو کوئی حکم دیا جائے تو عقل کے سامنے اس کے اسباب بھی بیان کرسکے اس کو مطمئن کردیاجائے تاکہ ایک سچا مومن دل کے ساتھ دماغ کے اعتبار سے بھی مسلمان رہے۔۔۔اس کا مطلب یہ ہرگز نہ لیاجائے کہ کسی حکم کو قبول کرنے کیلئے عقل معیار ہے ہرگزنہیں عقل معیار نہیں، مددگار ہے، اسلام نے عقل سے بالاتراحکامات بھی دیئے ہیں اور ان کو ایک

مومن کیلئے تسلیم کرنا ضروری ہے، لیکن اس نے اکثر احکام ایسے دیئے ہیں جو عقل و فہم سے قریب ہیں اس لئے نہیں کہ عقل معیار ہے بلکہ اس لئے کہ سائنس کے دور میں عقلیت کے نام سے جو فتنے اٹھیں گے، ان میں یہی عقل ان اعتقادی احکام کیلئے ڈھال کاکام دے گی، ایمان کاتحفظ بہرحال ضروری ہے خواہ وہ کسی ہتھیار سے ہو، ہر عہد کا اپنا ایک ہتھیار ہوتاہے، اور عہد جدید کا ہتھیار عقل وفلسفہ ہے، اس لئے قرآن نے بنیادی طور پر اس نقطہ پر توجہ دی کہ اسلامی عقائد و احکام کے تحفظ کیلئے عقل وفکر کا ہتھیار فراہم کیاجائے، اس مقصد کے پیش نظر قرآن نے اسباب ووجوہ سے پردہ اٹھایا، قرآن میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں:

قرآن علم و فکر کا سرچشمہ

(ا)۔ قرآن نے نماز کاحکم دیاتواس کا سبب یہ بیان کیا:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ[389]

ترجمہ: بیشک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے، اوریقیناً یاد الٰہی بہت بڑی چیز ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

اور چونکہ کوئی معاشرہ اس وقت تک صالح نہیں کہلا سکتاجب تک کہ اس کی تعمیر ذکرالٰہی پر نہ ہواور بےحیائیوں اوربرائیوں کواس

---

[389] ۔ العنکبوت:45

کے اندر سے اکھاڑ کر پھینک نہ دیا جائے، اس لئے نماز ہر معاشرہ کے واسطے لازم ہے۔

(۲)۔ قرآن نے شراب اور سٹے پر پابندی لگائی تو اس کی وجہ ایک جگہ یہ بیان کی ہے کہ:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا----- [390]

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہئے کہ: ان دونوں کا گناہ ان کے نفع کے مقابلہ میں بڑھ کر ہے۔

دوسری جگہ اس کو گندہ اور شیطانی کام قرار دیا گیا، جس سے قدرتی طور پر مسلمانوں کے دل میں شراب سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور اس کو سننے کے بعد کوئی عادی سے عادی شراب خور معاشرہ بھی شراب کے مٹکوں اور بوتلوں کو اپنے گھر میں رہنے دینے کیلئے تیار نہیں رہ سکتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ، إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ [391]

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے گندے شیطانی کام ہیں

---

[390] - البقرة :**219**

[391] - المائدة :**۹۱،۹۰**

، اس سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان تو چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوا کے ذریعہ باہم بغض وعداوت پیدا کر دے ، اور ذکر الٰہی اور نماز سے روک دے، پس کیا تم باز نہیں آؤ گے ؟

(۳)۔ قرآن نے جب تحویل قبلہ کا حکم دیا تو اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ رسول خدا کا حقیقی متبع کون ہے؟ اور کون محض دکھلاوے کیلئے پیروی کر رہا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ[392]

ترجمہ : اور وہ قبلہ جس پر آپ تھے ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کا تابع ہے اور الٹے پاؤں پھر جانے والا کون ہے؟، اور یہ امتحان تو بڑا بھاری تھا مگر جن کو اللہ نے راہ بتادی ، اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرتا، بلاشبہ اللہ لوگوں پر بڑے مہربان اور رحیم ہے۔

اس طرح کی نہ معلوم کتنی ہی مثالیں ہیں جو قرآن سے نکالی جاسکتی ہے، یہ بات ہم بائبل اور رامائن میں نہیں پاتے، اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا علمی ظہور تھے اور دیگر انبیاء اکرام عملی ظہور۔

---

[392] -(البقرۃ : **143**

سائنس کی بنیاد

اس طرح آفاق وانفس میں غور وفکر، تکوینیات میں تدبر، کائنات کے اسرار رموز کی تلاش یہ چیزیں تو قطعاً قرآن کے سوا تمام مذہبی کتابوں میں مفقود ہیں، سب سے پہلے قرآن نے اس نقطۂ نگاہ سے غور کرنے کی دعوت دی، اگر اس طرح کی آیات کا احاطہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی، ۔۔۔۔۔ علم کا یہ شعبہ جو آج علم جدید کہلاتا ہے سب سے پہلے قرآن نے پیش کیا، اس پہلو سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر علمی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا علمی معجزہ

حضور ﷺ کے معجزات کو دیکھئے تو آپؐ سے اگرچہ بہت سے عملی معجزات بھی صادر ہوئے، مگر آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے، جو خالص علمی پہلو سے رہتی دنیا تک کیلئے معجزہ ہے، جس کا یہ چیلنج آج تک قائم ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ[393]

ترجمہ: اگر تم کو ہمارے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر ہماری نازل کی ہوئی کتاب کے بارے میں شک ہو تو ایسی کوئی ایک سورت

---

[393] ۔ البقرۃ: 23

(ہی) بنا کرلے آؤ اور اس کیلئے اپنے تمام مددگاروں کو دعوت دو، اگر تم واقعی سچے ہو۔

ظاہر ہے کہ قرآن کا یہ چیلنج علمی، لسانی اور حقائق کی پیش بیانی کے لحاظ سے ہے۔

حضور ﷺ کے سوا کسی نبی نے ایسا معجزہ پیش نہ کیا، تمام انبیاء کے معجزات عملی تھے، جو ان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوگئے، کشتی نوح علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں اور چڑیوں کا مزمہ سنج ہونا، لوہے کا موم کی طرح ملائم ہو جانا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے مثال حکومت، ہواؤں کے دوش پر سفر کرنا، جناتوں کی تسخیر، پرندوں کی بولیاں سمجھنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آتش نمرود میں نہ جلنا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بے آب وگیاہ میدان میں زندہ سلامت رہنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا اور عصائے مبارک، پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، لاعلاج بیماروں کو شفا دینا اور آسمان پر اٹھایا جانا وغیرہ جتنے بھی معجزات ہم کو قرآن اور تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں وہ سب کے سب عملی تھے، جو ان کے ساتھ ہی رخصت ہوگئے، مگر حضور ﷺ نے دنیا کے سامنے جو معجزۂ قرآن پیش کیا وہ علمی ہے اور ہمیشہ کیلئے زندہ معجزہ رہے گا، چونکہ قرآن نے علمی دور کی بنیاد ڈالی تھی، اس لئے جب تک قرآن رہے گا، علمی دور قائم رہے گا، اور جب تک علمی دور باقی رہے گا قرآن اپنا اعجاز دکھلاتا رہے گا۔

علمی افراد

افراد کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حضور ﷺ نے دنیا کو جو علمی افراد دیئے ان میں ایک ایک فرد ماضی کی پوری ایک قوم کے برابر تھا، اور ایک ایک فرد نے جو کارنامے انجام دیئے وہ پوری صدی اور کئی اداروں کے کارناموں کے برابر ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ (م ؁۱۳ھ)، حضرت عمر فاروقؓ (م ؁۲۳ھ)، حضرت عثمان غنیؓ (م ؁۳۵ھ)، حضرت علیؓ (م ؁۴۰ھ)، حضرت عائشہؓ (م ؁۵۸ھ)، حضرت ابو ھریرۃؓ (م ؁۵۹ھ)، حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ؁۶۸ھ)، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ (م ؁۳۲ھ)، حضرت ابی بن کعبؓ (م ؁۲۱ھ)، حضرت سلمان فارسیؓ (م ؁۳۶ھ)، حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ؁۷۳ھ) وغیرہ یہ ایسے افراد ہیں جو صدیوں اور قوموں پر بھاری ہیں، بعد کی صدیوں میں، حضرت سعید بن مسیبؒ (م ؁۹۴ھ)، محمد ابن سیرینؒ (م ؁۱۱۰ھ)، سفیان ثوریؒ (م ؁۱۶۱ھ)، امام حسن بصریؒ (م ؁۱۱۰ھ)، ابراھیم نخعیؒ (م ؁۹۶ھ)، امام حمادؒ (م ؁۱۲۰ھ)، امام ابو حنیفہؒ (؁۸۰ھ- ؁۱۵۰ھ)، امام مالکؒ (؁۹۳ھ-؁۱۷۹ھ)، امام ابو یوسفؒ (م ؁۱۸۲ھ)، امام محمدؒ (م ؁۱۸۹ھ)، امام شافعیؒ (م ؁۲۰۴ھ)، امام احمدؒ (م ؁۲۴۱ھ)، امام طحاویؒ (م ؁۳۲۱ھ)، امام ابو الحسن اشعریؒ (م ؁۳۲۴ھ)، امام ابو منصور ماتریدیؒ (م ؁۳۳۳ھ)، شمس الائمہ سرخسیؒ (؁۴۸۳ھ)، امام غزالیؒ (م ؁۵۰۰ھ)، برہان الدین المرغینانیؒ (م ؁۵۹۳ھ)، علامہ علاء الدین کاسانیؒ (؁۵۸۷ھ)، امام رازیؒ (م ؁۶۰۶ھ)، مولانا جلال الدین رومیؒ (م ؁۶۷۱ھ)، علامہ ابن تیمیہؒ (م ؁۷۲۸ھ)، علامہ ابن القیمؒ (م ؁۷۵۱ھ)، ابن خلدونؒ (م ؁۸۰۸ھ)، مجدد الف ثانیؒ (م ؁۱۰۳۵ھ)، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ؁۱۱۷۶ھ)

)، قاضی محب اللہ بہاریؒ (م ۱۱۱۹ھ)، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (م ۱۸۷۹ھ)، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ)، مولانا عبد الحی فرنگی محلیؒ (م ۱۳۰۴ھ)، مولانا ظہیر احسن شوق نیمویؒ (م ۱۳۲۵ھ)، مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ)، علامہ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۲ھ)، مولانا ابوالمحاسن سجادؒ (۱۳۵۹ھ)، علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۳۷۳ھ)، علامہ مناظر احسن گیلانیؒ (۱۳۷۵ھ) وغیرہ امت کے ایسے قیمتی افراد ہوئے جن کے کارنامے گزشتہ انبیاء کے کارناموں کی طرح مؤثر اور نفع بخش ثابت ہوئے اور جن کا چشمۂ فیض آج بھی جاری ہے، غرض آپ کی ذات گرامی کو جس جہت سے دیکھا جائے علم ہی علم کا ظہور نظر آتا ہے۔

حضور ﷺ کا عملی پہلو انقلاب

رہی عمل کی بات تو عملی لحاظ سے بھی آپ ﷺ کسی سے کم نہیں ہیں، آپ ﷺ کے عملی ظہور کا اندازہ لگانے کیلئے یہی کافی ہے کہ انبیاء کی پوری تاریخ میں آپ ﷺ جیسا کوئی پیغمبر انقلاب نہیں آیا، کسی کے دین کو ان کی حیات میں وہ غلبہ و قوت حاصل نہ ہوئی جس نے ایک زمانے کو مسخر کیا ہو، اس سے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت کا استثناء ہے کہ یہ ان کو غیر اختیاری طور پر بطور معجزہ کے ان کو عنایت کیا گیا تھا، یہاں گفتگو دین اور داعی دین کے اس اقتدار سے ہے جو سعی مسلسل اور انسانی تدابیر کے ذریعہ حاصل کیا گیا ہو، اس حیثیت سے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پوری جماعت انبیاء میں ایک خاص امتیاز رکھتی ہے، حضور ﷺ نے اپنی مختصر سی عمر میں اسلام کو

پورے عرب میں قوت حاکمہ کی حیثیت سے نافذ کردیا اور معلوم دنیا کی حدود تک اسلام کی دھاک قائم فرمادی، خود اللہ ہی نے آپ ﷺ کو یہ منصب عطا فرمایا تھا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا[394]

ترجمہ: وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے اور اللہ کی گواہی بہت کافی ہے۔

یہ آیت صاف صاف آپ ﷺ کے پیغمبر انقلاب ہونے کی خبر دے رہی ہے، اور ظاہر ہے کہ ہر انقلاب زبردست حرکت و عمل اور قوت فکر کا نتیجہ ہوتا ہے، عزم و حوصلہ، علم و عمل، اور صالح افراد کے بغیر کوئی انقلاب نہیں آتا، تو جب حضور ﷺ نے دنیا کو ایک نئے عالمی انقلاب سے روشناس کرایا تو پھر حضور ﷺ سے بڑا پیغمبر انقلاب کون ہوسکتا ہے؟

(۲) معجزات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو آپ ﷺ سے عملی معجزات بھی کم صادر نہیں ہوئے، یہاں تقابلی مطالعہ مقصود نہیں ہے یہ الگ ایک مقالے کا موضوع ہے جن میں واضح کیا جائے کہ حضور ﷺ کے عملی معجزات تمام انبیاء کے عملی معجزات کے مقابلہ میں قوت و تاثیر کے لحاظ سے زیادہ تھے، علاوہ ازیں جو معجزے دیگر انبیاء اور رسولوں کو انفرادی طور پر عطا

---

[394] - الفتح :28

کئے گئے ان تمام کی مثالیں نبی کریم ﷺ کے معجزات میں موجود ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حسن یوسفؑ، دم عیسیٰ، ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہاں صرف تذکرہ کی حدتک عرض ہے کہ آپ ﷺ کا سب سے بڑا عملی معجزہ تو وہی زبردست عالمی انقلاب ہے، جس کا ذکر اوپر کیا گیا ورنہ جن حالات میں حضور ﷺ تشریف لائے تھے ان میں کسی کیلئے بہت مشکل تھا کہ ایسا پائیدار انقلاب لا سکے مگر یہ حضور نبی آخر الزماں ﷺ ہی کا اعجاز تھا کہ آپ نے حالات پلٹ کر رکھ دیئے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے معجزات میں ☆چاند کے ٹکڑے ہونا[395] ☆غروب کے بعد سورج کا واپس آنا[396] ☆انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا،[397] ☆آپ ﷺ کی برکت سے عصا کا تلوار میں تبدیل ہو جانا[398] ☆آپؐ کی دعا سے مردہ کا زندہ ہونا اور مردوں سے ہم کلام ہونا[399] ☆تھوڑا کھانا ایک بڑے

---

[395] - صحیح مسلم **8/ 133** البدایہ والنہایہ ج۳ص۱۱۸ - ۱۲۰

[396] - نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاضؒ ج۳ص۱۰

[397] - **البخاري 167، ومسلم 2279 عن أنس**

[398] - **سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعادج ١٠ ص ٨ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)**

[399] - حوالہ گذشتہ ج۱۰ص۱۴

لشکر کیلئے کافی ہوجانا،[400] ☆کھجور کی ایک چھوٹی سی ڈھیر قرض خواہوں کی بڑی جماعت کے واسطے کافی ہوجانا،[401] ☆ استوانۂ حنانہ کا بلک بلک کر روپڑنا[402] ☆بے دودھ کی بکری کے تھن سے دودھ جاری ہوجانا،[403]☆کنکریوں کاکلمہ پڑھنا[404] ☆آپ ﷺ کے پاس آنے والے صحابہ کی لاٹھیوں یاانگلیوں کاتاریک راستوں میں روشنی دینا،[405]☆ آپ ﷺ کی صحبت سے شرف نیاز حاصل کیے ہوئے دستر خوان اوررومال کا آگ میں نہ جلنا، [406] ☆اونٹوں کا سجدہ کرنا،[407]☆کافروں کی بھیڑ سے تنہا نکل جانا اور کسی کی نظر نہ پڑنا[408] ☆بدر میں کفار کے لشکر پر مٹی پھینکنا (جس سے ہر ایک کی آنکھ

---

[400] - دلائل النبوة للبيهقي 6/ 83

[401] - دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ج١ ص ٣٩٩ المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ)

[402] - ودلائل النبوة للبيهقي 6/ 66، والخصائص للسيوطي 2/ 307

[403] - دلائل النبوة للبيهقي ج ٢ ص ٣٥٣

[404] - دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ج١ ص ٣٨٨ المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ)

[405] - دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ج ٢ ص١٠٨

[406] - سبل الهدی ج ١٠ ص٢٦٦

[407] - سبل الهدی ج ١٠ ص٢٦٦

[408] - دلائل النبوة للبيهقي ج٢ ص ٣٣٥

بھر گئی)، ☆آپ ﷺ کی جنگوں میں مدد کیلئے فرشتوں کا نازل ہونا[409] ☆غزوۂ خندق کے موقعہ پر تیز طوفانی ہوا اور بارش کا نزول،☆ آ پ ﷺ کی ایک ضرب سے بڑی مضبوط چٹان کا پاش پاش ہوجانا☆اس سے تیز روشنی برآمد ہونا،اور اسی روشنی میں قیصر و کسریٰ کے محلات دکھائی دینا،[410]وغیرہ معجزات کی طویل فہرست ہے،تقریباً بارہ سو(۱۲۰۰)معجزات کا تذکرہ مکمل اسناد کے ساتھ کتابوں میں موجود ہے،بعض حضرات نے تین ہزار (۳۰۰۰)کا قول بھی نقل کیا ہے[411] ،علماء نے اس موضوع پر باقاعدہ کتابیں لکھی ہیں ،امام بیہقیؒ کی ”دلائل النبوۃ "اور علامہ سیوطیؒ کی ”الخصائص الکبریٰ ”کافی مشہور ہیں، یہ تمام معجزات حرکت و عمل کی بہترین مثالیں ہیں۔

عملی افراد

افراد کے اعتبار سے دیکھئے تو حضرت عمر فاروق اعظمؓ(م ۲۳ھ)، علی حیدر کرارؓ(م ۴۰ھ)، حضرت خالد ابن الولیدؓ(م ۱۴ھ)، حضرت حمزہؓ(م ۳ھ)، حضرت جعفر طیارؓ(م ۸ھ)، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ(م ۳۲ھ)، حضرت معاذ بن جبلؓ(م ۱۸ھ)، حضرت عمرو بن العاصؓ(م ۴۳ھ)، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ(م ۵۰ھ)، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ(م ۵۵ھ)، حضرت ابو عبیدہ بن

---

[409] - دلائل النبوة للبيهقي ج ٣ ص٧٦

[410] - دلائل النبوة للبيهقي ج ٣ ص ۴۹۵

[411] - دیکھئے: فتح الباری ج٦ ص۴۲۵

الجراحؓ(م ؁۱۸ھ)، حضرت امیر معاویہؓ(م ؁۶۰ھ) ، اور حضرت امام حسینؓ(م ؁۶۱ھ)وغیرہ ایسی شخصیات ہیں جن کی مثال اقوام ماضیہ کی تاریخ میں نہیں ملتی، بعد کی صدیوں میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ(م ؁۱۰۱ھ)محمد بن قاسمؒ(م ؁۹۶ھ مطابق ؁۷۱۵ء)، طارق ابن زیادؒ(م ؁۱۰۲ھ) ،ہارون الرشیدؒ(م ؁۱۹۳ھ)،زبیدہ زوجۂ ہارون رشیدؒ (؁۲۱۶ھ)،عبد الرحمن بن محمدؒ(م ؁۳۵۰ھ) نورالدین زنگیؒ، صلاح الدین ایوبیؒ(م ؁۵۸۹ھ)، یوسف بن تاشقینؒ(م ؁۵۰۰ھ)، محمود بن سبکتگین غزنویؒ(م ؁۴۲۱ھ)، پیران پر شیخ عبد القادر جیلانیؒ(م ؁۵۶۱ھ)، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (م ؁۶۳۳ھ)، شمس الدین التمشؒ (م ؁۶۳۳ھ)، محمد خان ثانی فاتح قسطنطنیہ (م ؁۸۸۶ھ)،خواجہ جہاں ملک الشرقؒ(م ؁۸۸۱ھ)، ظہیر الدین محمد بابر شاہؒ(؁۹۳۷ھ)،شیر شاہ سوریؒ(م ؁۹۵۲ھ)،عالمگیر اورنگ زیبؒ(م ؁۱۱۱۸ھ)، آصف جاہ اول میر قمر الدین خانؒ(م ؁۱۱۶۱ھ)،سلطان ٹیپو شہیدؒ (م ؁۱۲۱۳ھ مطابق ؁۱۷۹۹ء)،حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ(م ؁۱۲۴۶ھ)،مولانا اسماعیل شہیدؒ(م ؁۱۲۴۶ھ)، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ(م ؁۱۳۳۹ھ)،مولانا محمد علی مونگیریؒ(؁۱۳۴۶ھ)، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ (م ؁۱۳۷۷ھ)،مولانا عبید اللہ سندھیؒ(م ؁۱۳۶۳ھ)، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ (م ؁۱۳۶۳ھ)، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (م ؁۱۳۸۱ھ)اور آصف جاہ سابع میر محمد عثمان علی خانؒ(؁۱۳۸۶ھ) وغیرہ امت اسلامیہ کے ایسے انقلاب آفریں افراد ہیں جن کی نوک شمشیر وزباں نے صدیوں کی تاریخ لکھی ہے، اور جن کا ایک ایک فرد اپنی قوت عمل کے لحاظ سے پچھلی متعدد قوموں کے انقلابی لیڈروں پر بھاری

ہے۔۔۔۔ غرض عملی اعتبار سے بھی آپ تمام انبیاء کرام پر فوقیت رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ کا عملی اعجاز اس لحاظ سے بھی تمام انبیاء کرام کے اعجازی کارناموں پر فوقیت رکھتا ہے کہ آپ ﷺ کی تحریک عمل زندہ ہے، اور انشاء اللہ قیامت تک زندہ رہے گی، ہر دور میں اس امت کی مائیں دنیا کو ایسے افراد دیتی رہیں گی جو دنیا کو موقعہ بموقعہ خوشگوار انقلابات دیتے رہیں گے، اس کے برخلاف گزشتہ انبیاء کا عملی اعجاز وقتی تھا، آج ان اقوام کی مائیں انقلابی اور تعمیری افراد پیدا کرنے سے گویا بانجھ ہوگئی ہوں، ان قوموں کے افراد میں جو کچھ شدھ بدھ نظر آرہی ہے تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کا فیض ہے، اگرچہ لوگ اس تاریخ کو مسخ کرنا چاہتے ہیں، مگر خدا انہیں کبھی کامیاب نہیں کرے گا انشاء اللہ۔

باب ششم

عالمی پناہ گاہ

إنك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق (الجامع الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۴ حدیث نمبر: ۳)

آپ اقرباء پر شفقت فرماتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بیواؤں، یتیموں اور بے کسوں کی دستگیری کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، اور مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔

انسانیت نبوت کے آستانے پر

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی

ہمارے حضور ﷺ کی ہر شان نرالی، ہر ادا بے مثال، آپؐ کا ہر عمل انسانیت کیلئے اسوہ، آپؐ کا ہر نقش قدم دنیا کیلئے مشعل راہ، آپؐ ساری دنیا کے نبی، ساری انسانیت کے سب سے اونچے پیغمبر، آپؐ کا در ہر ایک کیلئے کھلاہوا، کاشانۂ نبوت پر کسی کیلئے پابندی نہیں، دوست ہو دشمن ہو، اپنا ہو غیر ہو، امیر ہو غریب ہو، کسی رنگ و نسل کا ہو، ہر ایک کو اس در سے بھیک ملتی ہے، آستانۂ نبوت سے کوئی محروم نہیں جاتا، بس ضرورت ہے سچی طلب اور ذوق و جستجو کی، یہاں دیکھا جاتا ہے تو صرف یہ کہ کون محبت سے لبریز دل لے کر آیا ہے اور کون خالی؟ کون آداب محبت کی رعایت کرتا ہے اور کون نہیں؟ یہاں ہر طلب پوری ہوتی ہے بشرطیکہ آداب و حدود کے اندر ہو، محبت کا ہر سودا قبول ہوتاہے، بس شرط یہ ہے کہ غلو نہ ہو، حضور اکرم ﷺ کو غلو سے بڑی نفرت تھی، آپ دنیا کو راہ اعتدال دکھانے آئے تھے، اس لئے کوئی بھی غیر عادلانہ رویہ آپ کیلئے ناقابل برداشت ہوتاتھا، آپ ہر سوالی کی جھولی بھرتے تھے، جتنا آپ کیلئے ممکن ہوتا، آپ کا مشہور ارشاد ہے۔

إنما أنا قاسم وخازن والله يعطي[412]

ترجمہ: دینے والا تو خدا ہے میں صرف تقسیم کر رہا ہوں۔

حضور ﷺ کے لئے خازن کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، یعنی خزانچی جو مالک کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔

بعثت سے قبل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہی سے فیاض طبیعت اور جود وعطا والی فطرت لے کر آئے تھے، قبل نبوت بھی آپ کا خوان کرم امیروں، غریبوں سب کیلئے کھلا تھا، بالخصوص یتیموں، بیواؤں اور مصیبت کے ماروں کی دستگیری آپ کی محبوب چیز تھی اور اس کی سب سے بڑی شہادت آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے وہ قیمتی جملے ہیں جو انہوں نے پہلی وحی کے نزول کے بعد تسلی کے طور پر فرمائے تھے، جن سے آپ کی اس وقت کی شخصیت پر بھرپور روشنی پڑتی ہے:

كلا والله ما يخزيك الله أبدا إنك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق[413]

ترجمہ: خدا آپ کو کبھی غمگین نہیں کرے گا، میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقرباء پر شفقت فرماتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بیواؤں، یتیموں اور

---

[412] ۔ صحیح بخاری ج۱ ص ۳۹ حدیث نمبر:۷۱۔

[413] ۔ الجامع الصحيح المختصر ج ۱ ص ۴ حديث نمبر:۳ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي۔

بے کسوں کی دستگیری کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، اور مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔

یہ پندرہ سالہ رفاقت کی آنکھوں دیکھی شہادت ہے۔

بعثت کے بعد

اور بعد نبوت تو کہنا ہی کیا، آپ تو آئے ہی تھے ساری دنیا کے مسائل کا مداوا بن کر، پھر غریب، یتیم، مزدور و بے کس، بیوہ اور مصیبت زدہ لوگ کیسے محروم رہ سکتے تھے؟

حضرت جابر ابن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ:

مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لاَ[414]

ترجمہ: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا اور آپ نے اس کے جواب میں "نہیں" فرمایا ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

فلرسول الله صلى الله عليه و سلم أجود بالخير من الريح المرسلة **[415]**

---

[414] - صحیح مسلم ج ۷ ص ۷۴ حدیث نمبر: ۶۱۵۸ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري

[415] - الجامع الصحيح المختصر ج ۱ ص ۶ حدیث نمبر: ۶ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاضی اور داد و دہش میں تیز ہوا سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے۔

بخاری شریف میں خود آپؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ:

« يَا أَبَا ذَرٍّ »قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ « مَا يَسُرُّنِى أَنَّ عِنْدِى مِثْلَ أُحُدٍ هَذَا ذَهَبًا ، تَمْضِى عَلَىَّ ثَالِثَةٌ وَعِنْدِى مِنْهُ دِينَارٌ ، إِلاَّ شَيْئًا أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ ، إِلاَّ أَنْ أَقُولَ بِهِ فِى عِبَادِ اللَّهِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا » عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ[416]

ترجمہ: اے ابوذر! مجھے یہ گوارہ نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تین دن گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی رہے، سوائے اس کے کہ کسی قرض کیلئے میں اس میں سے کچھ بچا رکھوں، ورنہ اللہ کے بندوں میں اس کو اس طرح اور اس طرح دائیں بائیں اور پیچھے لٹادوں۔

غریبوں کا خیال

غریبوں اور محتاجوں کا آپؐ کو اس درجہ خیال تھا کہ اس کیلئے آپ نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی بھی پرواہ نہ کی، خود فقر و فاقہ برداشت فرماکر آپؐ نے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کیں۔

آپ کی لاڈلی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء کا قصہ تو بہت مشہور

---

[416] - الجامع الصحيح المختصر ج ٥ ص٢٣٦٧حدیث نمبر:٦٠٧٩ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي

ہے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ باندیاں آئی ہوئی ہیں تو وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور اپنی چکی پیسنے کی مصیبت کا ذکر کیا اور خدمت کیلئے ایک باندی کی درخواست پیش کی، حضور ﷺ نے ان کو چند تسبیحات کی تعلیم دی اور فرمایا کہ یہ باندی سے بہتر ہے،[417]

اور بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ "خدا کی قسم اس حالت میں کہ اہل صفہ کے پیٹ بھوک کی وجہ سے پیٹھ سے لگ گئے ہیں" میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا، میرے پاس ان پر خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں ہے، ان کو فروخت کرکے ان کی آمدنی میں ان پر خرچ کروں گا۔[418]

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمارکھا تھا کہ:

وَأَبْلِغُونِي حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغِي حَاجَتَهُ[419]

ترجمہ: اس شخص کی حاجت مجھ تک پہونچاؤ جو اپنی حاجت خود مجھ

---

[417] - **الجامع الصحيح المختصرج ۳ ص ۱۱۳۳** حدیث نمبر: **۲۹۴۵ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي۔**

[418] - فتح الباری: ص۲۳، ۲۴ج: ۷

[419] - **شعب الإيمان ج ۳ ص ۲۴**حدیث نمبر: **۱۳۶۲ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي** (المتوفى : **458**هــ)

۔* دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ج ۲ ص ۱۹۴حدیث نمبر: **۵۴۷ المؤلف :** أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : **430**هــ)

تک نہ پہونچا سکتے ہوں ۔

آپؐ فرماتے تھے کہ:

« مَنْ لاَ یَرْحَمُ لاَ یُرْحَمُ »[420]

ترجمہ: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

لوگوں کو حکم عام تھا کہ:

أنا أولى بكل مؤمن من نفسه من ترك دينا فعلي ومن ترك مالا فلورثته[421]

ترجمہ: میں ہر مؤمن کا اس کی جان سے زیادہ خیر خواہ ہوں، جو مسلمان مرجائے اور اپنے ذمہ قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو، میں اسے ادا کروں گا، اور جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے، مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔

آپ غریبوں کیلئے اس قدر سہل الحصول تھے کہ حضرت انسؓ کے بقول:

كانت الأمة من إماء أهل المدينة لتأخذ بيد رسول الله صلى

---

[420] - صحيح البخاري ج ٦ ص ٢٦٨٦ حديث نمبر: ٦٩٤١ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي -

[421] - سنن النسائي]الكتاب : المجتبى من السنن ج ٤ ص ٦٥ حديث نمبر: ١٩٦٢ المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي -

الله عليه و سلم فتنطلق به حيث شاءت[422]

ترجمہ: مدینہ کی کوئی لونڈی بھی آپ کو اپنی کسی ضرورت کیلئے جہاں چاہتی لے جاتی۔

پاکیزہ کردار

حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا یہ گوشہ نہایت اہم ہے، آپ ؐ نے اپنے ارشادات اور پاکیزہ کردار کے ذریعہ غریبوں اور بے کسوں کو بلند مقام دلایا، اور ہزاروں وہ لوگ جن کی سماج میں کوئی قدرو قیمت نہ تھی آپؐ کی نظر کرم سے وہ رہبر ورہنما بن گئے، حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں حاجت براری اور کرم گستری کے بے شمار واقعات ملتے ہیں جس میں دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہیں تھی۔

آپؐ نے ہر قوم اور ہر قبیلہ کے غریبوں کو سینے سے لگایا، اور پوری ہمدردی کے ساتھ ان کی ضرورتیں پوری فرمائیں، اس سلسلے میں آپ کو بعض دفعہ کافی تحمل و برداشت سے بھی کام لینا پڑتا تھا، اور آپ غریبوں اور سائلوں کی بڑی بڑی گستاخیوں سے بھی عفوودرگزر فرماتے تھے۔

عفو ودر گذر کی مثال

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور حضور ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی گردن پر اس کے

---

[422] - صحيح البخاري ج ۵ ص ۲۲۵۵ حدیث نمبر: ۵۷۲۴

کھینچنے کے نشان پڑگئے، وہ اعرابی بولا، محمد! میرے یہ دو اونٹ ہیں، ان پر لادنے کا کچھ سامان مجھے بھی دو کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا، حضور ﷺ خاموش رہے، پھر فرمایا مال تو اللہ کا ہے، اور میں اس کا بندہ ہوں، پھر آپ نے اس اعرابی سے پوچھا کہ جو برتاؤ تم نے میرے ساتھ کیا ہے کیا تم کو اس پر کوئی خوف نہیں ہے؟ اعرابی بولا، نہیں، آپؐ نے پوچھا کیوں؟ اعرابی نے کہا مجھے معلوم ہے کہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتے، نبی ﷺ ہنس پڑے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاددو۔ [423]

آپؐ نے ضرورت مندوں کی ضرورتیں بھی پوری کیں اور ان کے ناز ونخرے بھی اٹھائے، غریبوں کے ساتھ حضور ﷺ کی بڑی شفقتیں رہی ہیں، ایک مرتبہ ایک گنوار آیا اور حضور ﷺ سے اس نے کچھ مانگا، حضور ﷺ نے اسے عنایت کردیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے؟، وہ بولا نہیں! آپؐ نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا، صحابہ یہ سن کر بے تابانہ اس کی طرف اٹھے تاکہ تنبیہ کریں، حضور ﷺ نے اشارہ سے ان کو روک دیا، پھر حضور ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور گھر سے لاکر اور بھی کچھ دیا، وہ خوش ہوکر دعا دینے لگا، نبی کریم ﷺ نے تیری پہلی حرکت میرے اصحاب کو ناگوار گزری تھی کیا تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے

---

[423] ۔ الشفاء : قاضی عیاضؒ ج۱ ص: ۱۰۸

بھی اپنی خوشی کا اظہار کروجس طرح میرے پاس کررہے ہو، تاکہ ان کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہوجائیں، وہ بولا،ہاں!میں کہہ دوں گا، پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار دوبارہ آیا، آپؐ نے صحابہ سے فرمایاکہ اب یہ مجھ سے خوش ہے،کیوں ٹھیک ہے نا؟وہ بولا، ہاں اور پھر دعا دینے لگا،نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی، لوگ اس کے پیچھے دوڑے وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی، مالک بولا، تم سب ٹھہر جاؤ، میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں، لوگ ہٹ گئے، اونٹنی چرنے لگی، مالک نے آگے سے جاکر پکڑلیا، آپؐ نے فرمایا، میری اور اس گنوار کی مثال ایسی ہی تھی، اگر تم اسے پہلی حالت میں قتل کردیتے تو بے چارہ جہنم میں چلاجاتا۔[424]

وقت کی قید نہیں

اس معاملہ میں آپ اس قدر وسیع الظرف تھے کہ وقت کی بھی پابندی نہیں تھی، جو جس وقت ضرورت لے کر آجاتا، آپؐ اسی وقت اس کی ضرورت پوری فرمادیتے،

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ: ایک بار نماز کھڑی

---

[424] - الأنوار في شمائل النبي المختارج ١ ص ١١١ المؤلف : محيي السنة ، أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي (المتوفى :432 - 516هـ) حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه العلامة الشيخ إبراهيم اليعقوبي دار الضياء للطباعة والنشر والتوزيع بيروت 1409هـ -1989م)

ہوچکی تھی کہ ایک اعرابی آگے بڑھا اور آپ کا کپڑا پکڑ کر کہنے لگا کہ میری ایک معمولی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں، حضور ﷺ اس کے ساتھ تشریف لے گئے، جب اس نے اپنا کام کرلیا تو آپ واپس تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔[425]

کوئی عار نہیں

آپؐ کسی شخص کی کوئی ضرورت پوری کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے، اور ضرورت مندوں کی ہر طرح کی ضرورت بخوشی پوری فرماتے تھے، حضرت خبابؓ ایک بار جنگ میں گئے ہوئے تھے، ان کے گھر پر کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا، آپؐ ہر روز ان کے گھر تشریف لے جاکر دودھ دوہ دیتے تھے۔۔۔[426]

غریب پروری کا کمال

کئی بار ایسا بھی ہوا کہ کسی سائل نے اپنی ضرورت کا اظہار کیا اور خود آپؐ کے پاس کچھ نہیں تھا، ایسے موقع پر آپؐ نے دوسروں سے قرض تک لینے میں دریغ نہیں فرمایا، حضرت عمر فاروقؓ نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے آکر اپنی ضرورت کا اظہار کیا، حضور ﷺ نے فرمایا

---

[425] - الأدب المفرد ج ۱ ص ۱۰۵ حدیث نمبر :۲۷۸ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي۔

[426] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۱۱ حدیث نمبر : ۲۱۱۰۸ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني۔

کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، تم میرے نام پر قرض لے لو، میں بعد میں ادا کردوں گا، حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ خدا نے آپ کو قدرت سے بڑھ کر کام کرنے کا مکلف تو نہیں بنایا؟ حضور ﷺ کو ان کی یہ بات اچھی نہیں لگی، آپ خاموش ہوگئے، ایک انصاری بھی مجلس میں حاضر تھے، وہ بول پڑے یا رسول اللہ! جواب دیجئے کہ رب العرش مالک ہے، تنگ دستی کا کیا ڈر؟ حضور ﷺ ہنس پڑے،، چہرہ ٔمبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہوگئے، آپؐ نے فرمایا، ہاں! مجھے یہی حکم ملا ہے۔ [427]

ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا، قرض خواہ تقاضہ کیلئے آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ایک وسق غلہ دے دو آدھا تو قرض کا ہے اور آدھا ہماری طرف سے جود و سخا کا ہے۔ [428]

---

[427] - البحر الزخار ــ مسند البزارج ۱ ص ۳۵۸ حدیث نمبر: ۲۷۴ المؤلف : أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيد الله العتكي المعروف بالبزار (المتوفى : 292هـ، -* تهذيب الآثار وتفصيل الثابت عن رسول الله من الأخبار ج ۱ ص ۸۸ أبي جعفر محمد بن جرير بن يزيد الطبري سنة الولادة 224هـ/ سنة الوفاة 310هـ تحقيق محمود محمد شاكر الناشر مطبعة المدني سنة النشر مكان النشر القاهرة ، عدد الأجزاء 3)

[428] - مسند البزار كاملا من 1-14 مفهرسا ج ۲ ص ۴۷۴ البَزَّارُ أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بنُ عَمْرٍو البَصْرِيُّ الشَّيْخُ، الإِمَامُ، الحَافِظُ الكَبِيْرُ، أَبُو بَكْرٍ أَحْمَد بن عَمْرِو بنِ عَبْدِ الخَالِقِ البَصْرِيُّ، البَزَّارُ، -* الشفا بتعريف حقوق المصطفى –

اسی طرح ایک واقعہ معلی ابن زیادؒ نے حضرت حسنؓ سے نقل کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ضرورت مند آیا، فرمایا بیٹھو ، خدا دے گا، پھر کوئی دوسرا آیا، پھر تیسرا آیا، حضور ﷺ نے سب کو بیٹھایا، حضور ﷺ کے پاس اس وقت دینے کو کچھ بھی نہ تھا، اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی خدمت میں پیش کی، اور کہا: یہ صدقہ ہے، حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کردیا، ایک اوقیہ بچ گیا، کوئی لینے والا نہیں تھا، رات ہوئی تو حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی، اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں، پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا: حضور ﷺ کو آج کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا نہیں، انہوں نے کہا، پھر کوئی خاص حکم خدا کا آیا ہے؟ جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے، فرمایا نہیں، ام المومنینؓ نے کہا، پھر حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے؟ اس وقت حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی اور فرمایا: یہ ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے، مجھے

مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء ج ١ ص ١١٤ المؤلف : أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (المتوفى : 544هـ) الحاشية : أحمد بن محمد بن محمد الشمنى (المتوفى : 873هـ -*، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد ج ٩ ص ٢١ المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : 942هـ)

خوف ہے کہ کہیں یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آجائے۔[429]

اللہ اللہ کیا دنیا بے زاری ہے، آپؐ نے انسانیت کیلئے کیسے کیسے نمونے چھوڑے ہیں، دنیا کے غریبوں کو آپ نے اپنی لازوال محبتوں اور قربانیوں سے اتنا نواز دیا ہے کہ ان کو اب کسی دوسری طرف نگاہ اٹھانے کی ضرورت نہیں، وہ کون سی چیز ہے، جو ضرورت مندوں کو حضور ﷺ کے آستانے سے نہیں مل سکتی، اور وہ کون سی دولت بے بہا ہے جو ہمارے سرکارؐ کے خزانے میں موجود نہیں ہے؟ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو سرکار کی چوکھٹ سے چمٹ جائیں اور ساری دنیا سے اپنی نگاہ موڑ لیں۔

عجیب عجیب لوگ

بڑے عجیب عجیب لوگ حضور ﷺ کے پاس آتے تھے اور حضور ﷺ سبھی کو نباہتے، ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا، حضور! میں تو تباہ ہو گیا، پوچھا کیا ہوا؟ کیوں تباہ ہو گیا؟ اس نے کہا رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی، ارشاد ہوا تو کیا ہے، جاؤ ایک غلام آزاد کر دو، بولا، غریب ہوں، غلام کہاں سے خریدوں، فرمایا اچھا دو مہینے تک مسلسل روزے رکھو، عرض کیا مجھ میں یہ طاقت بھی نہیں، فرمایا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، بولا مجھ میں اتنی استطاعت کہاں؟ حضور ﷺ نے

---

[429] -اعلام النبوۃ للشیخ ابی الحسن علی بن محمد الماوردی الشافعیؒ (م ۴۵۰؁ھ)، ص: ۱۹۶ - ۱۹۷ ط دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۶؁ھ م ۱۹۸۶؁ء

فرمایا بیٹھو انتظار کرو، اتنے میں کہیں سے کھجوروں کی بھری ہوئی زنبیل آگئی، آپ ؐ نے اسے یہ دے کر فرمایا کہ اسے لیجاؤ اور غرباء میں تقسیم کردو، بولا قسم ہے اس خدائے پاک ذات کی جس نے آپؐ کو پیغمبر بنا کر ہماری ہدایت کیلئے بھیجا ہے میں تو اتنا غریب ہوں کہ مدینہ بھر میں مجھ سا غریب کوئی بھی نہ ہو گا، اس پر آپ کو بے ساختہ ہنسی آگئی اور فرمایا اچھا تو تم انہیں خود ہی کھالو۔ [430]

اشاعت اسلام

حضور ﷺ کی اس غریب پروری سے اشاعت اسلام میں بھی بڑی مدد ملی، ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ طلب کیا، آپ نے اسے چالیس بکریاں دینے کا حکم فرمایا بعض روایتوں میں ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان بہت سی بکریاں تھیں وہ تمام بکریاں سائل کو دینے کا حکم فرمایا، وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! اسلام قبول کرلو، کیوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنے کھلے دل سے عطا کرتے ہیں جس سے کسی کو محتاجی اور مفلسی کا کبھی ڈر نہ ہو [431]

---

[430] ۔بخاری شریف ج۵ ص۲۲۶۰ حدیث نمبر: ۵۷۳۷

[431] ۔ الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ۷ ص ۷۴ حدیث نمبر: ۶۱۶۰ المؤلف: أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري ۔

عورتوں کی درخواست

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں چونکہ اکثر مردوں کا ہجوم رہتا تھا اس لئے عورتوں کو وعظ وپند سننے اور مسائل کے دریافت کرنے کا زیادہ موقع نہیں مل پاتا تھا، ایک بار عورتوں نے آکر درخواست کی کہ ہمارے لئے بھی ایک خاص دن مقرر کردیا جائے، تو حضور ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرماکر ایک دن ان کیلئے مقرر فرمادیا۔[432]

عام دستر خوان

آپ کے خوان کرم پر اپنے و غیر، اور دوست ودشمن کی تمیز نہیں تھی، ہر ایک کو اس کے ظرف کے لحاظ سے حصہ ملتا تھا۔

ا۔ کسی مہم میں بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ ابن اثال قیدی بناکر لائے گئے، اور ان کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا، حضور ﷺ جب ادہر سے گزرے تو آپؐ نے ان کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا ثمامہ! کچھ کہنا تو نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے محمد! (ﷺ) اگر آپ قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کی گردن پر خون ہے، اگر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار اور احسان شناس پر احسان کریں گے، اور اگر آپ کو مال و دولت کا کچھ مطالبہ ہے تو فرمایئے پورا کیا جائیگا، آپؐ یہ سن کر آگے بڑھ گئے، دوسری بار جب آپؐ کا ادہر سے گزر ہوا تو آپؐ

---

[432] - صحیح البخاري ج ۱ ص ۵۰ حدیث نمبر : ۱۰۱

نے پھر ان سے یہی سوال کیا اور انہوں نے وہی جواب دیا اور آپؐ آگے بڑھ گئے، تیسری بار جب آپؐ ادہر تشریف لے گئے تو آپؐ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو رہاکردو، چنانچہ ان کو رہا کر دیا گیا، اس کے بعد ثمامہ نے مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ میں جاکر غسل کیا، اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا، اور عرض کیا کہ خدا کی قسم ایک وقت تھا کہ مجھے آپؐ کے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ برا نہ لگتا تھا لیکن آج آپؐ کے روئے انور سے زیادہ کوئی چیز مجھے پیاری نہیں لگتی، ایک وقت تھا کہ آپؐ کے دین سے زیادہ ناپسندیدہ دین میرے نزدیک کوئی نہیں تھا، لیکن آج اس سے زیادہ عزیز کوئی دین نہیں، پہلے آپ کے شہر سے زیادہ قابل نفرت کوئی شہر نہیں تھا آج اس سے زیادہ محبوب کوئی شہر نہیں[433] ظاہر ہے کہ ثمامہؓ میں یہ انقلاب آپؐ کی کرم گستری اور کشادہ دلی کی بناء پر آیا۔

۲۔ یہی ثمامہ ہیں جنہوں نے مسلمان ہونے کے بعد اعلان کردیا تھا کہ ثمامہ کی منڈی سے اہل مکہ کو ایک دانہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوری کے بغیر نہیں ملے گا، مکہ والوں کو سارا غلہ ثمامہ ہی سے جاتا تھا، اس کا اثر یہ پڑا کہ قریش کو فاقہ کی نوبت آگئی، انہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی رکھی اور درخواست کی کہ ثمامہ کو غذائی اشیاء اور اجناس کے برآمد کی اجازت دیں، حضور ﷺ نے ان کی

---

[433] - صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۵۸۹ حدیث نمبر: ۴۱۱۴۔

دخواست قبول فرمالی۔[434]

کسی کی غربت و پریشانی دیکھ کر حضور ﷺ بے چین ہوجاتے تھے خواہ وہ کوئی بھی ہوتا، حدود کی مکمل رعایت کے ساتھ غریبوں اور کمزوروں کا آپ سے بڑا مخلص و غمخوار پوری تاریخ انسانی میں کوئی نہیں گزرا۔

۳۔ حضرت جریر ابن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن دوپہر سے قبل حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ اسی دوران قبیلہ مضر کے کچھ لوگ حاضر ہوئے، ان کی حالت اتنی خستہ تھی کہ حضور ﷺ ان کو دیکھتے ہی پریشان ہوگئے، ان کے چہرے بھوک کی بناء پر سوکھے ہوئے اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو ظہر کی اذان دینے کا حکم فرمایا، اذان کے بعد نماز ہوئی، نماز کے بعد حضور ﷺ نے خطاب فرمایا، اور نووارد قافلہ کی درد ناک صورت حال کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ تقریر کے بعد ان لوگوں کے لئے دو ڈھیر جمع ہوگئے تھے، ایک ڈھیر غذائی اشیاء کا تھا، اور دوسرا کپڑے کا، اور خوشی سے سرکار دوعالم ﷺ کا چہرۂ انور دمکنے لگا۔[435]

---

[434] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۱۲ ص ۳۱۹ حدیث نمبر: ۷۳۶۱ المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ)

[435] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ۳ ص ۸۶ حدیث نمبر: ۲۳۹۸ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري

۴۔ فتح مکہ کے بعد صرف طائف رہ گیاتھا جو فتح نہیں ہوا تھا، مسلمان بیس(۲۰) روز تک طائف کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے، مگر طائف فتح نہیں ہوااور مسلمانوں کو محاصرہ اٹھا لینا پڑا، صخر ایک رئیس تھا اس کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے طور پر طائف کا محاصرہ کیا اور طائف والوں کو اتنا مجبور کیا کہ وہ صلح پر آمادہ ہوگئے، صخر نے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، جب طائف اسلام کے ماتحت آگیاتو مغیرہ ابن شعبہ جو طائف کے رہنے والے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے انصاف چاہتاہوں، صخر نے میری پھوپھی پر زبردستی قبضہ کرلیا ہے، میری پھوپھی صخر سے واپس دلائی جائے، اس کے بعد بنو سلیم آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ صخر نے ہمارے چشموں پر قبضہ کرر کھاہے، ہمارے چشموں کو واپس دلایاجائے، آپؐ نے فرمایا، اگرچہ صخر نے ہم پر احسان کیا ہے لیکن احسان کے مقابلہ میں انصاف کا دامن کبھی نہیں چھوڑا جا سکتا، اسی وقت آپؐ نے صخر کو حکم دیاکہ مغیرہ کی پھوپھی کو ان کے گھر پہونچادو اور بنو سلیم کے پانی کے چشمے واپس کردو۔[436] ۵۔ ایک غزوہ میں

---

[436] - سنن أبي داود ج ۸ ص ۳۰۶حدیث نمبر۲۶۶۵ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى : 275هــ)۔* سنن البيهقي الكبرى ج ۹ ص ۱۱۴حدیث نمبر۱۸۰۴۳ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي۔* السيرة النبوية

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ کی لڑکی شیما بنت الحارث قید ہوکر آئی، مسلمان اس رشتہ سے واقف نہ تھے اس لئے انہوں نے دوسرے قیدیوں کی طرح ان کے ساتھ بھی سختی کا معاملہ فرمایا، شیما نے اس رشتہ کا واسطہ دے کر مسلمانوں سے رحم وکرم کی اپیل کی، مگر کسی نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا، بالآخر انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے رشتہ کا اظہار کیا اور اپنی پشت پر دانت کے نشانات کے ذریعہ اپنی شناخت کرائی، حضور ﷺ نے ان کے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا، ان کے لئے اپنی چادر بچھادی، تحفہ وتحائف سے نوازا، پھر وہ مسلمان ہوکر اپنے قبیلے میں چلی گئیں۔ [437]

٦۔ ایک بار مکہ میں سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ مردار اور ہڈیاں کھانے کی نوبت آگئی، ابوسفیان ابن حرب (جوان دنوں اسلام کے سخت دشمن تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ اے محمد! آپ تو لوگوں کو حسن سلوک اور صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں، دیکھئے آپ کی قوم ہلاک ہورہی ہے، خدا سے دعا کیجئے کہ

ج ٣ ص ٦٦٥ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)

[437] - الروض الأنف ج ٤ ص ٢٢٧ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)

اللہ یہ مصیبت دور فرمادے، آپؐ نے دعا فرمائی اور خوب بارش ہوئی۔[438]

غریبوں سے بے پناہ محبت

اس طرح کے بے شمارواقعات کتب سیرت میں ملتے ہیں، جن سے حضور ﷺ کی فیاضی، رحمدلی، جودوسخا، عفو ودرگزر، محبت وشفقت، حسن اخلاق، صلہ رحمی، کرم گستری اور حاجت روائی کا اندازہ ہوتاہے، آپؐ نے ساری انسانوں کو درس دیاکہ غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، مصیبت کے وقت لوگوں کی مدد کریں، اور محض کسی کی غربت وافلاس کی بناء پر اس سے نفرت نہ کریں، بلکہ ان کے ساتھ محبت و ہمدردی کا معاملہ کریں، حضور ﷺ کودنیاکے غریبوں اور فقیروں کے ساتھ کتنی محبت وہمدردی تھی کہ آپؐ پروردگار عالم سے دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ مجھے مسکین کی زندگی، اور مسکین کی موت نصیب فرما، اور روز

---

[438] - صحیح بخاری:ج۴ص۱۷۳۰حدیث نمبر:۴۴۱۶ ، **دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ج ۱ ص ۴۳۵**حدیث نمبر : **۳۵۹ المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ) -* مسند الحميدي ج ۱ ص ۶۳**حديث نمبر: **۱۱۶ المؤلف : عبدالله بن الزبير أبو بكر الحميدي- ⋆ السيرة النبوية ج ۲ ص ۹۰ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ-* السيرة الحلبية ج ۲ ص ۱۳۱ ، البداية والنهاية ج ۳ ص ۱۳۳ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)**

محشر بھی مجھے مساکین کے زمرے میں اٹھا۔[439]

سبحان اللہ! کیا پیار ہے حضور ﷺ کو امت کے غریبوں کے ساتھ کہ موت وحیات اور حشر ونشر میں بھی ان کے ساتھ رہنے کی تمنا کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی خستہ حال اور پریشان حال کو حقیر نہ جانو بعض ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ اگر خداکے اوپر بھی کوئی قسم کھالیں تو خدا اسے ضرور پورا کردے گا۔ **[440]**

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ خبردار! غریبوں کے معاملہ میں محتاط رہو اس لئے کہ تمہیں رزق انہی کے طفیل ملتی ہے۔[441]

فرمان نبوی ہے: کہ فقراء مالداروں سے پانچ سوسال قبل جنت میں داخل ہوں گے (مالداروں کوحساب وکتاب ہی سے جلدی چھٹی نہیں ملی گی)[442]

---

[439] - **الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ ص ٥٧٧ حديث نمبر :٢٣٥٢ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي -**

[440] - **صحيح البخاري ج ٢ ص ٩٦١حديث نمبر: ٢٥٥٦)**

[441] -: **الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ص ٢٠٦حديث نمبر: ١٧٠٢ المؤلف :محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي -**

[442] - **الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ ص٥٧٨ حديث نمبر :٢٣٥٣ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي**

اخیر زمانے میں غرباء ہی سے دین قائم رہے گا۔[443]

اس طرح حضور ﷺ نے مختلف مواقع پر غریبوں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی، حضور ﷺ کے یہ ارشادات عالیہ اور آپؐ کی پاک زندگی کے سبق آموز واقعات ہمارے لئے بہترین لائحہ عمل ہیں، ضرورت آج ان کو جاننے کی اور اس سے زیادہ عمل کرنے کی ہے، جب تک کہ وہ درد و سوز ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہوگا جو غریبوں کے تعلق سے حضور ﷺ کے دل میں تھا اس وقت تک ہم پورے مسلمان نہیں کہلا سکتے ہیں۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے ..... آمین

وہ دانائے سبل، مولائے کل، ختم الرسل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

---

[443] -: الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۰ حدیث نمبر :۳۸۹
المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري -

باب ہفتم

عالمی دعوت

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا
وَنَذِيرًا، وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

(الاحزاب ـــ ۴۶-۴۵)

اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

دعوت و تبلیغ اسلام کا عالمی خاکہ

(اسوۂ نبوی کی روشنی میں)

آج دنیا ہرروز ایک نئی تحریک سے آشنا ہورہی ہے، ہر دن ایک نئی آواز اٹھتی ہے، ہر صبح ایک نئی تنظیم قائم ہوتی ہے، اور ہرشام نئی تنظیموں کی کانفرنسیں ہوتی ہیں، اور سب کا مقصد ایک، سب ایک ہی منزل کے مسافر، ایک ہی مضراب سے نغمۂ ساز چھیڑنے والے، اور ایک ہی سے ابتداء اور ایک ہی پر انتہاکرنے والے، ......یہ امت مسلمہ کے لئے خوش آئند بات ہے، یہ اس قوم کی زندگی کی علامت ہے، اور ذہین و فعال عناصر کے احساس ذمہ داری کا ثبوت ہے، ورنہ خدانخوستہ اگربدی کے خلاف بولنےوالے نہ ہوں، طوفان اٹھیں، اوران کے بالمقابل کوئی سینہ سپر نہ ہو، فتنے گردش کریں اور ان پر کوئی روک لگانے والاموجودنہ ہو، اورشیطنت، سامریت، اورجدیدیت واباحیت کا ننگا ناچ زمین پر ہوتارہے، اور کوئی اس کے خلاف آوازاٹھانے کی ہمت نہ رکھے، تویہ کسی قومِ کی موت کی علامت ہوتی ہے، اس گئےگزرےدورمیں بھی بدی کےخلاف لڑنےوالے مجاہدموجودہیں، جوطوفانوں سے لڑجانے اور حالات سے بھڑجانےکاحوصلہ رکھتے ہیں، جن کےدم سے آج امت مسلمہ کی آبرو قائم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اوران کی نصرت کاسامان مہیافرمائے (آمین)۔

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جوروح کو تڑپادے جو قلب کو گرمادے

پھر وادئ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

اسلام اور دیگر مذاہب میں بنیادی فرق

یہ سب دراصل اسلام کی ابدیت اور جامعیت کے واضح ثبوت ہیں، اسلام سے قبل جتنے مذاہب آئے وہ وقت کے گزرنے کے ساتھ بے اثر ہوگئے، مگر اسلام ایک ایسا دائمی اور عالمگیر مذہب ہے، جو قیامت تک باقی رہے گا، اس کو زندہ و تازہ کرنے والے افراد ہر دور میں قدرت کی طرف سے موجود رہیں گے، پچھلے مذاہب مٹ گئے اس لئے کہ ان کو صحیح طور پر زندگی اور تحفظ دینے والے افراد نہ مل سکے، اور قدرت کو یہ منظور بھی نہ تھا، کیونکہ سابقہ تمام انبیاء کا مشن صرف دعوت تھا، وہ اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہونچانے کے ذمہ دار تھے:

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ[444]

ترجمہ: اور ہم پر سوائے پہونچادینے کے کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اس سے آگے ان کی کوئی ذمہ داری نہ تھی، دین لوگوں کی زندگیوں میں قوت حاکمہ کی حیثیت سے نافذ ہوجائے، اور خدا کی زمین پر اسلامی نظام کا بول بالا ہوجائے، یہ ان کے فرائض میں شامل نہ تھا، مگر نبی

---

[444] - یسین: 17

آخرالزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے منشور ہدایت میں دعوت کے ساتھ اظہار دعوت کی دفعہ بھی شامل بھی، آپ کی ذمہ داری اس پر ختم نہیں ہوجاتی تھی کہ آپ لوگوں تک اللہ کا پیغام پہونچادیں، اور دین کے صحیح خطوط ان پر واضح فرمادیں، لوگ مانیں یا نہ مانیں، آپ ﷺ کا مذہب پھیلے یا سکڑ کر رہ جائے، نہیں ، آپ ﷺ کی ذمہ داری اس سے بڑھ کر تھی، چونکہ آپ ﷺ آخری نبی تھے، اورآپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا، اس لئے آپ ﷺ کے فرائض میں یہ بھی شامل کیا گیا کہ ایسا طریق تبلیغ اختیار کریں جس سے نہ صرف دین کی باتیں لوگوں تک پہنچ جائیں، بلکہ آپ کی دعوت دوسری تمام دعوتوں کو مٹادے اور آپ ﷺ کی آواز تمام ہادیوں کی آوازوں پر غالب آجائے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ [445]

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پوری جنس حق پر غالب کردے، چاہے مشرکوں کو ناگوار گذرے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا [446]

---

[445] - الصف :9

[446] - الفتح:28

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پوری جنس حق پر غالب کردے، اور اس کے لئے اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اس طرح نبی کے کام کا یہ شعبہ، سیاست، عدالت، اصلاحِ اخلاق و تشکیل تمدن، اور قیامِ تہذیب کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہوجاتا ہے، ..... آپ کو پابند کیا گیا کہ ایسا نظام قائم کریں جس میں جنگل راج کے بجائے عدل و انصاف کی حکومت قائم ہو، اور اس کام کو اول خود آپ کرکے دکھائیں:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا [447]

ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ پر حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ اللہ کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق لوگوں میں فیصلہ کریں، اور خیانت کرنے والوں کے وکیل نہ بنیں"

آپ ﷺ کے منشور ہدایت میں واضح طور پر یہ فرائض شامل کئے گئے کہ ایک خود مختار ریاست کی تشکیل کے بعد نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، معاشرے کو فاسد عناصر سے پاک کرنا، حرام و حلال کے حدود قائم کرنا، اور انسان کو خدا کے سوا دوسروں کی عائد کردہ پابندیوں سے سبکدوش کرنا، آپ کے اہم مفوضہ امور ہیں، قرآن حضور کے مفوضہ امور

---

[447] - النساء: **105**

کو کتنی وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[448]

ترجمہ: وہ ان کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، بدی سے روکتے ہیں، ان کیلئے پاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں، اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، اور ان سے وہ بوجھ اتارتے ہیں، اور ان بندشوں کو کاٹتے ہیں جن میں وہ دبے اور جکڑے ہوئے تھے، پس جو لوگ ان پر ایمان لائیں اور ان کی حمایت کریں، اور اس نور کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں"

دائمی طریق تبلیغ

قرآن کے ان واضح بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ محض دعوت دینے کے لئے نہیں آئے تھے، بلکہ تمام انسانوں کو ایک طریقِ زندگی کا پابند بنانے کے لئے آئے تھے، چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے محض اس پر قناعت نہیں فرمائی کہ لوگوں کو گھر گھر جاکر دین کی دعوت دی، بلکہ ایک صالح کی نظام کی تشکیل بھی فرمائی، اور اپنی حیات طیبہ ہی میں نصف عرب سے زیادہ پر اسلامی حکومت قائم فرمادی، اس

---

[448] - الاعراف: 157

کے لئے آپ نے حسب موقع مناسب حکمت عملی بھی اختیار فرمائی۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کیلئے تمام تر تحریکات کا اصل سرچشمہ حضور ﷺ ہی کا طریقِ تبلیغ ہونا چاہئے، اور یہی وہ واحد راستہ ہے جس سے کوئی تحریک محفوظ طور پر کامیاب ہوسکتی ہے، اور اسے آفاقیت میسر ہوسکتی ہے، اس لئے کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ ایک ابدی اور عالمگیر مذہب لیکر آئے تھے، تو ہمیں اس پر بھی بجا طور پر یقین کرنا چاہئے کہ حضور ﷺ نے جو تبلیغ واصلاح کا جو طریق اختیار فرمایا، وہی دائمی اور عالمگیر بھی ہوسکتا ہے، اور تایخی حقائق نے اس پر مہر تصدیق بھی ثبت کردی ہے کہ اسلام کے بعد کی ہر صدی میں صرف وہ طریق اصلاح و تجدید کامیاب ہو سکی جو منہاج نبوت کے مطابق رہی، منہاج نبوت سے ناآشنا اصلاح کا کوئی راستہ نہ منزل تک پہونچا ہے اور نہ پہونچ سکتا ہے۔

حضور ﷺ کے طریقِ تبلیغ کا اجمالی خاکہ

آیئے حضور ﷺ کے طریقِ تبلیغ واصلاح پر ایک نظر دالیں، جس نے انسانیت کی کایا پلٹ کر رکھدی، حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے دو دور ہیں (۱) مکی دور، (۲) اور مدنی دور، دونوں دور کے طریقِ تبلیغ میں کافی فرق محسوس ہوتا ہے:

مکی دور کے طریقِ تبلیغ میں بنیادی اہمیت افراد سازی کو تھی، حضور ﷺ پر جتنے لوگ ایمان لائے ، حضور ﷺ نے ان کی تعمیر وتربیت کے بعد ہر ایک کو تبلیغ اسلام کا پابند بنادیا تھا، حضور ﷺ اور آپ کے

اصحاب حسب مقدور لوگوں سے ملتے، اور اس کے سامنے دین اسلام کی بنیادی باتیں رکھتے، اس کے بعد مخاطب کا کام تھا کہ وہ اس دعوتِ صداقت کو مانے یا نہ مانے، اس طریق سے آپ ﷺ نے مسلسل تیرہ سالوں تک تبلیغ اسلام فرمائی، اس دوران آپ کو اور مسلمانوں کو بے پناہ مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور انسانوں کی ایک محدود تعداد حلقہ بگوش اسلام ہوئی.......

آخر کار خدا کی طرف سے حکمت عملی تبدیل کرنے کا اشارہ ملا، اور آپ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینہ میں قیام فرمایا، مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد ڈالی جو اجتماعیت واتحاد کا محور تھی، مدینہ کی بڑی آبادی حضور ﷺ کی آمد سے پیشتر ہی مسلمان ہوچکی تھی، اور حضور ﷺ نے ان کی تربیت واصلاح کے لئے اپنے ایک قابل اعتماد صحابی حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو مدینہ بھیج دیا تھا، حضرت مصعبؓ نے بہتر تربیت کا فریضہ انجام دیا، اور مدینہ کی حد تک اسلام کی اشاعت کی راہ میں بہتر کارکردگی کا ثبوت پیش کیا حضور ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے منتشر مسلمانوں کو ایک سلسلے میں منظم کرنے کی تدبیریں کیں، آپ ﷺ نے مختلف نظام قائم فرمائے: نظام عبادات، نظام معاشرت، نظام اخلاق، نظامِ سیاست، نظام معشیت وغیرہ۔

۱۔ نظامِ عبادات کے تحت تمام مسلمانوں کو ایک ساتھ عبادت انجام دینے کی تاکید فرمائی، کہ وہ اپنی عبادت کے ہر نقشے میں وحدت واجتماعیت کا ثبوت پیش کریں، ایک دوسرے سے عبادت کا طریق سمجھیں،

باہم ملاقات سے ایک دوسرے کا رنج و غم جاننے کا موقعہ ملے وغیرہ۔

۲۔ نظامِ معاشرت کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ملنے، بیٹھنے، رہنے، سہنے، کھانے پینے، معاملات کرنے کے آداب سکھائے گئے، اور بنیادی طور پر تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ راسخ کرنے کی کوشش کی گئی کہ:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده[449]

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ومامون رہیں۔

اس طرح ہر مسلمان آپس میں رحماء بینھم کی علمی تفسیر اور امن و سلامتی کا پیکر بن گیا، ان کا ہر فرد اغیار کے حق میں خواہ کتنا ہی شمشیر خارا شگاف ہو، مگر اپنوں کے بیچ اس سے بڑھ کر نرم دل کوئی نہ تھا، حضرت عمر فاروقؓ جن کی شجاعت و بہادری، اور تیغ و سنان سے لوگوں کے دل دہلتے تھے، جن کے نام ہی سے ایوانِ باطل میں زلزلہ آجاتا تھا، مگر وہی فاروق اعظم مسلمانوں کے درمیان پھول سے بھی زیادہ نرم تھے، مجمع عام میں عام آدمی کی تنقیدوں کو خندہ جبینی کے ساتھ سنتے تھے، یہاں تک کہ عورتیں بھی بھرے مجمع میں حضرت فاروقؓ پر اعتراض کرتیں، اور فاروق اعظمؓ ان کے سامنے سپر ڈال دیتے، اور اعلان فرماتے

---

[449] - الجامع الصحيح المختصر ج ۱ ص ۱۳ حدیث نمبر : ۱۰ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي -

تھے کہ ہاں بھائی! مرد نے غلطی کی اور عورت نے صحیح کہا۔ [450]

اس طرح مسلمانوں نے باہمی اخوت و بھائی چارگی اور محبت و الفت کی ایسی تاریخ پیش کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

۳۔ نظامِ اخلاق کے تحت حضور ﷺ نے مسلمانوں کے اندر اوصاف حمیدہ، اور اخلاقِ فاضلہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائی، ان کو حرص، بخل، غرور، غیبت، کذب، ہوس پرستی، انانیت، نفسانیت کے امراضِ خبیثہ سے پاک فرمایا اور ہر مسلمان کو ایک دوسرے کا آئینہ قرار دیا:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– قَالَ « الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ إذا رأى فيها عيبا أصلحه ». [451]

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

---

[450] - **جامع الأحاديث ج ٢٨ ص ٢٩٣ المؤلف : جلال الدين السيوطي (849 – 911 هـ، 1445 – 1505م).-*** كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج ١٦ ص ٥٣٨ حديث نمبر: ٤٥٧٩٩ المؤلف: علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)

[451] - **الأدب المفرد – البخاري]الكتاب : الأدب المفردج ١ ص ٩٣** حديث نمبر : **٢٣٨المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي-*** سنن أبي داود ج١٤ ص ٢٢٢ حديث نمبر: ٤٩٢٠ المؤلف : سليمان بن الأشعث بن شداد بن عمرو، الأزدي أبو داود، السجستاني،-* سنن البيهقي الكبرى ج ٨ ص ١٦٧ حديث نمبر: ١٨٤٥٨ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي-

فرمایا: مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے، اپنے بھائی کا جو عیب نظر آئے اس پر اس کو متنبہ کرے،

اس طرح ہر فرد کو پابند کیا کہ:

« مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ »[452]

ترجمہ: اگر کوئی برائی کہیں نظر آئے اور ہاتھ سے اس کو روک سکتا ہو تو ہاتھ سے روکے، ورنہ زبان سے کہہ دے، یا پھر کم از کم دل میں تو ضرور برا خیال کرے، یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

اس طرح مسلمانوں سے غیبت کے جراثیم ختم ہو کر اصلاح و تبلیغ کی فضا قائم ہوئی، اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے ایسے نمونے چشمِ فلک نے دیکھے، جو اس نے اس سے قبل بھی اور اس کے بعد بھی کبھی نہیں دیکھے۔ ۴۔ نظامِ سیاست کے تحت مسلمانوں میں حکمرانی کی صلاحیتیں پیدا فرمائیں، جو قوم آپس ہی میں لڑتے لڑتے بہت کمزور ہو چکی تھی، ان کے اندر حکمرانی کی استعداد پیدا کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا، مگر حضور ﷺ کی نظر کرم نے ان کے اندر صفاتِ حکمرانی پیدا کئے، ان میں یہ احساس اجاگر کیا گیا کہ:

---

[452] ۔ الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۰ حدیث نمبر: ۱۸۶
المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري ۔

الإِسْلاَمُ يَعْلُو وَلاَ يُعْلَى[453]

ترجمہ: اسلام سربلند رہتا ہے، اس کے مقابلے میں کسی دین کو بلندی نہیں مل سکتی۔

یعنی اسلام کے قانونی اور اخلاقی نظام میں وہ صلاحیت وجامعیت ہے کہ دنیا کا کوئی قانونی اور اخلاقی نظام اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

ان میں اس تخم کی آبیاری کی گئی کہ حکومت کسی خاص رنگ ونسل کا ذاتی حق نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے استعداد وصلاحیت شرط ہے، جو دینداری، تقویٰ، صبر و تحمل، فنونِ جنگ، عقلِ سلیم اور نظم و ضبط کی صلاحیت میں زیادہ کمال رکھتا ہو حکومت اسی کا حق ہے، اگر یہ صفات کسی حبشی غلام کے اندر ہوں تو وہی سرداری کا زیادہ مستحق ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[454]

ترجمہ: تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔

---

[453] - الجامع الصحيح المختصر ج ۱ ص ۴۵۴ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي -* السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج ۶ ص ۲۰۵ حديث نمبر: ۱۲۵۱۶ المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني -* سنن الدارقطني ج ۳ ص ۲۵۲ حديث نمبر : ۳۰ المؤلف : علي بن عمر أبو الحسن الدارقطني البغدادي -

[454] - الحجرات :13

چنانچہ خود حضور ﷺ نے عملی طور پر کبھی آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں اور کبھی ان کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کی سپہ سالاری میں حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ جیسے معززاور جلیل القدراصحاب کو بھیج کراس سلسلے کی بہترین مثال قائم فرمائی.....ان کی فوجی ٹریننگ کا نظم فرمایا،اور یہ ان کے یہاں عام بات تھی اس لئے کہ نیزہ بازی ،شمشیرزنی اور گھوڑ دوڑ عرب کی فطری اور روایتی چیز تھی۔

ان کے اندر یہ تصور پیوست کیا گیا کہ حکومت وامارت خدا کی امانت ہے، حاکم وامیر خدا کا نائب ہے، لوگ اس کے صرف ان امور میں پابند ہیں جن میں وہ خدا کے حکم کے مطابق حکومت کررہا ہو، خلافِ شرع امور میں لوگ اپنے امیر کے پابند نہ ہوں گے:

لاطاعة لمخلوق في معصية الله:[455]

ترجمہ:کسی مخلوق کی اطاعت اللہ کی نافرمانی میں نہیں کی جائے گی"

امیروحاکم کوپوری رعایا کا ذمہ داربنایاگیا،ہردردوغم میں اس کوشریک کیا گیا، رعایا کی ہرپریشانی کااسے عنداللہ جواب دہ قراردیاگیا:

فَالأَمِيرُ الَّذِى عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[456]

---

[455] - المعجم الكبير ج ١٨ ص ١٦٥حديث نمبر :١٥٠٧٧ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني-

[456] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٦ص٧حديث نمبر: ٤٨٢٨ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري -

یہی وہ قیمتی تصورات تھے جن کی بدولت ایک وحشی، لڑاکو، اور ناہنجار قوم نے حکمرانی کی وہ تاریخ بنائی جو رہتی دنیا تک کیلئے بہترین نمونہ و مثال بن گئی، اور دنیا کے اعتراف کے مطابق اس سے بہتر حکومت دنیا میں تشکیل نہیں کی جاسکتی، اور آج دنیا سائنٹفک دور میں رہ کر بھی گھوڑوں اور خچروں کے دور حکومت کو مشعل راہ بنانے کیلئے آرزو مند ہے، کیا یہ سب کچھ یکلخت پیدا ہو گیا تھا، نہیں ہر گز نہیں، ان تمام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین اور مثالی تربیت کا دخل تھا، اگر حضور ﷺ کی دستِ تربیت ان کو میسر نہ ہوتی تو وہ بھی اسی طرح گم ہو جاتے، جس طرح ان سے پہلے اور ان کے بعد کی سیکڑوں قومیں اپنی بھرپور ذہانت وطباعی کے باوجود نیست ونابود ہو گئیں۔ ۵۔ نظامِ معشیت کے تحت حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ایک بہترین اقتصادی نظام دیا، تجارت، صنعت و حرفت، زراعت، اور اجارہ کے ایسے زریں اصول قائم فرمائے کہ ایک فاقہ کش قوم دنیا کی امیر ترین قوم بن گئی، قیصرو کسریٰ کی دولتیں جس کے قدموں پر نچھاور ہو گئیں، مگر حضور ﷺ نے ان کی فکری و اخلاقی تربیت ایسی کی تھی کہ دولت دنیا ان کے اندر غرورو انانیت پیدا نہیں کر سکی، بلکہ انہوں نے اس دولت کو خدا کی امانت تصور کیا، اوراس کو بہترین مصارف میں خرچ کیا۔

ان مختلف نظاموں کے تحت حضور ﷺ نے مسلمانوں کی ایک جانب بہترین تربیت کا انتظام فرمایا، دوسری طرف ان کو متحد کرکے سیسہ

پلائی دیوار بنادیا، پھر اس کے بعد مدینہ کے غیر مسلم شہری، جن میں زیادہ تر یہود تھے، ان سے امن کا معاہدہ فرمایا، اس کے بعد وہ چشم فلک جس نے مدینہ میں ہمیشہ باہمی قتل و خون کے مناظر دیکھے تھے، آج اسے امن وسلامتی، اور محبت و اخوت کا گہوارہ دیکھ رہی تھی۔

محنتوں میں یکسوئی

اس طرح حضور ﷺ نے یکسوئی کے ساتھ پہلے مدینہ کی محدودآبادی پر محنت کی، اور جب اس کو انسانیت کے اعلیٰ معیار پر ڈھال دیا، تب مدینہ کے مضافات و اطراف کی آبادیوں اور بستیوں کو اسلام کی دعوت دی اور نظامِ اسلامی سے منسلک ہوجانے کی تلقین کی، ان سے کہا گیا کہ مدینہ آکر دیکھو کہ جو قوم کل تک وحشی اور بدترین تصور کی جاتی تھی، آج وہ کتنی بہترین اور مہذب بن چکی ہے، اور یہ نعمتِ عظمیٰ اس کو صرف اسلام اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملی ہے اس لئے تم بھی اگر تہذیب و شائستگی کے خواہاں ہو، انسانیت کے معیار بلند پر پہونچنا چاہتے ہو، قوموں کی دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں رہناچاہتے، اور علم و فن، صنعت و حرفت، تجارت و زراعت، اور محبت و اخوت میں تم بھی کسی قابل بننا چاہتے ہو، تو آؤ نظامِ اسلامی کو قبول کرلو۔۔

اسلامی جنگوں کا پسِ منظر

یہ ہے مدنی دور میں تبلیغ اسلام کا ابتدائی نقشہ، مدینہ میں

حضور ﷺ نے محض نظریاتی پروگرام نہیں دیئے، بلکہ اسلامی نظریات کو عملی قالب میں پیش فرمایا، آپ ﷺ نے اولاً خود ان حضرات کی تنظیم وتعمیر اور تربیت فرمائی جو ابتک حلقۂ اسلام میں داخل ہوچکے تھے، اور جب ہی جاکر یہ دعوت اس قدر مؤثر ہوئی کہ تیزی کے ساتھ پھیلنے لگی، اور جو بھی مدینہ آیاوہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا، مدینہ نظام اسلامی کا ایک کامل نمونہ تھا، صرف کاغذی پروگراموں سے سنجیدہ طبقہ زیادہ متاثر نہیں ہوتا، جب تک کہ عملی نمونہ سامنے نہ ہو۔ ۔ ۔، اسی لئے دنیائے کفر نے اپنی ساری طاقت اس پر جھونک دی کہ کسی طرح اسلام کے اس قلعہ کو مسمار کردیا جائے، اور یہیں سے کفر واسلام کی حربی کشمکش شروع ہوئی، اور جنگوں کی جو تاریخ ہماری کتابوں کی زینت ہے اس کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۔ ۔ یہود و مشرکین نے متحدہ طور پر اسلام کے خلاف یلغار شروع کی، مگر اسلام کا ایک مضبوط قلعہ بن جانے کے بعد اسکو توڑنا آسان نہ رہا، قدرت کی جانب سے ایسے اسباب فراہم ہوئے کہ کفر کی طاقت ہمیشہ کے لئے توڑ دی گئ، ایسے جنگی ماحول میں بھی اسلام پہلے اپنی جد وجہد کا آغاز مثبت دعوتی عمل سے کرتا تھا، اور ہر ممکن طور پر امن عامہ کی حفاظت کی کوشش کی جاتی تھی، اسلام کا مبلغ ان کے سامنے اسلام کی حقیقت کو واضح کرتا، اسکی خوبیاں بیان کرتا، موجودہ سوسائٹی پر علمی اوراخلاقی تنقیدیں کرتا اس کے نقائض واضح کرتا، ان کی غلط فہمیوں کو قرآن کی روشنی میں حل کرتا، اس طرح عقلی و نقلی طور پر حجت تام کرنے کے بعد مبلغ اسلام (جو اپنے وقت کا بہترین جرنیل بھی ہوتا تھا) اعلان کرتا کہ اسلام کی حقانیت تم

پر روشن ہوچکی ہے، تم مدینہ کا اسلامی ماحول دیکھ کر یہ اندازہ بھی لگا چکے ہو کہ اب انسانیت کی تہذیب و تمدن اور اخروی ہدایت کا یہی واحد راستہ ہے، اور اسلام سے بیزار تمام لوگ حیوانوں کی زندگی گزاررہے ہیں، اب تم کو چاہئے کہ اسلام قبول کرلو، .....اگر تمہیں اب تک شرح صدر نہ ہوا ہو، اوراطمینان نہ ہو، توہم تم کو اسلام قبول کرنے کے باب میں مجبور نہیں کرتے، تم غور کرو، اور جب بھی تمہاری عقل اس کی شہادت دے کہ یہ جو کچھ کہا جارہاہے، شبہات سے بالاترہے تواسکو قبول کرنا تمہارا اخلاقی فریضہ ہوگا، البتہ اتنا تم سے ضرور مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ہماری راہ میں رکاوٹ نہ بنو، اگرتم ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے توکم ازکم مخالفوں کی صف میں شامل نہ ہو، بلکہ نظامِ اسلامی کے ماتحت رہ کر جزیہ دینا قبول کرو، اور اگر تم اس پر بھی راضی نہ ہو، بلکہ تم ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو، تو پھر ہمارا اور تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی۔

اس طرح سب سے آخر میں تلوار کا استعمال کیاجاتاتھا، مگر اکثر لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوجاتے تھے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی تحریک ہے، جو عربوں کی متحدہ قوت کے مقابلے میں بہت جلد فنا ہوجائے گی، اس لئے وہ لڑپڑتے تھےاور اسی کے نتیجے میں وہ متعدد جنگیں حضور ﷺ کو لڑنی پڑیں، جو آج کتاب المغازی اورکتاب السیروغیرہ کی زینت ہیں۔

اس طریق تبلیغ سے حضور ﷺ کو خاطر خواہ کامیابی ملی، اورصرف دس سال کی مدت میں آپ ؐ نے نصف عرب پراسلامی حکومت قائم

فرمادی، اور معلوم دنیا پر اسلام اور نظامِ اسلامی کی ہیبت قائم ہوگئی۔

مکی و مدنی طریق تبلیغ کے نتائج میں فرق

مکہ کی تیرہ (۱۳) سالہ تبلیغ کے مقابلے میں مدینہ کی دس (۱۰)سالہ کوششیں نتائج کے اعتبار زیادہ بار آور ثابت ہوئیں، بے شمار فتوحات ہوئے۔۔ ایک مضبوط دارالاسلام قائم ہوا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر صرف مجاہداورشریک صحابہ کی تعداد کم وبیش نوے ہزار (۹۰۰۰۰) یاایک لاکھ چودہ ہزار (۱۱۴۰۰۰) یااور بھی زیادہ بتائی جاتی ہے[457]

اتنے نمایاں فرق کی وجوہات درج ذیل تھیں :

۱۔ مکہ میں کوئی اسلامی حصار نہ تھا۔

۲۔ کامل تعمیر و تربیت، اور اچھی تنظیم کے ذرائع نہ تھے۔

۳۔ مکہ میں صرف اسلام کی نظریاتی تبلیغ تھی، کوئی عملی نمونہ سامنے نہ تھا، کہ جس کو دکھاکر لوگوں کو دعوت دی جاتی، اور جو لوگوں کی کشش کا باعث بنتا۔

۴۔ وہاں صرف عجز و انکسار تھا، نفس کشی تھی، تزکیہ نفس تھا،، مقابلہ کی کیفیت نہ تھی، زور کی اجازت نہ تھی، اور اسی لئے صحابہ کی بار بار خواہش کے باوجود اس کی اجازت نہ دی جاتی تھی، اس کے برخلاف

---

[457] - شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی (م ۱۱۴۴ھ) ج ۴ ص ۱۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ م ۱۹۹۶ء)

مدینہ میں تعمیر افراد، اور تزکیۂ نفوس کے ساتھ فطری دفاعی قوتوں کو شیطانی طاقتوں کے خلاف استعمال کرنے کی نہ صرف اجازت تھی، بلکہ ضروری تھا، یہاں اپنے زوراور دفاعی قوت کو مسلنے کے بجائے اس کے رخ کو باطل کی طرف موڑا جاتا تھا وغیرہ۔

حضور ﷺ کے طریق تبلیغ سے حاصل شدہ نتائج

ان اسباب کی بنا پر مکی اور مدنی دور کے طریقِ تبلیغ کے نتائج میں یہ نمایاں فرق ہم کو نظر آتا ہے، تاریخ کا طالب علم اس پوری تاریخ کو محض پڑھتا چلاجاتا ہے، مگر اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتا، جبکہ ایک حساس دل رکھنے والا مومن اس پوری تاریخ کو نگاہِ عبرت سے دیکھتا ہے، اور اس سے حال و مستقبل کے لئے بہت سے نتائج اخذ کرلیتا ہے، مثلاً:

۱۔ کسی بھی مذہبی تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے بنیادی چیز تعمیرافراد، اور تزکیۂ نفوس ہے، ناتربیت افراد پر مشتمل کوئی پارٹی ریت کا ٹیلہ ہے، جو ذراسے جھونکے پر منتشر ہوسکتا ہے۔

۲۔ افراد جماعت میں استقامت، خلوص وللّٰہیت، اور اپنے نصب العین پر مکمل یقین شرط ہے، ورنہ ہر تحریک کے آغاز میں کچھ نہ کچھ مشکلات کا سامنا کرناہی پڑتا ہے، اگر استقامت نہ ہوگی تو ذرا سی مصیبت پر گھبرا کر وہ بیزار ہوجائیں گے، اور تحریک کی عمارت دھڑام سے گرجائے گی، اس طرح خلوص و للّٰہیت کے فقدان کے وقت منافقین جنم لیں گے،

اور جو نقصان جماعت کو غیروں سے نہیں وہ اپنوں سے ہوجائے گا، اور جب نصب العین پر مکمل یقین ہوگا تو وہ اپنی تمام تر توجہات یکسوئی کے ساتھ اس کی کامیابی کے لئے صرف کریں گے، ورنہ ناقص محنتوں اور ناقص توجہات کی وجہ سے تحریک ناکام ہوجائے گی۔

۳۔ افراد جماعت میں پسپائی اور شکستگی کے احساس کے بجائے مسابقت اور مقابلہ کے رجحان کو فروغ دینا بھی کامیابی کے لئے ازحد ضروری ہے، ورنہ مسیحیت اور گاندھی جی کے عدم تشدد کا حال ہوگا، جو تمدن اور عقلیت دونوں کے قطعاً منافی ہے۔

۴۔ افرادِ جماعت کو فنون حرب و ضرب سے آراستہ کرنا، صنعت و حرفت اور علم و فن کے گر سکھانا، اور ان کو اس قدر متحرک بنادینا کہ کسی بھی کام کیلئے صرف اشارہ کافی ہو۔

۵۔ ارکانِ جماعت میں ایسے اوصاف حمیدہ، اور اخلاقِ فاضلہ، پیدا کرنا، اور ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا کہ جماعت کے افراد میں سے ہرفرد کسی بھی ذمہ داری کو سنبھال سکتا ہو۔

٦۔ اپنی محنتوں اور توجہات کو کسی ایک علاقے پر یکسو کرنا، اپنی توجہات کو اپنی حد سے باہر منتشر نہ کرنا، اس لئے کہ اگر بڑی سے بڑی جماعت بھی اپنی توجہات اور محنتوں کو یکسو کرنے کے بجائے منتشر کردے تو اس کا جو کام بہت تھوڑی مدت میں ہوناچاہیۓ اس میں ایک عرصہ لگ جائے گا، اور پھر وہ بھی تکمیل تک نہ پہونچ سکے گا۔۔۔ اگر حضور ﷺ اپنی

نبوت کا اعلان کرتے ہی اپنی محنتوں کو پوری دنیا میں پھیلا دیتے تو کون کہہ سکتا تھا کہ حضور ﷺ کو جو کامیابیاں اس تھوڑے سے عرصے میں ملیں، وہ مل پاتیں یا نہیں؟ اگر مل بھی جاتیں اور یقیناً ملتیں تو آپ کا معجزہ ہوتا، مگر عام انسانوں اور عام تحریکوں کے لئے معجزہ کا امکان نہیں ہے، ان کے لئے تو حضور ﷺ کے اس عمل میں اسوہ ہے، جو آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا، اس سے انحراف کرکے نہ کوئی تحریک کامیاب ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

۷۔ جماعت کے ہر فرد میں ذمہ داری کا احساس اجاگر کرنا، حضور ﷺ نے اس کی جانب اشارہ فرمایا تھا:۔

أَلاَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔۔[458]

ترجمہ: خبردار تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ذمہ دار سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا"

امیر اپنی امارت و حکومت کو امانت سمجھے، اور اپنے اقتدار سے بے جا فائدہ نہ اٹھائے، رعایا میں یہ روح پھونکی جائے کہ اپنے امیر کا احترام فرض ہے، جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے، امیر سے بغاوت کرنے کا انجام سوائے قتل واستیصال کے اور کچھ نہیں ہے۔

---

[458] - صحیح مسلم ج ٦ ص٧ حدیث نمبر:۴۶۲۸ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري -

۸۔ کسی بھی دفاعی اور منفی اقدام کرنے سے پیشتر اس کے مثبت پہلوؤں کو پوری طرح مضبوط کرلینا، اور کسی تشدد اور جواب سے قبل اس کے تمام تعمیری رخوں کو واضح کرکے حجت تام کردینا، اپنے مخالفوں سے حتی الامکان گریز کرنا، ان کے شکوک و شبہات دور کرنا، گریز کے باوجود تصادم کی شکل پیدا ہوجانے پر ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا کہ اپنا کوئی خاص نقصان اٹھائے بغیر دشمن کو مات کرلینا۔

۹۔ خارجہ پالیسی ایسی مضبوط رکھنا کہ اس میں کوئی تیسری طاقت رخنہ نہ ڈال سکے، معاہدے کا سلسلہ جاری رکھنا، مگر اپنے معاہدوں سے بھی پوری طرح چوکنا رہنا، اور کسی سازش کے فاش ہوجانے کے بعد اس کے خلاف مناسب کارروائی کرنا۔

۱۰۔ اپنے نظریات کی اشاعت کے لئے پریس اور دیگر ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے سے زیادہ افراد کی صورت میں ان نظریات کی تبلیغ و اشاعت کرنا، اپنی تہذیبی انفرادیت، اور قومی زبان کی حفاظت کرنا، اور اس کو کسی مصلحتِ شدیدہ کے بغیر چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہونا۔

یہ وہ واضح نتائج ہیں جو ہمیں سیرت نبوی کے عملی اسوے میں ملتے ہیں، مگر آج کا حال یہ ہے کہ ہر تحریک اپنے یومِ آغاز ہی سے عالمی کا خطاب دے لیتی ہے، اور اپنی کوششوں کو اپنے امکان سے باہر حدود میں پھیلادیتے ہیں، جس کا نتیجہ ناکامی کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔..... صحیح ہے کہ منصوبہ کی حدتک تحریک عالمی ہو، اس میں کوئی قباحت نہیں، لیکن

محنت کارخ عام ہونے کے بجائے ابتداء میں خاص ہی ہونا بہتر ہے، اوراسی وقت مثبت نتائج کی توقع بھی مناسب ہے۔

ماضی قریب کی کامیاب تحریکات میں جو تحریکیں ہم کو نمایاں نظر آتی ہیں، ان کی بنیادی خصوصیت یہی رہی کہ انہوں نے حوصلہ اورمنصوبے کی عمومیت کے باوجود اپنی محنت کا رخ یکسو رکھا، اور پھر ان کو وہ کامیابیاں ملیں جو اس سے الگ ہوکر ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

مراجع ومآخذ

کتب تفسیر

١- تفسير مقاتل المؤلف : مقاتل بن سليمان بن بشير (المتوفى : 150هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٢- جامع البيان في تأويل القرآن، المؤلف : محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري المتوفى : 310هـ) المحقق : أحمد محمد شاكر، الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى ، 1420 هـ - 2000 م عدد الأجزاء : ۲۴

٣-تفسير الفخر الرازي، المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى : 606هـ)

۴-لباب التأويل في معاني التنزيل المؤلف : علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن ، المعروف بالخازن (المتوفى : 741هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٥- تفسير البحر المحيط ج المؤلف : أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان النحوي الأندلسي (المتوفى : 745هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٦- تفسير القرآن العظيم المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن

عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى :774هـ)المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر:دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8)

٧- الدر المنثور في التأويل بالمأثور المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ) (مکتبہ الشاملة)

٨- روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،المؤلف :شهاب الدين محمودبن عبد الله الحسيني الألوسي(المتوفى: 1270هـ)

٩- معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (سنہ ١٣٩٦ھ م سنہ ١٩٧٦ء) مطبوعہ فرید انٹر پرائز دہلی

کتب حدیث

١٠-الجامع الصحيح المختصر لمؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة - جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا)

١١- الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري الناشر: دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ـ بيروت عدد الأجزاء : ثمانية

أحزاء في أربع مجلدات

١٢ - سنن النسائي الكبرى المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1411 – 1991 تحقيق : د.عبد الغفار سليمان البنداري , سيد كسروي حسن عدد الأجزاء : 6)

١٣- سنن النسائي]الكتاب : المجتبى من السنن المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي الناشر : مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب الطبعة الثانية ، 1406 – 1986 تحقيق : عبدالفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 8)

١٤- سنن أبي داود،المؤلف:أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى : 275هـ) الناشر : دار الكتاب العربي ـ بيروت)

١٥- الجامع الصحيح سنن الترمذي المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها،

١٦- سنن ابن ماجه المؤلف : محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني الناشر : دار الفكر – بيروت تحقيق : محمد فؤاد عبد الباقي عدد الأجزاء : 2 مع الكتاب : تعليق محمد فؤاد عبد الباقي-

١٧- مسند أبي داود الطيالسي – المشكول المؤلف :

سليمان بن داود بن الجارود المتوفى سنة 204 هـ تحقيق : الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية بدار هجر الناشر : هجر للطباعة والنشر الطبعة : الأولى سنة الطبع : 1419 هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 4 مصدر الكتاب : مكتبة أبي المعاطي)

١٨- المصنف ،المؤلف : أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (المتوفى : 235هـ) طبعة مستكملة النص ومنفحة ومشكولة ومرقمة الاحاديث ومفهرسة الجزء الاول الطهارات ، الاذان الاقامة ، الصلاة ضبطه وعلق عليه الاستاذ سعيد اللحام الاشراف الفني والمراجعة والتصحيح : مكتب الدراسات والبحوث في دار الفكر دار الفكر،

١٩- مسند الإمام أحمد بن حنبل المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد الأجزاء : 6 الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها)

٢٠- مسند الإمام أحمد بن حنبل المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ)المحقق : شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد ، وآخرون إشراف : د عبد الله بن عبد المحسن التركي الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى ، 1421 هـ - 2001 م)

٢١- الآحاد والمثاني المؤلف : أحمد بن عمرو بن الضحاك أبو بكر الشيباني (المتوفى : 287هـ) المحقق : د. باسم فيصل أحمد

الجوابرة الناشر : دار الراية – الرياض الطبعة : الأولى ، **1411 – 1991** عدد الأجزاء : **6**

٢٢– الأدب المفرد المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار البشائر الإسلامية – بيروت الطبعة الثالثة ، **1409 – 1989** تحقيق : محمد فؤاد عبدالباقي عدد الأجزاء : **1** الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها)

٢٣– مسند البزار كاملا من **1–14** مفهرسا البَزَّارُ أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بنُ عَمْرٍو البَصْرِيُّ الشَّيْخُ، الإِمَامُ، الحَافِظُ الكَبِيْرُ، أَبُو بَكْرٍ أَحْمَد بن عَمْرِو بنِ عَبْدِ الخَالِقِ البَصْرِيُّ، البَزَّارُ، صَاحِبُ (المُسْنَدِ) الكَبِيْرِ، الَّذِي تَكَلَّمَ عَلَى أَسَانِيدِه. وُلِدَ: سَنَةَ نيف عَشْرَةَ وَمائَتَيْنِ.ومَاتَ: فِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَتِسْعِيْنَ وَمائَتَيْنِ.**292** هـ قام بفهرسته على المسانيد الباحث في القرآن والسنة :علي بن نايف الشحود)

٢٤– مسند أبي يعلى المؤلف : أبو يعلى أحمد بن علي بن المثُنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي (المتوفى : **307**هـ)الناشر: دار المأمون للتراث – دمشق الطبعة الأولى ، **1404 – 1984** تحقيق : حسين سليم أسد عدد الأجزاء : **13** ـ

٢٥–تهذيب الآثار وتفصيل الثابت عن رسول الله من الأخبار لأبي جعفر محمد بن جرير بن يزيد الطبري سنة الولادة **224**هـ/ سنة الوفاة **310**هـ تحقيق محمود محمد شاكرالناشر مطبعة المدني سنة النشر مكان النشر القاهرة عدد الأجزاء 2)

٢٦- مستخرج أبي عوانة المؤلف : أبو عوانة يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم النيسابوري الأسفراييني (المتوفى : 316هـ) (مكتبہ الشاملۃ)

٢٧- الأوسط لابن المنذرالمؤلف : أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري (المتوفى : 319هـ) (مكتبہ الشاملۃ)

٢٨- شرح مشكل الآثار المؤلف : أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي (المتوفى : 321هـ)تحقيق : شعيب الأرنؤوط الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى - 1415 هـ ، 1494 م

٢٩- معجم الصحابة المؤلف : أبو الحسين عبد الباقي بن قانع بن مرزوق بن واثق الأموي (المتوفى : 351هـ) (مكتبہ الشاملۃ)

٣٠- صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان المؤلف:محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذبن مَعْبدَ،التميمي،أبوحاتم، الدارمي،البُستي (المتوفى: 354هـ)ترتيب : علي بن بلبان بن عبد الله، علاء الدين الفارسي، المنعوت بالأمير(المتوفى : 739هـ)الناشر : مؤسسة الرسالة[ترقيم الكتاب موافق للمطبوع وبالحاشية تحقيق شعيب الأرناؤوط كاملا

٣١- المعجم الكبيرالمؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى : 360هـ)الناشر : مكتبة العلوم والحكم - الموصل الطبعة الثانية ، 1404 - 1983

تحقيق :حمدي بن عبدالمجيد السلفي

٣٢- المعجم الأوسط المؤلف : أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني الناشر : دار الحرمين –القاهرة ، 1415 تحقيق : طارق بن عوض الله بن محمد ,عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني عدد الأجزاء : 10،

٣٣- مصنف عبد الرزاق المؤلف : أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني الناشر : المكتب الإسلامي – بيروت الطبعة الثانية ، 1403 تحقيق : حبيب الرحمن الأعظمي عدد الأجزاء : 11)

٣٤- مسند الحميدي المؤلف : عبدالله بن الزبير أبو بكر الحميدي الناشر : دار الكتب العلمية , مكتبة المتنبي – بيروت , القاهرة تحقيق : حبيب الرحمن الأعظمي عدد الأجزاء : 2،

٣٥- سنن الدارقطني : علي بن عمر أبو الحسن الدارقطني البغدادي الناشر : دار المعرفة – بيروت ، 1386 – 1966 تحقيق : السيد عبد الله هاشم يماني المدني عدد الأجزاء : 4)

٣٦- المستدرك على الصحيحين:المؤلف :أبوعبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى : 405هـ)الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1411 – 1990 تحقيق : مصطفى عبد القادر عطاعدد الأجزاء : 4 مع الكتاب : تعليقات الذهبي في التلخيص-

۳۷-نوادر الأصول فى أحاديث الرسول المؤلف / محمد بن علي بن الحسن أبو عبد الله الحكيم الترمذي عدد الأجزاء / 4 دار النشر / دار الجيل – بيروت – 1992م تحقيق: عبد الرحمن عميرة)

٣٨–المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الهراني الأصبهاني دار النشر : دار الكتب العلمية – بيروت – لبنان – 1417 هـ – 1996 م الطبعة : الأولى عدد الأجزاء / 4 [ترقيم الشاملة موافق للمطبوع] تحقيق : محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي)

٣٩- دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ)،(مکتبہ الشاملۃ)

۴۰– معرفة الصحابة المؤلف : أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

۴۱– دلائل النبوة للبيهقي المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)،(مکتبہ الشاملۃ)

۴۲- شعب الإيمان المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1410 تحقيق : محمد السعيد بسيوني زغلول عدد الأجزاء : 7

٤٣- شعب الإيمان المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه : الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد أشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه : مختار أحمد الندوي ، صاحب الدار السلفية ببومباي – الهند الناشر : مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند الطبعة : الأولى ، **1423** هـ – **2003** م عدد الأجزاء : **14** (**13** ، ومجلد للفهارس)

٤٤- السنن الكبرى للبيهقي المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ) الناشر : مكتبة دار الباز – مكة المكرمة ، **1414** – **1994** تحقيق : محمد عبد القادر عطا عدد الأجزاء : **10**

٤٥-السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني المحقق :الناشر : مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد الطبعة : الطبعة : الأولى ــ **1344** هـ عدد الأجزاء : **10**) ،

٤٦-الطب النبوي تاليف:محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية دراسة وتحقيق:السيد الجميلي الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان الأولى، **1410**هـ/**1990**م)

۴۷- جامع الأصول في أحاديث الرسول المؤلف : مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ) تحقيق : عبد القادر الأرنؤوط الناشر : مكتبة الحلواني – مطبعة الملاح – مكتبة دار البيان الطبعة : الأولى

۴۸- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد المؤلف : نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى : 807هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

۴۹-المطالب العالية المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٥٠-فتح الباري بشرح صحيح البخاري المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ دار المعرفة – بيروت ، 1379

٥١- جامع الأحاديث المؤلف : السُّيوطي، جلال الدين (849 – 911 هـ، 1445 – 1505م). (مکتبہ الشاملۃ)

٥٢- جمع الجوامع أو الجامع الكبير للسيوطي (849 – 911 هـ، 1445 – 1505م). (مکتبہ الشاملۃ)

٥٣ – حاشية السيوطي والسندي على سنن النسائي المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ (مکتبہ الشاملۃ)

٥۴-كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال المؤلف : علاء

الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)المحقق : بكري حياني – صفوة السقا الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الطبعة الخامسة ،1401هـ/1981م

٥٥–جمع الوسائل في شرح الشمائل المؤلف : علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى : 1014هـ)الناشر : المطبعة الشرفية – مصر ، طبع على نفقة مصطفى البابي الحلبي وإخوته عدد الأجزاء : 2)

٥٦– مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح المؤلف : الملا علي القاري ، علي بن سلطان محمد (المتوفى : 1014هـ

٥٧– كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على ألسنة الناس ج ۲ ص ۱۶۴ المؤلف : إسماعيل بن محمد العجلوني الجراحي (المتوفى : 1162هـ الناشر:دارإحياء التراث العربي)

٥٨– الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة ج ۱ ص ۴۴ المؤلف : اللكنوي، عبد الحي المحقق :الناشر :دار الكتب العلمية)

کتب سیر ورجال

٥٩–السيرة النبوية المؤلف : محمد بن إسحاق (المتوفى : 152هـ)، (مکتبہ الشاملۃ)

٦٠– مغازي الواقدي المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر

بن واقد الواقدي (المتوفى : 207هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٦١- السيرة النبوية المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٦٢-اعلام النبوة للشيخ ابى الحسن على بن محمد الماوردى الشافعیؒ (م ۴۵۰ھ)ط دارالكتب العلمية بيروت ۱۴۰۶ھ م۱۹۸۶ء

٦٣- الأخلاق والسير،المؤلف : أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى : 456هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٦٤- جوامع السيرة وخمس رسائل أخرى لابن حزم المؤلف : أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى : 456هـ) المحقق : إحسان عباس الناشر : دار المعارف – مصر الطبعة : 1 ، 1900 م عدد الأجزاء : 1)

٦٥-الإستيعاب في معرفة الأصحاب ، المؤلف : أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى : 463هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٦٦- الدرر في اختصار المغازي والسيرالمؤلف : أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى : 463هـ) تحقيق : الدكتور شوقي ضيف الناشر : وزارة

الأوقاف المصرية – المجلس الأعلى للشئون الإسلامية – لجنة إحياء التراث الإسلامي – القاهرة الطبعة : الأولى 1415 هـ – 1995 م عدد الأجزاء : 1)

٦٧–الإكمال في رفع الارتياب عن المؤتلف والمختلف في الأسماء والكنى والأنساب ،المؤلف : أبو نصر علي بن هبة الله بن جعفر بن ماكولا (المتوفى : 475هـ) (مكتبہ الشاملة)

٦٨– الأنوار في شمائل النبي المختار المؤلف : محيي السنة ، أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي (المتوفى :432 – 516هـ) حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه العلامة الشيخ إبراهيم اليعقوبي دار الضياء للطباعة والنشر والتوزيع بيروت 1409هـ –1989م)

٦٩– الشفا بتعريف حقوق المصطفى – مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء المؤلف : أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (المتوفى : 544هـ) الحاشية : أحمد بن محمد بن محمد الشمنى (المتوفى : 873هـ) دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع جميع حقوق إعادة الطبع محفوظة للناشر 1409 هـ – 1988 م دار الفكر بيروت لبنان { المكاتب: البناية المركزية – هاتف: 244739 – ص ب: 7061 / 11 المطابع والمعمل: حارة حريك – شارع عبد النور ٦٩

٧٠– الروض الأنف المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، (مكتبہ الشاملة)

٧١-المدهش، المؤلف : جمال الدين عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى : 597هـ)

٧٢-أسد الغابة ،المؤلف : عز الدين أبو الحسن علي بن أبي الكرم بن محمد بن الأثير (المتوفى : 630هـ،(مكتبہ الشاملۃ)

٧٣- ذخائر العقبى فى مناقب ذوى القربى[1] المؤلف : محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري (المتوفى : 694هـ) نسخة دار الكتب المصرية، ونسخة الخزانة التيمورية عنيت بنشره مكتبة القدسي لصاحبها حسام الدين القدسي بباب الخلق بحارة الجداوي بدرب سعادة بالقاهرة (سنة 1356 وحقوق الطبع محفوظة)

۷۴- قاعدة تتضمن ذكر ملابس النبي وسلاحه ودوابه المؤلف : تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى : 728هـ) المحقق : أبو محمد أشرف بن عبد المقصود الناشر : أضواء السلف الطبعة : الطبعة الأولى 1422هـ - 2002م)

۷۵-عيون الأثر المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ) مؤسسة عز الدين للطباعة والنشر جميع الحقوق محفوظة طبعة جديدة مصححة 1406 ه - 1986 م مؤسسة عز الدين للطباعة والنشر هاتف: 831640 - 800621 - 273636 - 275867 ص ب: 5251 / 13 بيروت - لبنان)

٧٦- زاد المعاد في هَدْي خير العباد المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى : 751هـ) الناشر مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان الثالثة:, 1406هـ/1986م ،

٧٧-السيرة النبوية المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)، تحقيق مصطفى عبد الواحد الجزء الاول 1396 ه - 1971 م دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع هاتف 236769 - 246161 ص.ب 5769 بيروت – لبنان

٧٨-الإصابة في معرفة الصحابة ،المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٧٩- تقريب التهذيب ،المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ) نسخة : محمد عوَّامة طبعة دار الرشيد بحلب الطبعة الأولى 1406هـ

٨٠- نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ؒ لاحمد شہاب الدین الخفاجی المصری ،دارالکتاب بیرو ت

٨١- الخصائص الکبریٰ للسیوطیؒ(المتوفى : **911 ه**)

٨٢- السيرة الحلبية للامام الحلبی،(مکتبہ الشاملۃ)

٨٣- سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر

فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد المؤلف : **محمد** بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : **942هـ**) تحقيق وتعليق :الشيخ عادل أحمد عبد الموجود الشيخ علي محمد معوض، دار الكتب العلمية بيروت – لبنان جميع الحقوق محفوظة لدار الكتب العلمية بيروت – لبنان الطبعة الأولى **1414** هـ - **1993** م دار الكتب العلمية بيروت – لبنان

۸۴- شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی (م ۱۱۴۴؁ھ) دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷؁ھ م ۱۹۹۶؁ء)

۸۵- بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية و شريعة نبوية في سيرة أحمدية المؤلف : أبو سعيد محمد بن محمد الخادمي (المتوفى : **1156هـ**) (مکتبہ الشاملۃ)

۸۶-رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان منصور پوری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی اگست ۱۹۹۱؁ء-

۸۷ -ذکر رسول-مولانا عبد الماجد دریابادیؒ

۸۸-نبی رحمت مصنفہ مولانا سید ابوالحسن ندوی مطبوعہ لکھنؤ

۸۹- نقوش رسول نمبر ایڈیٹر طفیل احمد پاکستان ۔ شمارہ نمبر: ۱۳۰. جنوری: ۱۹۸۳ء

کتب تاریخ

٩٠- الطبقات الكبرى المؤلف : أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء ، البصري ، البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى : 230هـ) المحقق : إحسان عباس الناشر : دار صادر – بيروت الطبعة : 1 – 1968 م عدد الأجزاء : 8)

٩١- تاريخ المدينة المؤلف : ابن شبة أبو زيد عمر بن شبة النميري البصري (المتوفى : 262هـ) الناشر: دار الفكر – قم – ايران – شارع ارم – تلفن: 23646 المطبعة: مطبعة قدس – قم – تلفن: 21354 عدد النسخ: 5000 تاريخ الطبع: 1410 ق – 1386.

٩٢- فتوح البلدان المؤلف : أحمد بن يحيى بن جابر البلاذري (المتوفى : 279هـ) القاهرة مطبعة لجنة البيان العربي 4 شارع مصطفى كامل بلاظوغلى ت 27 79

٩٣- تاريخ اليعقوبي المؤلف : أحمد بن أبي يعقوب بن جعفر بن وهب بن واضح اليعقوبي (المتوفى : 292هـ)، (مکتبہ الشاملۃ)

۹۴- تاريخ الرسل والملوك المؤلف : محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى : 310هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

٩٥- البدء والتاريخ المؤلف : المطهر بن طاهر المقدسي (المتوفى : نحو 355هـ)، (مکتبہ الشاملۃ)

٩٧- الأوائل المؤلف : أبو هلال الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد بن يحيى بن مهران العسكري (المتوفى : نحو 395هـ) (مكتبہ الشاملۃ)

٩٨ – تاريخ دمشق المؤلف : أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى : 571هـ) دراسة وتحقيق علي شيري دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع جميع حقوق الطبع إعادة الطبع محفوظة للناشر الطبعة الاولى 1419 – هـ – 1998 م دار الفكر بيروت لبنان)

٩٩- الكامل في التاريخ المؤلف : أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد ، المعروف بابن الاثير (المتوفى : 630هـ)

١٠٠- مختصر تاريخ دمشق المؤلف : محمد بن مكرم بن منظور الأفريقي المصري (المتوفى : 711هـ) (مكتبہ الشاملۃ)

١٠١- البداية والنهاية المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) حققه ودقق اصوله وعلق حواشيه علي شيري الجزء الاول دار إحياء التراث العربي طبعة جديدة محققة الطبعة الاولى 1408 ه.1988 م

١٠٢- تاريخ مكة المشرفة و المسجد الحرام و المدينة الشريفة و القبر الشريف المؤلف : أبو البقاء محمد بن أحمد بن محمد بن الضياء المكي (المتوفى : 854هـ) (مكتبہ الشاملۃ)

۱۰۳ – الاطلس التاریخی لسیرۃ الرسول ﷺ ، مصنف سامی بن عبد اللہ المغلوث، ط مکتبہ العبیکان الریاض سنہ ۱۴۲۵ھ)

کتب علم الاخلاق

۱۰۴- إحياء علوم الدين المؤلف : محمد بن محمد أبو حامد الغزالي (المتوفى : 505هـ) (مکتبہ الشاملۃ)

MUQAAM-E-MAHMOOD

Imtiyazat Seerat-e-Taiyeba

By : Maulana Mufti Akhtar Imam Aadil Qasim